ان اللہ لطیف خبیر
علمی، دینی، اصلاحی اور معلوماتی
سالنامہ
اللطیف
ویلور
قطب ویلور
۱۸ اگست
1975
بروز دوشنبہ
دار العلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور

إن الله لطيف خبير

زیر ظلِ ہدایت حمایت و سرپرستی

تقدس مآب اعلیحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ
محمد باقر صاحب قبلہ قادری مد ظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز

فضیلت مآب حضرت
مولانا ابو الحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ قادری مد ظلہ العالی، بی اے ناظم دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

مدیر اعلیٰ

مدیر مسئول

افضل العلماء مولوی ابو المکارم سید مصطفیٰ حسین صاحب بخاری قادری کڈپوی فاضل دار العلوم لطیفیہ
جنرل سکریٹری انجمن دائرۃ المعارف مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز

مدیران معاون

جناب افضل العلماء مولوی پی محمد ابوبکر صاحب
قمری ملیباری لطیفی استاذ دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

جناب مولوی نعیم اختر صاحب اشرفی مبارکپوری
مدرس دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز

نمائندگان طلباء

مولوی حافظ محمد بشیر الحق صاحب قریشی ادھونی
سکریٹری انجمن دائرۃ المعارف
مولوی حافظ سید محمد یوسف بغدادی کڈپوی
(جنرل مانیٹر)

۱۰ شعبان المعظم
۱۳۹۵ھ
مطابق
۱۸ اگست
1975
بروز دوشنبہ

مطبوعہ الیکٹرک قومی پریس لشکر بنگلور

Dr. S. Maslan

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین سالنامہ اللطیف

قومی پریس

غزل

از:

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین
شیخ المشائخ اعلیحضرت رکن الدین
سید شاہ ابوالحسن قربی
قادری قدس سرہ العزیز

خمِ وحدت سوں پی مدام شراب
اس کے نشّہ میں بوج جگ کو سراب

جب ہے تاخیر میں بہوت آفات
جرعہ نوشی میں نہ کی کر تو شتاب

مے کے پینے سے مت کرو پرہیز
اِتَّقُوا اللہَ یَا اُولِی الْاَلْبَاب

بحرِ وحدت کے خلق ہیں امواج
عینِ امواج کیا ہے تو بوج آب

ہے حقیقت کی رہ میں ذکر اللہ
جو کہ کرتا ہے نالہ تارِ رباب

لاعمل میں جو عاشقاں بولے
طرق العشق کلّہا آداب

بولنے کوں ترانۂ توحید
تن ہی طنبور ہے زباں مضراب

کر سب اسبابِ عشق آمادہ
کر توں تاراج زہد کے اسباب

حال کا نفع ہات میں لانے
بوج قالِ صحیح اصل نصاب

علمِ ظاہر ہے پوست کے مانند
علم باللہ جان لبّ لباب

نہ کی قربی نماز کرنے کوں
اوپری یار دل کا ہے محراب

عطیہ: از حضرت مولانا ابو صالح عماد اللہ سید شاہ محمد ناصر صاحب قبلہ قادری المعروف بہ میران پاشا صاحب

رباعی
از ادارہ
سبحان ربی الاعلیٰ
زنجیرِ درِ عرش ہلاتا ہوں میں
اللہ غنی! کسے بلاتا ہوں میں
سجدہ کے بہانے دل کی بیتابی سے
قدموں پہ کسی کے لوٹ جاتا ہوں میں
از حضرت امجد حیدرآبادی

آغازِ سخن

ادارہ

اللہ والوں کی ہمیشہ سے یہ شان رہی ہے کہ وہ ظاہری اسباب و وسائل سے قطع نظر اس کی ذات پر کامل اعتماد کے ساتھ اپنا کام شروع کرتے ہیں اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔ اس راہ میں پیش آنے والے حوادثات کی آندھیاں اور طوفان ان کے بلند عزائم اور مضبوط ارادوں کو ختم کرنا تو درکنار ان کے پائے استقامت کو بھی متزلزل نہیں کرسکتے۔ وہ کیف و مستی کے عالم میں پروانہ وار مستانہ شعار ہر آفت و مصیبت کا سامنا کرتے ہوئے کشاں کشاں رواں دواں رہتے ہیں، ان کی نظر اللہ پر، صرف اللہ پر ہوتی ہے۔ دنیا اور دنیا کی کوئی بھی شئے ان کے نزدیک پرکاہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ یہی وجہ ہوتی ہے کہ مختصر سی مدت میں ان کے ہاتھوں سے لگائے ہوئے پودے خوشنما و دلکش گلستانوں اور ان کی ٹھوکروں سے نکلے ہوئے چشمے میٹھے اور حیات بخش دریاؤں کا روپ دھار لیتے ہیں، جن سے ایک عالم ہر زمانہ و ہر دور میں فیضیاب ہوتا رہتا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ جس وقت جنوب میں خصوصاً علاقہ کرناٹک میں غلط عناصر اور فاسد عقائد اپنی پوری فتنہ سامانیوں کے ساتھ سیزہ کار تھے، تبلیغ و ارشاد اور درس و تدریس کے اعتبار سے یہاں کی زمین بڑی ہی ناہموار اور سنگلاخ تھی حضرات اقطاب ویلور قدس اسرارہم نے اولوالعزمی اور اعلیٰ ہمتی سے شرک و بدعات کا قلع قمع کرتے ہوئے جنوب کو نہ صرف دینی، علمی ادبی اور عرفانی دولت سے مالا مال کیا، بلکہ اپنی بیش بہا اصلاحی خدمات سے اس کو مرکزِ علم بنا دیا۔ انہیں کے مقدس ہاتھوں سے بنایا ہوا علمی گلشن **دارالعلوم لطیفیہ** تقریباً تین (۳) صدیوں سے زمانہ کے نشیب و فراز سے گذرتے ہوئے برابر ارتقاء کی منزلیں طے کرتا آرہا ہے۔ اس نازک اور ہوش رُبا دور میں بھی بلا کسی تائید و تعاون کے اس کی روز افزوں ترقی کسی کرشمہ سے کم نہیں۔ یہیں سے جب ہم ماضی کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ حقیقت پوری وضاحت کے ساتھ ہمارے سامنے آجاتی ہے کہ اس عظیم خانوادہ کی برگزیدہ شخصیتوں نے کسی بھی دور میں بادشاہوں یا نوابوں سے کوئی جاگیر یا انعام کو قبول نہیں کیا تھا جس سے شاہانِ وقت بھی انگشت بدنداں تھے۔

یہ واقعہ بہت ہی مشہور ہے کہ زبدۃ العارفین اعلیٰحضرت غلام محی الدین شاہ سیدہ عبداللطیف قادری **ذوقی** قدس سرہٗ کی خدمت میں نواب والا جاہ نے ایک قیمتی جاگیر کا پروانہ پیش کیا، رات کا وقت تھا، سامنے شمع جل رہی تھی آپ نے پروانہ کو اس کی نذر کردیا۔ نواب صاحب یہ دیکھ کر پریشان ہوگئے، عرض کیا کہ یہ چیز تو آپ کی اولاد کے لئے پیش کی گئی تھی جس کو آپ نے جلادیا ہے۔ حضرتؒ نے برجستہ جواب دیا کہ "پروانہ تو شمع کا عاشق ہوتا

ہے، اس لئے میں نے اسے معشوق کے حوالہ کر دیا۔ رہا میری
اولاد کا معاملہ، اس کے لئے اللہ کافی ہے، جو مسبب الاسباب
اور کارساز عالم ہے، مجھے یا میری اولاد کے لئے کسی جاگیر کی
ضرورت نہیں، یہ سننے کے بعد نواب صاحب کی حیرت کی انتہا
نہ رہی۔

اسی طرح آپ کے فرزند قدوۃ السالکین اعلیحضرت سید شاہ
ابوالحسن قادری محوی قدس سرہ العزیز کی جناب میں سلطنت
خداداد کے حکمران ٹیپو سلطانؒ علیہ الرحمہ نے چودہ ہزار روپے
اور تحفے تحائف روانہ کر کے میسور آنے کی درخواست کی، جس کو
آپ نے قبول نہ کرتے ہوئے قاصد سے کہہ دیا کہ سلطنت کو چھ ماہ
بعد زوال آنے والا ہے، اس لئے فقیر آنے سے مجبور ہے کہیں لوگ
یہ نہ کہیں کہ میرے آنے کی وجہ سے سلطنت کو زوال آیا۔ آپ کی
پیشین گوئی کے مطابق چھے ماہ بعد ٹیپو سلطان انگریزی فوجوں سے
داد شجاعت لیتے ہوئے شہید ہو گئے۔

نیز زبدۃ العارفین الحاج الحافظ اعلیحضرت
محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری المشہور بہ
حضرت **قطب ویلور** قدس سرہ العزیز کی خدمت بابرکت
میں ملکۂ برطانیہ وکٹوریہ نے ماہانہ ایک سو روپیہ کی
پیشکش کی تھی جسکو آپ نے شکریہ کے ساتھ مسترد کر دیا۔

ایسے بہت سے واقعات ہیں جن سے ان بزرگوں
کے کامل توکل اور استغنا کا پتہ چلتا ہے۔ ان کے پاکیزہ اوصاف
اور بلند صفات کھل کر سامنے آتے ہیں۔ غرض بزرگان حضرت
مکان نے ہر دور میں سلاطین وقت اور امرائے زمانہ سے
اپنی بے تعلقی اور استغنا کا اظہار کر کے یہ ثابت کر دیا کہ
ان کی نظر درخت صحرا کی طرح باغباں سے بے نیاز صرف
ابر کرم پر رہا کرتی ہے۔

چنانچہ صدر کلام میں دارالعلوم کا ذکر آگیا ہے۔ اس
لئے ہم اس نشست میں یہ بات واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ملک
کی یہ عظیم و قدیم دینی درسگاہ **ام المدارس دارالعلوم لطیفیہ**
۱۱۳۸ھ میں دارالعلوم دیوبند، علیگڈھ تحریک اور ندوۃ
العلماء سے تقریباً ڈیڑھ دو صدی پیشتر ہی اپنی ابتدائی
صورت میں منصۂ شہود پر جلوہ افروز ہو کر علمی اور اصلاحی
سرگرمیاں شروع کر دی تھی، آج بھی آگے وہ سلسلہ اپنی خاص
روایات کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ جنوب و شمال کے
اساتذہ کرام منصب تعلیم و تربیت پر فائز ہیں اور مختلف
علاقوں سے آئے ہوئے نونہالان ملت حصول علم میں
مشغول ہیں۔ اس طرح اس سرچشمۂ فیض سے ملک کے
مختلف علاقے سیراب ہونے جا رہے ہیں ؎

کہاں نہیں ہے رواں تیرے فیض کا دریا
کہ تو ہے غیرت گنگ و جمن لطیفیہ

سالنامۂ اللطیف کا یہ پندرھواں شمارہ اپنی
قدیم روایات کے مطابق اسی سج دھج اور آب و تاب کے
ساتھ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کے حسن و زیبائی کے لئے
ہم نے مقدور بھر کوشش کی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہماری ان کوششوں کو شرف
قبولیت سے نوازے۔ آمین۔

بجاہ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم۔

دارالعلوم لطیفیہ کا شمالی دلکش نظارہ

پیشکش :- سید مرتضیٰ حسین جہانگیر لطیفی ویلوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

آغاز سال رواں

اللہ تعالیٰ کا انتہائی فضل و احسان ہے کہ جنوبی ہند کی ممتاز دینی درسگاہ ام المدارس دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز نے تشنگان علوم کو ہر دور میں علوم ظاہری و باطنی سے روشناس کرتا آرہا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

اس مادر علمی کا تعلیمی سال نو کا آغاز مورخہ ۱۱ر شوال المکرم ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۸ر اکتوبر ۱۹۷۴ء بروز جمعہ ہوا۔

بحمد اللہ حسب سابق امسال بھی ہندوستان کے بیشتر علاقوں سے تشنگان علوم و فنون آئے انکو اس سرچشمہ سے سیرابی کی اجازت دی گئی۔ موجودہ ناسازگار اور ہمت شکن ماحول میں بھی تقدس مآب اعلیٰحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز اور آپکے برادران عزیز حضرت مولانا ابو الصالح عماد الدین سید شاہ محمد ناصر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالیٰ وحضرت مولانا ابو الحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالیٰ بی اے

ناظم دارالعلوم لطیفیہ اپنی سعی بلیغ سے ان طلباء کے ظاہری و باطنی، دینی و دنیوی امور میں صحیح رہنمائی فرماتے رہے۔

دورۂ حدیث

جنوب کے اس عظیم و قدیم دینی درسگاہ کا سب سے بڑا کارنامہ دورۂ حدیث کا باقی رکھنا ہے۔ حضرات اقطاب ویلور قدس سرہم العزیز نے جو علم حدیث کی نشر و اشاعت اور اسکو فروغ دینے میں کوشاں ہے جس کی آبیاری یہ حضرات کرتے آرہے ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ مورخہ ۲۵ر شوال المکرم ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۱ر نومبر ۱۹۷۴ء بروز شنبہ صحیح بخاری شریف و صحیح مسلم شریف کے دورۂ حدیث کا آغاز خانقاہ عالیہ قطبیہ میں تقدس مآب اعلیٰحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز کی دعاؤں سے ہوا۔

نیز مورخہ ۲۵ رجب المرجب ۱۳۹۵ھ مطابق ۴ر آگسٹ ۱۹۷۵ء بروز دوشنبہ فضیلت مآب اعلیٰحضرت قبلہ مدظلہ العالی کی دعاؤں پہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

ادبی افتتاحی اجلاس

ان اجلاس میں طلبہ کو دارالعلوم کو فن خطابت اور اپنے مافی الضمیر کو ادا کرنے کا سلیقہ و طریقہ بتایا جاتا ہے۔ ان مشقی اجلاس کا افتتاح حسب سابق امسال بھی پوری آب و تاب کے ساتھ انجام پایا جس میں شاعر ملت پروفیسر جناب مولانا الحاج سید محمد جلالی صاحب لکڈپوری ایم اے مدظلہ العالی کو مدعو کیا گیا۔ موصوف نے اپنے مخصوص و پُراثر انداز میں فن خطابت اور اس کے گُروں پر روشنی ڈالی۔ آپ نے بتایا کہ طلبۃ العلوم کو چاہئے کہ جب بھی تقریر کے لئے کھڑے ہو جائیں تو سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں کو خاطر میں نہ لائیں۔ نیز موصوف نے ایک نظم انسانی زندگی کی معیار اور جینے مرنے کے طرز و طریقہ کو ایک عبرت آمیز انداز میں پیش فرمایا۔ جس سے طلباء اور حاضرین مجلس بے حد محظوظ ہوئے انشاءاللہ آپ اس نظم کو اسی رسالہ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

بعد ازاں حضرت مولانا ابوالحسن صدرالدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قادری بی اے ناظم دارالعلوم لطیفیہ نے اپنے مخصوص انداز میں معزز مہمان کے ادبی و علمی اور قومی خدمات سے اہل محفل کو روشناس کراتے ہوئے اپنے خاص فصیح و بلیغ مفکرانہ انداز میں طلبہ سے خطاب فرمایا اور خطابت کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح خطابت میں ماحول کا لحاظ ضروری ہے اسی طرح سامعین کے دل کو نادر واقعات اور لطائف سے محظوظ کرانا ضروری ہے ورنہ اس کی تقریر محض ایک شجر بے ثمر و برگ بن کر رہ جاتی ہے آخر میں آپ نے تمام اہل مجلس کا شکریہ ادا فرمایا۔

اس سال بھی انجمن کے کم و بیش پینتالیس ۴۵ اجلاس ہوئے۔ جن میں قابل ذکر و اہم جلسے سیرۃ امام حسین علیہ السلام و جلسہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور جلسہ گیارھویں شریف ہیں۔

دارالتصنیف والاشاعت

دارالتصنیف کے معرض وجود میں آنے کا مقصد یہ ہے کہ اقطابان مکان حضرت قطب ویلور کے وہ تمام انمول جواہر پارے جو خاص کر فارسی و عربی زبان میں ان کو مع تراجم و دیگر نایاب و نادر قابل تشریح مضامین کی شرح و بسط کے ساتھ منظر عام پر لائی جائیں تاکہ افادۂ عوام ہو۔ چنانچہ دنیائے تصوف کا عظیم شاہکار، زبدۃ العارفین الحاج الحافظ اعلیحضرت محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری المشہور بہ حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز کی تالیف انیف **جواہر السلوک** کا پہلا حصہ مع ترجمہ کے شائع ہو چکا ہے اور انشاءاللہ منظر عام پر آرہا ہے۔

صحت اسباب

تندرستی ہزار نعمت ہے۔ اس نکتہ کو مد نظر رکھتے ہوئے دارالعلوم میں طلبا کے حقوق بدنی کا خاص خیال کیا جاتا ہے اور اس کے لوازمات والی بال، بیڈ منٹن، ٹینی کائٹ، کبڈی جیسے انٹرنیشنل گیمس کا انتظام کیا گیا ہے جس سے طلباء اپنی دن بھر کی تھکان کو مٹا لیتے ہیں۔

نوید مسرت

مُربیانِ دارالعلوم کی ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ طلباء دینی ترقی کے ساتھ اپنی دنیوی ترقی میں بھی نمایاں جگہ حاصل کریں۔ بریں بنا امسال بھی طلباء مدراس یونیورسٹی کے امتحانات میں حصہ لیکر ممتاز و نمایاں

نمبرات سے کامیابی حاصل کئے ہیں ۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ۔

امتحانات

۲۶ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ م ۸ ماہ فروری ۱۹۷۵ء بروز شنبہ سہ ماہی اور ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۰ مئی ۱۹۷۵ء میں ششماہی امتحانات اساتذۂ کرام کی نگرانی میں ہوئے اور ۲۸ رجب المرجب مطابق ۷ اگسٹ ۱۹۷۵ء سے دارالعلوم کے سالانہ امتحانات شروع ہوئے اور ایک ہفتہ تک جاری رہے۔ سالانہ امتحانات کے اکثر پرچے بیرونی علمائے کرام نے تیار فرمایا اور جوابات کے کاپیاں بھی تصحیح کے لئے انہیں علمائے کرام کے پاس بھیج دی گئیں۔

عباپوشی اور اعطائے اسناد

دارالعلوم کا سالانہ اجلاس بڑی شان و شوکت کے ساتھ منعقد ہوا جس کی صدارت سرپرست دارالعلوم فضیلت انتساب اعلیٰحضرت مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی نے فرمائی اور خود اپنے دست فیض اقدس سے فارغین کو عبائیں اور اسناد عطا فرمایا نیز اس اجلاس میں مقامی و بیرونی علمائے کرام اور حکمائے عظام اور معتقد رعلم دوست و علم پرور حضرات کثیر تعداد میں مدعو تھے، اور وہ علمائے کرام کی تقاریر سے بہت ہی محظوظ ہوئے۔

تقسیم انعامات

اسی دن شام میں ایک دوسری نشست ہوئی، جس میں درسیات مقالہ نویسی، مقابلہ تحریر و تقریر اور گیمس و اسپورٹس میں اول و دوم آنے والے طلباء اور عہدیداروں کو جو سال بھر تندہی کے ساتھ خدمات پیش کئے تھے، نیز ان قدیم طلبأ و اسٹاف ممبران جو سالانہ گیمس و اسپورٹس میں حصہ لیکر آخری دنوں کو رنگین بنایا تھا ان تمام کو اعلیٰ سے اعلیٰ اور قیمتی انعامات سے نوازا گیا۔

ہدیۂ تشکر

ادارہ ان تمام حکیموں اور ڈاکٹروں کا مشکور ہے جو ہمارے طلباء کی صحت کا ہمیشہ سے خیال کرتے ہوئے آئے نیز ان مدیران اخبار کا بھی مشکور رہے جو دارالعلوم کی کارروائیوں کو شائع کرتے رہے۔

بالخصوص ادارہ جناب عبدالمتین صاحب مالک ایلکٹرک قومی پریس بنگلور کا تہ دل سے مشکور ہے کہ آپ نے ہماری ہر چیز کی اشاعت پر پوری تندہی سے کام لیتے ہوئے پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے دارالعلوم سے عقیدت و محبت رکھنے والوں کو دین و دنیا میں کامیاب و کامران فرمائے

آمین !!

ے اگر جہاں میں مرا جوہر آشکار ہوا
قلندری سے ہوا ہے، تونگری سے نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عقل و دانش اور علم و حکمت کے شاہکار

از عالیجناب حضرت
مولٰنا ابو الحسن صدر الدین شاہ سید محمد طاہر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی
B.A ناظم دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور۔ قدس سرہ العزیز۔

ولایت پادشاہی، علم اشیاء کی جہانگیری،
یہ سب کیا ہیں؟ فقط اک نقطۂ ایماں کی تفسیریں

اللہ جل شانہٗ کی شان کریمی کا فیض ہے کہ علماءِ حق کی نرالی شان ہے۔ یہ شرف علماءِ امت کو ہی حاصل ہے۔ علماءِ امت نے حصول علم کی خاطر جس قدر جد و جہد کی ۔ سینکڑوں میل پیادہ پا سفر طے کئے اور استقلالِ طبیعت کے ساتھ دنیا کے مال و متاع سے بے نیاز ہو کر انہوں نے اسلامی علوم و فنون میں مہارتِ تامہ حاصل کی۔ یہ ان کا بڑا کمال تھا کہ انہوں نے ان علوم و فنون میں کمال پیدا کیا اور دنیا کے امام کہلائے گئے۔

امام ربیعۃ الرائے اپنے والد کی تربیت سے

محروم اور ماں کی گود میں پرورش پاتے ہوئے علم کے مدارج طے کرتے گئے۔ آپ حضرت امام مالکؒ ور حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے استاذ تھے۔ یہ واقعہ بہت دلچسپ ور مشہور ہے کہ امام ربیعۃ الرائے کے والد فروخ، بنی امیہ کے دورِ حکومت میں فوج میں ملازم تھے۔ جس وقت امام ممدوح اپنی والدہ کے بطن میں تھے اس وقت خراسان کو خلیفۂ دمشق کی جانب سے ایک لشکر روانہ کیا گیا فروخ کی خدمات اس لشکر کے سپرد کی گئیں۔ وہ دَور اسلامی فتوحات کا دَور تھا۔ اسلامی فرماں روائے وقت کی یہی خواہش تھی کہ بر و بحر کا زیادہ تر حصہ اسلامی پرچم کے نیچے لایا جائے۔ فروخ کو اس خراسانی مہم میں ستائیس ۲۷ برس گذر گئے۔ جس بچہ کو وہ ان کی والدہ کے بطن میں چھوڑ گئے تھے، وہ بچہ اب بڑا ہو کر ایک جید عالم اور وقت کا امام بن چکا تھا۔ ان فتوحات کے بعد خوش و خرم فروخ اپنے وطن مدینۂ منورہ تشریف لائے، اور گھوڑے پر سوار نیزے کی انی سے انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا، دروازہ کھٹکھٹانے پر ربیعۃ الرائے نے دروازہ کھولا اور پھر باہر چلے آئے۔ جوں ہی دروازہ کھلا فروخ بے تکلفی سے اندر جانے لگے۔ یہ دیکھ کر امام ربیعۃ الرائے کو وحشت ہونے لگی اور انہوں نے للکار کر کہا کہ اے بڈھے میاں! تم میرے مکان میں کیسے گھسے جا رہے ہو؟ فتوحات کا تازہ خون اُن کی رگوں میں دَوڑ رہا تھا، لہٰذا فروخ نے طیش میں آ کر کہا "اے خدا کے دشمن، میرے حرم سرا میں تیرا کیا کام"؟ اس جھگڑے کے دَوران آس پاس کے لوگ جمع ہونے لگے۔ امام مالک بھی اپنے استاذ کا معاملہ سمجھ کر آئے اور پھر انہوں نے مصلحانہ انداز میں کہا کہ اے بڑے میاں آپ کو ٹھہرنا ہی مقصود ہے تو دوسرا مکان بھی موجود ہے۔ آپ کے اس مصلحانہ انداز سے متاثر ہو کر فروخ نے بتایا کہ اے بھائی، میرا نام فروخ ہے۔

اور یہ میرا مکان ہے۔ فروخ کا نام سن کر ربیعۃ الرائے کی
والدہ نے پہچان لیا۔ اور فوراً ہی کہنے لگیں، "یہ تو ربیعہ کے
باپ ہیں"۔ یہ سنتے ہی باپ اور بیٹے گلے ملے اور مل کر خوب روئے۔
بعد ازاں اندر داخل ہوئے۔ فروخ جب اپنی بیوی سے باتیں
کر رہے تھے تو اس اثنا میں ربیعۃ الرائے مسجد نبوی تشریف
لے گئے۔ اور مسندِ درس پر متمکن ہو گئے۔ دَوران گفتگو میں
فروخ نے اپنی بیوی سے دریافت کیا کہ چلتے وقت ان تیں
ہزار اشرفیوں کو میں نے جو چھوڑ گیا تھا، وہ کیا ہوئیں ؟۔
بیوی زیرک نے بتایا کہ گھبرائیے نہیں محفوظ رکھی ہیں ۔

نماز کے لئے فروخ جب مسجدِ نبویؐ گئے تو دیکھا
کہ کوئی شیخ وہاں مسندِ درس و تدریس پر جلوہ افروز ہیں،
تلامذہ کا وہ ہجوم تھا کہ استاذ کو گھیرے ہوئے تھے۔ عجیب
شان وشوکت کا مظاہرہ تھا۔ فروخ تھوڑی دیر اس دیدہ
زیب وپُر رعب منظر کو دیکھتے رہے اور پھر انہوں نے حاضرین
سے دریافت کیا کہ یہ شیخ کون ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ یہ امام
ربیعۃ الرائے ابن عبدالرحمٰن ہیں۔ یہ سن کر فروخ کے مسرت کی
انتہا نہ رہی اور خوشی میں جھومتے ہوئے مکان تشریف لائے۔

فروخ نے یہ سارا ماجرا اپنی بیوی سے سُنایا۔ یہ
سُن کر بیوی نے پوچھا کہ آپ کو کیا زیادہ پسند ہے؟ بیٹے کی
یہ شان یا وہ تیس ہزار اشرفیاں؟ فروخ نے کہا واللہ !
بیٹے کی یہ شان کو میں زیادہ پسند کرتا ہوں۔ تو پھر بیوی نے
بتایا کہ ان تیس ہزار اشرفیوں کو میں نے ربیعۃ الرائے کی
تعلیم پر صرف کر دی ہے۔ فروخ نے فرمایا قسم ہے خدا کی
کہ تم نے یہ رقم ضائع نہیں کی ۔

یہ امر قابلِ غور ہے کہ ایک بچّہ باپ کی تربیت
سے محروم اور ماں کی پرورش میں اور اس کے سپرد
تیس ہزار اشرفیاں تھیں۔ اس زمانے کے بی بیوں کا علم
سے شغف اور لگاؤ کا پتہ چلتا ہے۔ وہ بچّہ جن کا نام
ربیعۃ الرائے تھا بڑے ہو کر اپنے وقت کے زبردست عالم و
فاضل اور علم وادب کے امام بنے اور آپ کے شاگرد خود
دنیا کے نامور امام ہوئے۔

علماء کا جاہ وجلال اور جلالت علمی کا اندازہ
حسبِ ذیل واقعات سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ امیر تیمور
نے ایک روز اپنے قاصد کو کسی ضروری کام پر روانہ کیا اور
چلتے وقت تاکید کی کہ وقتِ ضرورت راستے میں کسی کی بھی
سواری ہو حاصل کرلیں۔ اس قاصد سلطانی کو چلتے چلتے
راستے میں ایک جگہ سواری کی ضرورت محسوس ہوئی اتفاقاً
اس موقعہ پر مولانا علامہ تفتازانیؒ وہاں خیمہ زن تھے۔
یہ اجل گرفتار قاصد وہاں پہنچکر بلا اجازت و بغیر اطلاع
کے تھان سے ایک گھوڑا کھول لیا۔ اس خبر کے پہنچتے ہی
علامہ تفتازانیؒ اپنے خیمہ سے باہر آئے اور طیش میں آکر اپنے
لوگوں سے اس قاصد سلطانی کو پٹوا کر باہر نکلوا دیا۔

قاصد واپس ہو کر جب دربار پہنچا تو دربار
میں اس نے علامہ کی شکایت پیش کی۔ اس شکایت کو سن
کر سلطان غیظ وغضب میں آگیا۔ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں
کہ ایک فرماں روائے وقت کی توہین و بے حرمتی گویا بادشاہ
وقت کی نافرمانی اور اس سے بغاوت کرنا ہے سلطان اس
کو کیسے برداشت کرسکتا تھا۔ ہیجانِ غضب میں سلطان کچھ

دیر ساکت رہا اور پھر کہنے لگا کہ اگر شاہ رخ ایسی حرکت کرتا تو ضرور سزا پاتا، لیکن میں ایسے شخص کا کچھ نہیں کر سکتا کہ جس کا قلم ہر شہر و دیار کو میری تلوار سے پیشتر فتح کر چکا ہو۔ ظاہر ہے کہ علمائے حق کے سامنے شاہان سلطنت بھی عاجز و بے بس ہو جاتے ہیں۔

مولانا ابن خطیب ایک روز عید کی مبارکباد دینے کے لئے ایوانِ سلطانی گئے۔ چلتے وقت چند شاگرد بھی ان کے ہمرکاب ہوے۔ جب ایوان پہنچے تو سلطان نے بحسن واخلاق تعظیم و تکریم کی خاطر اٹھا اور آگے بڑھ کر استقبال کیا۔ مولانا ابن خطیب نے بجائے آداب شاہی بجالانے کے انہوں نے سلام کیا اور بجائے دست بوسی کے انہوں نے مصافحہ کیا۔ ان کے ایک شاگرد کو یہ حرکت ناگوار گذری۔ اور واپسی پر اس نے استفسار کیا کہ سلطان فرمان روائے وقت ہے اور آپ کو کچھ جھک کر ملنا چاہئے تھا۔ مولانا نے فرمایا، سلطان کے لئے کیا یہ فخر کچھ کم ہے کہ ابن خطیب جیسا فاضل اس سے ملنے گیا۔ میں خوب جانتا ہوں کہ یہ اسی کو غنیمت سمجھتا ہے۔

ابن سماک کوفیؒ جو اپنے وقت کے مشہور و جیّد عالم تھے، ایک مرتبہ تقریر کرنے کے بعد اپنی جاریہ سے پوچھا کہ "میرا بیان کیسا ہے" سخن شناس جاریہ نے کہا کہ "تقریر تو اچھی ہے، لیکن اتنا نقص تو ضرور ہے کہ تم ایک ہی بات کو بار بار کہتے ہو"۔ ابن سماک نے کہا کہ "میں اعادۂ کلام اس لئے کرتا ہوں کہ جو مخاطب اوّل مرتبہ نہ سمجھے ہوں، وہ بھی سمجھ جائیں"۔ جاریہ — جبتک کم فہم سمجھینگے سمجھنے والے مکدر ہو چکیں گے۔

ابن رافع قشیریؒ حافظ حدیث اپنے مکان پہ حدیث شریف پڑھایا کرتے تھے، اور طلباء کے علاوہ خراسان کے امیر طاہر کے بچے بھی حاضر درس ہوتے تھے۔ شیخ کے جلال کا یہ عالم ہوتا تھا کہ کسی کو بات کرنے یا مسکرانے کی تاب ومجال نہ ہوتی۔

ملک عادل سلطان صلاح الدین کا بھائی بڑے دبدبے اور سطوت کا فرماں رواگذرا ہے۔ ایک مرتبہ محدّث اسلام عبدالغنی دمشقی اس سے ملنے گئے تھے۔ ملک عادل کا بیان ہے کہ جس وقت حافظ عبدالغنی میرے سامنے آئے تو مجھ کو یہ معلوم ہوا کہ ایک شیر آگیا ہے۔

ابوعبید بن سلامؒ نے ایک بار اپنے تلامذہ سے کہا کہ میں نے چالیس برس اپنی کتاب "غریب الحدیث" کی تصنیف میں صرف کئے ہیں۔ اکثر فوائد مجھ کو لوگوں سے باتوں باتوں میں ہاتھ لگ جاتے تھے، اور میں ان کو موقعہ سے اس کتاب میں درج کرتا جاتا تھا۔ ان فائدوں کے حاصل ہونے سے اتنی خوشی مجھکو حاصل ہوتی کہ میں ساری ساری رات فرط مسرت سے جاگتا رہتا۔ تم چار پانچ مہینے بھی میرے پاس آکر رہتے ہو تو کہتے ہو کہ ہم بہت رہے۔

حضرت امام زہریؒ کا مطالعہ کے وقت یہ عالم ہوتا کہ اِدھر اُدھر کتابیں ہوتیں اور ان کے مطالعہ میں ایسے مصروف ہوتے کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہیں رہتی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کی برکت سے دنیائے اسلام میں ایسے نفوس قدسیوں کو پیدا فرمایا کہ جن کے نوکِ قلم سے عقل و دانش کے زبردست جواہر پارے معرضِ وجود میں آئے، جن سے ایک عالم مستفید ہوتا آرہا ہے۔

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

شیخ سعدیؒ کی شخصیت ایک باکمال و مشہور زمانہ تھی۔ سعدی علیہ الرحمہ اپنے وقت کے ایک زبردست عالم و باکمال مصنف تھے۔ اس زمانے میں ایک درشاعر امامی بھی تھا لوگ یہ فیصلہ کرنے سے قاصر رہے کہ ان میں سے کون افضلیت و برتری رکھتا ہے۔ ایک درتیسرا شاعر ہمگر شیرازی نے یہ فیصلہ کیا کہ امامی کو سعدی پر برتری حاصل ہے۔ لیکن یہ اتنا غلط فیصلہ تھا کہ جس کے غلط ہونے کا ثبوت سات سو سال گذرنے کے باوجود بھی برابر ملتا آرہا ہے۔ اس غلط فیصلے کی تردید اور شیخ سعدیؒ کی افضلیت و برتری کی تصدیق برابر ہوتی آرہی ہے۔

گلستانِ سعدی و بوستانِ سعدی میں شیخ سعدی نے علم و حکمت کے جواہرات بکھیر دئے ہیں۔ دنیا کے ہر ادارے میں جہاں فارسی کا درس دیا جاتا ہے وہاں یہ کتابیں داخلِ درس ہیں، اور دنیا کی بیشتر زبانوں میں ان کا ترجمہ ہو چکا ہے۔

ایسے لوگ اگر دنیا میں پیدا نہ ہوتے اور ان پر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو عقل و دانش اور علم و حکمت کے گلہائے راز سے دنیا اور بالخصوص دنیائے اسلام محروم رہتی۔

پر چشم حق تا ابد ان کا سلامی ہوگیا
زندۂ جاوید ان کا نام نامی ہوگیا

موجودہ دَور کے لوگ بھی اگر اسی جذبۂ صادق کے تحت حصولِ علم میں کوشاں رہیں اور استقلالِ طبیعت کے ساتھ دنیا کے مال و متاع سے بے نیاز ہو کر اسلامی علوم و فنون میں مہارت تامہ حاصل کرنے کی سعیٔ بلیغ کریں تو اللہ کی ذات والا صفات "لا تقنطوا من رحمة الله" سے امید قوی ہے کہ ان کے کارنامے بھی زندۂ جاوید ہوں گے اور انہیں حیاتِ جاودانی حاصل ہوگی۔

موج دریا سے یہ کہتا ہے سمندر کا سکوت
جس کا جتنا ظرف ہے اُتنا ہی وہ خاموش ہے۔

اللّٰھم ھدایة الحق والصواب
آمین ثم آمین
وما علینا الا البلاغ

انا اعطینٰک الکوثر، فصل لربک وانحر، ان شانئک ھو الابتر

رب کائنات نے قرآن مقدس کو اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ قرآن کی تمام سورتیں کسی نہ کسی وجہ سے نازل ہوئیں۔ ہر آیت کے نزول کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہوا۔ چنانچہ انا اعطینٰک الکوثر کے نزول کی بھی ایک علت ہے اور وہ یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم یا حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہما (علی اختلاف الروایۃ) کا انتقال پُر ملال ہُوا۔ اور انہوں نے اس کائنات سے دارالبقاء کی جانب کوچ فرمایا تو مزاج مقدس پر غم واندوہ کا کوہ گراں ٹوٹ پڑا۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت حزن وملال سے دوچار ہونا پڑا۔ دوسری طرف کفار ومشرکین نے شان اقدس میں ایسے دلخراش جملے ادا کئے کہ ایک رسول کے ساتھ تو کیا کسی عام اور شریف آدمی کی ذات میں کہنا بے ادبی تھا۔ ایسی ذلیل باتیں کہیں کہ شرافت کی پیشانی شرم سے جھک گئی۔ کفاروں کا ایک سرغنہ جس کا نام عاص ابن وائل سہمی ہے، اس نے کہا: دعوہٗ فانما ھو رجل ابتر لا عقب لہ لومات ذکرہ واستر حتم منہ" یعنی اے لوگو! اُسے اس کے حال ہی پر چھوڑ دو، وہ تو ایک لنڈ منڈ آدمی ہے، اس کے پیچھے رہنے والا کوئی نہیں اس کے مرتے ہی اسکی یاد تک فراموش ہو جائیگی اور تم اس کی لائی ہوئی مصیبتوں سے چھٹکارا پاکر چین وسکون سے رہنا۔"

یہ طعنہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد نرینہ نہ ہونے پر دیا گیا تھا۔ جب اس طعنہ کی خبر گوش اقدس میں پہنچتی ہے تو خاطر اقدس پر ملال اور زیادہ ہوگیا۔ تب یہ سورۃ نازل ہوئی جس میں خلاق کائنات نے ارشاد فرمایا:۔

"اے محبوب، ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا ہے۔ اسے خیر کثیر کا سرچشمہ بنایا ہے، اسے قرآن کی نعمت عظمیٰ دی۔ اسے ایمان لانے والوں اور اطاعت کرنیوالوں اور اس کے کام کو پھیلانے اور جاری رکھنے والوں کی ایک بڑی جماعت دی ہے۔ آپ اس کے شکریہ میں نماز اور قربانی ادا فرمائیں۔ آپ کا بدگو ہی ابتر ہے کہ جس کا باعتبار حقیقت کے کوئی نام لیوا اور پانی دیوا نہیں ہے اور جس کو مرجانے کے بعد کوئی بھول کے یاد بھی نہ کریگا۔ کہ فلاں کون تھا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ بارگاہ رب العزۃ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ عزت وعظمت ہے کہ اگر کوئی

گستاخی بد کلامی سے بھی حضور کو ایذا پہنچائے تو خدا کا جلال حرکت میں آجاتا ہے۔ رب کائنات خود اس کا جواب دیتا ہے جیسا کہ "سورۃ تبت یدا ابی لھب وتب" سے ثابت ہے۔ کہ اس سورہ کے آگے پیچھے کی سورتوں میں قل ہے یعنی اے محبوب آپ فرمائیے۔ لیکن سورۂ تبت الخ میں قل نہ فرمایا بلکہ خود اس کا جواب دیا۔

اب یہاں عقل کے پردہ پر سوال کا ایک نقطہ ابھرتا ہے، کہ اس کافر نے تو "ابتر" کہا تھا۔ اور جواب میں فرمایا گیا کہ ہم نے آپ کو کوثر دیا۔ آخر اس سے مناسبت کیا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ پہلے "الکوثر" کے معانی پر مفسرین کے فکروں کا جائزہ لیا جائے۔ "کوثر" کثرت سے مبالغہ کا صیغہ ہے، جس کے لغوی معنے تو بے انتہا کے ہیں۔ مگر اس موقع پر "الکوثر" کے لفظ کو استعمال کیا گیا ہے، تو اس میں بھی فقط کثرت کا معنی نہیں بلکہ اس سے خیر و بھلائی اور نعمتوں کی زیادتی کا مفہوم نکلتا ہے، جو زیادتی و فراوانی کے منتہی کو پہنچتی ہوئی ہو، اور اس سے مراد کسی ایک خیر اور بھلائی یا نعمت کی نہیں بلکہ بے شمار بھلائیوں اور نعمتوں کی کثرت ہے، اور ہر توجیہہ کی الگ الگ مناسبت ہے۔ یا تو کوثر سے مراد ذکر کثیر اور ذکر خیر، تو مطلب یہ ہوا کہ اس کافر نے تو سمجھا کہ ذکر اور نام اولاد سے چلتا ہے مگر ہم نے اپنی طرف سے آپکو ذکر کثیر عطا فرمایا کہ بغیر اولاد ذکور ہی کے تمام دنیا میں آپ کا ذکر رہیگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بڑے بڑے بادشاہ وسلاطین، پہلوان وسورما، فقیر و نادار، امیر و سرمایہ دار ہر طرح کے گذر گئے، مگر تاریخ کے صفحات نے کسی کی سیرت و عادات کو اسطرح محفوظ نہیں کیا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کو قلمبند کیا ہے۔ گہوارہ سے لیکر قبر تک کے حالات اسطرح لکھے گئے ہیں کہ اگر کسی نے حضورؐ کے تبسم کی بھی روایت کی تو خود اس راوی کی تاریخ کو کتاب کے اوراق نے محفوظ کر لیا۔ مجنوں نے اپنے تمام عشق کی داستانیں "دیوان قیس" میں لکھیں ہیں۔ مگر اس نے بھی یہ نہ کیا کہ لیلیٰ کے احوال زندگی لکھتا آخر اس میں کیا راز تھا، جیسے مجنوں اپنے فراق کی داستان لکھ سکتا تھا ویسے ہی وہ اپنی محبوبہ لیلیٰ کی سوانحعمری بھی تحریر کر سکتا تھا مگر اس میں راز تھا ایک بھید تھا جو اس قسم کی تحریر سے مجنوں کے قلم کو روک رہا تھا۔ وہ خوب سمجھتا اور جانتا تھا کہ لیلیٰ صرف مری محبوبہ ہے، مجھے اسکی ہر ادا، ہر انداز پسند ہے لیکن اگر دنیا کے سامنے اس کے حالات زندگی سے پردہ اٹھایا گیا، دنیا کے سامنے اس کے احوال زندگی پیش کئے گئے تو کسی کی انگلیاں اٹھیں گی۔ کوئی اعتراض کریگا۔ کوئی مذاق اڑائیگا کوئی مضحکہ ومسخرہ بنائے گا۔ اس لئے اس نے لیلیٰ کے حالات زندگی سے نقاب کشائی نہیں کی۔ مگر صحابۂ کرام کو یقین تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام کائنات کے محبوب ہیں کس کی مجال ہے، کہ اُن کے حالات زندگی پر طنز کرے، کون ہے جو ناپسند کرے۔ اس لئے بلا روک ٹوک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حالات چاہے وہ خلوت کے ہوں، یا جلوت کے، گھر کی تنہائی کے ہوں یا مجمع عام کے، تمام احوال کو دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ لوگ کوشش کرتے ہیں کہ ان کے ذکر پاک کو روک دیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ وہ اپنے اس ناپاک مقصد میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتے اس لئے کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے ورفعنا لک ذکرک۔

شعر عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

یا کوثر سے مراد اولاد کثیر ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگرچہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے اور نسل اولاد نرینہ سے ہوتی ہے مگر آپ کو ایک صاحبزادی سے وہ نسل پاک دی جائے گی جو قیامت تک باقی رہیگی۔ چنانچہ آج آٹھ آٹھ دس دس بیٹوں کی نسلیں غبار راہ کی طرح اپنا وجود ختم کر بیٹھیں، مگر صرف ایک صاحبزادی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل پاک ایسی باقی رہی کہ ہر جگہ سادات کرام کا مقدس گروہ نظر آتا ہے۔ اور ان شاء اللہ قیامت تک نظر آئیگا۔ ہاں حضور کا برا چاہنے والا اپنی خبر لے کہ اگرچہ وہ بیٹوں والا ہے مگر اس کے فرزند کو توفیق اسلام دے دیجائے گی جس سے کہ وہ حکماً اپنے باپ سے نسلاً منقطع ہو جائے گا اور اس فرزند اسلام کا باپ جس نے حضور کو ابتر کہا تھا خود ابتر ہو جائے گا۔ کیونکہ اختلاف دین سے توارث وغیرہ سب ختم ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی ہوا کہ حضرت عمرو بن عاص مسلمان ہوئے اور باپ سے علیحدہ ہو گئے۔ اور وہ ابتر ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نسل پاک مصطفےٰ علیہ السلام ایسی معظم ہے کہ خداوند قدوس نے ان کو کوثر فرمایا۔ سادات کرام کے عظمت و وقار کو ان سے دریافت کیجیئے جن کی ذات پر ولایت ناز کرتی ہے۔

——— یعنی حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ آپ ایک بادشاہ کے پہلوان تھے۔ بادشاہ نے اعلان فرمایا تھا کہ جو کوئی ہمارے اس پہلوان کو پچھاڑ دے اس کو بہت انعام دیا جائے گا۔ اس اعلان کو سن کر ایک غریب سید صاحب نے اپنی بیوی سے مشورہ کیا کہ ہم فاقوں سے تنگ ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ جنید سے کشتی لڑوں۔ سُنا ہے کہ وہ اہل بیت کا محب ہے۔ اگر وہ زیر ہو گیا تو کافی مال ہاتھ آئے گا اور اگر میں گر گیا تو میرا کیا بگڑے گا۔ بیوی صاحبہ نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ سید صاحب نے دربار میں آکر عرض کیا کہ اے بادشاہ وقت آپ کا چیلنج مجھے قبول ہے۔ جنید پہلوان سے میں کشتی لڑوں گا۔ بادشاہ ان کا اترا ہوا رنگ اور کمھلایا ہوا چہرہ دیکھ کر کہا کہ تم جنید سے کشتی نہیں لڑسکتے۔ کسی اور پہلوان سے کشتی لڑو، کسی دوسرے کا انتخاب کرو؟ مگر سید صاحب نے کہا کہ تم مرے دُبلے جسم اور زرد چہرے کو نہ دیکھو، مرے جوہر اکھاڑے میں نظر آئیں گے۔ الغرض تاریخ مقرر ہو گئی اور سارے شہر میں اعلان ہو گیا۔ وقت مقررہ پر شاہ و گدا امیر و فقیر اور عوام و خواص تمام جمع ہو گئے۔ خود بادشاہ مع وزراء کے وہاں پہنچ گئے۔

حضرت جنید مست ہاتھی کی طرح اکھاڑے میں آئے۔ ادھر سے سید صاحب بھی کھڑے ہو گئے۔ سید صاحب کو تو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کشتی لڑتے کیسے ہیں؟ دستور کے مطابق ہاتھ سے ہاتھ ملایا۔ اور پھر دونوں طرف سے داؤ پیچ شروع ہو گئے۔ سید صاحب موقع کے متلاشی تھے۔ موقع پاتے ہی حضرت جنید کے کان میں چپکے سے کہہ دیا کہ حضرت میں پہلوان نہیں ہوں، بلکہ

سید زادہ ہوں مفلس و نادار نان شبینہ کا محتاج، ذرا خیال
رکھنا۔ صرف اتنا سننا تھا کہ حضرت جنید کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے
پڑ گئے۔ کچھ دیر معمولی سی کشتی لڑ کر خود چت گر گئے۔ اور سید
صاحب کو اپنے سینے پر لے لیا۔ پھر کیا تھا ہر طرف سے واہ واہ
کا ایک طوفان اٹھا ہر ایک کی زبان پر تھا کہ اس کمزور نے
بہادر وقت کو شکست دے دی۔ بادشاہ نے کہا کہ ہمارے
پہلوان کو دھوکا ہو گیا۔ پھر سے کشتی ہونا چاہیئے۔ چنانچہ
کشتی پھر ہوئی۔ سید صاحب نے اس بار بھی پھر وہی جملہ
دہرایا۔ کہ فاطمہ کا لال ہوں۔ مری ناداری و مفلسی کا خیال
رکھنا۔ حضرت جنید نے پھر سید صاحب کو اپنے سینے پر لے لیا۔
بادشاہ کی طرف سے سید صاحب کو اعلان کے مطابق خلعت
فاخرہ اور انعام بے بہا سے سرفراز کیا گیا اور خوشی خوشی
گھر روانہ ہوئے۔ کسی نے حضرت جنید سے کہا کہ آج آپ
کو کیا ہو گیا تھا۔ اگر آپ اس کا ہاتھ زور سے پکڑ لیتے، تو
وہ آپ کا کچھ نہ بگاڑتا۔ اس کی جسامت کو دیکھ کر ہم نے
تو یہ اندازہ لگایا تھا کہ آپ جس طرح بھی چاہتے اُسے زیر
کر دیتے۔ آپ نے اس کے مقابل اپنا فن کیوں دبائے رکھا؟
آپ نے فرمایا "میں یزید نہ تھا جو سید زادے پر زور دکھاتا
میں شمر نہ تھا کہ اولادِ رسولؐ کے سینے پر بیٹھ جاتا ——

رات کو جب حضرت جنید نیند کی آغوش میں پہنچ گئے
تو تقدیر کا ستارہ اوج پر آگیا۔ قسمت بیدار ہو گئی۔ حضور سید عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بابرکت نصیب ہوئی۔ ارشاد ہوا
"جنید تم نے آج ہماری اولاد کی آبرو بچا لی، رب تعالیٰ کل
قیامت میں تمہاری لاج رکھے گا اور آج سے تم اولیاء کرام کے
سردار بنا دیئے گئے۔ چنانچہ یہی حضرت جنید حضور سیدنا غوث
پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیرؤوں میں ہیں۔ آپ اپنے زمانہ
کے ولی کامل تھے۔ ایک مرتبہ آپ بیمار ہوئے اور آپ کا قارورہ
نصرانی طبیب کے پاس گیا۔ طبیب اپنی عمیق نظر سے کچھ دیر
دیکھتا رہا۔ پھر بے اختیار اُس کی زبان سے کلمۂ شہادت نکلا
اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا
عبدہ ورسولہ لوگوں نے جب اس کا سبب پوچھا تو جواب
دیا کہ میرا ضمیر و احساس سب یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ قارورہ ہے
جس نے اپنے وجود کو عشق الٰہی کی آگ میں پھونک دیا ہے'
کوئی اور مرض نہیں ہے' صرف عشق الٰہی میں ان کا جگر کباب
ہو گیا ہے اللہ اکبر! ان بزرگوں کا قارورہ ایسی ہدایت
کرتا ہے جو دوسروں کا قول نہیں کرتا۔

ایک مرتبہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے ایک سید حاکم
کی خطا فوراً معاف کر دیا جس نے بلا قصور آپ کو دُرّے لگوائے
تھے اور فرمایا حضور نا راض نہ ہو جائیں کہ تمہاری وجہ سے
اے مالک! میری آل قیامت میں گرفتار ہو۔

یا کوثر سے مراد عالم کثرت ہے' یعنی ماسوائے رب
العالمین کے سب آپ کو عطا فرمایا۔ رب کریم نے اٹھارہ ۱۸ ہزار
عالم کو پیدا کیا اور تمام عالم پر آپ کو اختیار و تصرف عطا فرمایا'
جیسا کہ واقعات شاہد ہیں۔ شمس، و قمر۔ شجر و حجر' چرند و
پرند سب نے آپ کی رسالت کی گواہی دی' جہاں جہاں
اللہ کی ربوبیت ہے' وہاں وہاں محمد رسول اللہ کی رسالت ہے۔

قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا۔ ڈوبا سورج پلٹ آیا۔ چاند دو ٹکڑے ہوگیا کنکریاں کلمہ پڑھنے لگیں۔ شجر و حجر بول اٹھے۔ آپ کی دعوت پہ شجر خدمتِ عالی میں حاضر ہوکر رسالت کی گواہی دی۔ جیسا حضرت علامہ بوصیری رحمۃ اللہ نے قصیدہ بُردہ شریف میں اپنے شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے:۔

جاءت لدعوته الاشجار ساجدۃً

تمشی الیہ علی ساقٍ بلا قدمٍ

ایک بار سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کسی صحرا میں تشریف لے جا رہے تھے کہ اچانک ایک ہرنی نے آپ کو آواز دی۔ حضور اس کے قریب گئے۔ عرض کیا یا رسول اللہ آپ چند ساعت کیلئے ضامن ہوجائیں کہ میں اپنے بچوں کو دودھ پلا آؤں۔ کل تمام دن رزق کی تلاش میں سرگرداں و پریشان ہوئی مگر رزق نہ ملا۔ بچوں کی محبت میں علی الصباح رزق کی تلاش میں نکلی، دیکھا کہ دانہ منتشر و پھیلا ہوا ہے، بے خوف کھانے لگی۔ ظالم صیاد نے جال بچھا رکھا تھا اس میں پھنس گئی۔ ظالم صیاد نے گرفتار کرلیا۔ چند ساعت کے لئے رہائی دلا دیجئے تاکہ بچوں کو جاکر دودھ پلا آؤں۔ اور مری واپسی میں دیر نہ ہوگی۔ وہ صیاد کسی ضرورت کے تحت کہیں گیا ہوا تھا واپس آیا تو دیکھا ہرنی ایک انسان کی طرح گفتگو و کلام کر رہی ہے۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر سخت حیران ہوا۔ جب حضور مختار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب صیاد آیا تو آقا نے ارشاد فرمایا "اے صیاد اس ہرنی کو کچھ دیر کی مہلت کی ضرورت ہے، تھوڑی دیر کے لئے اسے رہا کر دے"۔ صیاد نے کہا "آپ کیا فرما رہے ہیں، نہ جانے کیسے کیسے مکر و فریب سے یہ میرے قابو میں آئی ہے۔ یہ صحرائی چرند ہے۔ آزادی کی فضاؤں میں اس نے آنکھیں کھولی ہیں، پھر آزاد ہونے کے بعد ادھر کا رخ کیسے کریگی"۔ سرکار دو عالم نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ واپس آئے تو کیا تو ایمان لائے گا۔ اس نے اقرار کیا ہاں لیکن واپس نہ آئی تو آپ کو قتل کردوں گا۔

حضور کے چہرۂ مقدس پہ تبسم کی لکیر پھیل گئی اور ارشاد فرمایا "ٹھیک ہے۔ اگر واپس نہ آئی تو تم اپنے منصوبہ کو پورا کرلینا۔ لیکن یاد رکھ تم کو بھی وعدہ سے اپنے مکرنا نہ ہوگا"۔ صیاد نے اقرار میں گردن جھکا دی کہ ہاں ضرور ایمان لاؤں گا۔ چنانچہ رہا کرتے وقت حضور نے اپنا دستِ مبارک اسکی پشت پہ سہلا دیا۔ وہ ہرنی اچھلتی کودتی شاداں و فرحاں اپنے بچوں کی طرف روانہ ہوگئی اور پھر ابھی چند ہی لمحہ گذرا تھا کہ وہ ہرنی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوگئی۔ رسولِ مقدس نے ارشاد فرمایا اے ہرنی! تم نے اتنی جلدی کیوں کی۔ بچوں کو شکم سیر ہوکر دودھ پلا لیتی؟ ہرنی نے عرض کیا یا رسول اللہ جب میں بچوں کے پاس پہنچی تو بچے دودھ پینے کے بجائے میرا منہ تک رہے تھے۔ تھن سے منہ لگانا پسند نہ کیا۔ میں نے کہا اے بچے دودھ کیوں نہیں پیتے۔ عرض کرتے ہیں کہ اے ماں! اس سے قبل بارہا تم سے ہمارا سابقہ پڑا ہے۔ نجانے کتنی بار تو ہمارے پاس آئی ہے اور ہم نے دوڑ کر تمہارا دودھ پیا ہے، مگر آج تمہاری حاضری عجب انداز کی ہے، تمہارے جسم سے ایسی خوشبو آتی ہے کہ ہم بغیر پئے مست

ہیں۔ ہمارا نفس راغب ہی نہیں ہوتا۔ دودھ کی بالکل خواہش ہی نہیں۔ ماں! کبھی تمہارے جسم سے ایسی خوشبو آئی نہیں۔ ہم تمہارے حکم کی تعمیل کریں گے دودھ پئیں گے مگر اس کے بعد تم خوشبو کا راز ہم کو بتا دو۔ ماں نے بہت عذر کیا مگر بچوں کا اصرار بدستور قائم رہا۔ مجبوراً ہرنی نے تمام واقعات کو بیان کیا۔ اور جب واقعہ کی تفصیل بچے سن چکے تو فوراً کہنے لگے اے ماں! جتنی جلدی ہو سکے جا اور رسولِ خدا کو ضمانت کی ذمہ داری سے سبکدوش کر۔ ہماری غیرت یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ اللہ کے رسول ہمارے لئے ضمانت کی زنجیر میں گرفتار ہوں اور ہم شیر مادر سے لطف اندوز ہوں۔ ماں جلدی جا کہ کہیں دیر نہ ہو جائے۔ اس لئے یارسول اللہ مجبوراً جلدی ہی واپس چلی آئی۔ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے صیاد سے ارشاد فرمایا کہ ہرنی حسب وعدہ واپس آگئی ہے۔ اب تو وعدہ کی تکمیل کر۔ چنانچہ صیاد سرورِ کونینؐ کے قدمِ مبارک پر گر پڑا۔ اور دل سے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہو گیا۔

یونہی ایک مرتبہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں چند مہمان آئے۔ کھانے کے لئے دسترخوان بچھایا گیا۔ مہمانوں نے کھانا کھایا۔ اس کے بعد حضرت انسؓ نے دیکھا۔ دسترخوان زیادہ خراب ہو گیا ہے' دسترخوان کو اٹھا کر تنور میں ڈال دیا۔ تمام مہمان کھڑے تماشہ دیکھ رہے ہیں کہ تنور سے دھواں تک نہ نکلا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت انسؓ نے دسترخوان کو تنور سے نکالا تو ایسا اُجلا صاف و شفاف تھا گویا کہ ابھی ابھی دُھلا گیا ہے۔ مہمانوں نے عرض کیا حضور! آگ میں دسترخوان کو تو جل جانا چاہئے' لیکن جلنے کے بجائے صاف و ستھرا ہو گیا۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ قربان جائیے مالکِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آقائے رحمت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے مَس ہونے کا شرف ملا ہے' اسلئے اُسے آگ جلا نہ سکی۔

خالقِ کل نے آپ کو مالکِ کل بنا دیا
دونوں جہاں ہیں آپکے قبضہ و اختیار میں

یا کوثر سے مراد امت کثیرہ ہے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے اس کے بیان کی حاجت نہیں۔ یا کوثر سے مراد حوض کوثر ہے۔ ابتک تو اُن نعمتوں کا ذکر تھا جن کا لوگوں نے مشاہدہ اس دنیا میں کر لیا کہ وہ کس فراوانی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ ان کے علاوہ دو ایسی عظیم نعمتیں جو خدائے کائنات آخرت میں دینے والا ہے۔ اس کا علم ہم اپنے فہم و فراست سے تو کر نہیں سکتے تھے' چنانچہ اس کے بارے میں لسان رسالت بیان فرمایا۔ ایک ان میں سے حوض کوثر جو میدانِ محشر میں آپ کو ملے گا۔ دوسرے نہر کوثر ہے جو جنت میں آپ کو عطا فرمائی جائیگی۔

حوض کوثر جو قیامت میں آپ کو عطا فرمایا جائے گا' یہ ایسے وقت میں ملیگا جبکہ العطش العطش ہر ایک کی زبان پہ جاری رہیگا۔ ہر چہار جانب سے پیاس پیاس کا شکوہ ہوگا۔ سرورِ کونین کی امت جب سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیگی تو حضورؐ اپنی امت کو اس نعمت عظمیٰ سے نوازینگے۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا ھو حوض ترد علیہ امتی یوم القیٰمۃ۔ وہ ایک حوض ہے جس پر میری امت کا ورود قیامت کے روز ہو گا۔ ایک دوسری جگہ ارشاد ہے انا فرطکم علی الحوض تم سے پہلے میں اس پر پہونچوں گا۔

تیسری جگہ ارشاد ہے انی فرط لکم وانا شھید علیکم وانی واللہ لانظر الی حوض الآن میں تم سے آگے پہونچنے والا ہوں اور تم پر گواہی دوں گا اور خدا کی قسم میں اپنے حوض کو اس وقت دیکھ رہا ہوں، انصار کو مخاطب کرتے ہوئے ایک موقع پر آپ نے فرمایا انکم ستلقون بعدی اثرۃ فاصبروا حتی تلقونی علی الحوض مرے بعد تم کو اقربانوازیوں، خودغرضیوں سے سابقہ پڑے گا۔ اس پر صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے حوض پر آکر ملو۔ حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آپ نے حوض کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے؟ انہوں نے کہا ایک نہیں دو نہیں تین نہیں بار بار سنا ہے جو اس کا انکار کرے حوض کو جھٹلائے اللہ اسے اس کا پانی پینا نصیب نہ کرے۔

عبیداللہ ابن زیاد حوض کے بارے میں روایت کو جھوٹ سمجھتا تھا حتی کہ اس نے حضرت ابوبرزہ اسلمی وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سب روایات کو جھٹلا دیا۔ آخرکار ابو سبرہ ایک تحریر نکال کر لائے جو انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنی تھی اور اسے کاغذات پر محفوظ کر لیا تھا۔ اس میں حضورؐ کا یہ ارشاد درج تھا "الا ان موعدکم حوضی آگاہ و خبردار ہو جاؤ کہ میری اور تمہاری ملاقات کی جگہ میرا حوض ہے۔ اس حوض کے متعلق حضورؐ نے بتایا کہ اس میں جنت کی نہر کوثر سے پانی لاکر ڈالا جائے گا۔ بعض روایات میں یفتح نھر من الکوثر الی الحوض جنت کی نہر کوثر سے ایک نہر اس حوض کی طرف کھول دی جائے گی۔ اس پانی کی کیفیت حضور نے یہ بیان فرمائی کہ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا، شہد سے زیادہ میٹھا ہو گا۔ اس کی تہ کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار ہو گی۔ اس پر اتنے کوزے رکھے ہوں گے جتنے آسمان میں تارے ہیں۔ جو اس کا پانی پیئے گا اُسے پھر کبھی پیاس نہ لگے گی۔ اور جو اس سے محروم ہو گیا وہ پھر کبھی سیراب نہ ہو گا۔ بار ہا سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی کہ تم میں جو لوگ میرے بتلائے ہوئے طریقوں کو چھوڑینگے انہیں اس حوض سے ہٹا دیا جائے گا اور اس پر انہیں نہ آنے دیا جائے گا۔ میں کہوں گا کہ یہ میرے اصحاب ہیں انہیں کیوں ہٹایا جا رہا ہے۔ ارشاد باری ہو گا کہ آپ کو معلوم نہیں، ان لوگوں نے آپ کے فرمودہ قوانین سے روگردانی کی ہے۔ نافرمانی کی ہے۔ پھر ان کو دفع کردوں گا اور کہوں گا تم لوگ دور ہو۔ اسی طرح حضور نے اپنے دور کے بعد قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو بھی خبردار کیا ہے کہ ان میں جو بھی میرے طریقے سے ہٹ کر چلیں گے اور اس میں ردوبدل کرینگے انہیں اس حوض سے ہٹا دیا جائے گا۔ میں کہوں گا اے رب کریم، یہ تو میرے ہیں؟ جواب ملے گا آپ کو معلوم نہیں کہ

انہوں نے آپ کے بعد کیا تغیرات کیے اور الٹے ہی پھرتے چلے گئے۔ پھر میں ان کو دفع کردوں گا۔ یہ تو رہیں کوثر کی توجیہات۔ **فصلّ** کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ بعض مفسرین کرام نے پنج وقتہ نماز مراد لی ہے۔ بعض نے بقرعید مراد لی ہے۔ اسی طرح "وانحر" کے معنی مراد لینے میں اختلاف ہے۔

بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ نماز میں بائیں ہاتھ پر دایاں ہاتھ رکھ کر اسے سینے پر باندھنا ہو اور بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہنا ہے لیکن جس موقع و محل پر یہ حکم دیا گیا ہے، اس پر اگر غور کیا جائے تو اس کا مطلب صریحاً یہ معلوم ہوتا ہے کہ اے نبی جب تمہارے رب نے تم کو اتنی کثیر، اور عظیم بھلائیاں عطا کی ہیں تو تم اسی کیلئے نماز قائم کرو۔ اور اسی کے لئے قربانی کرو۔ یہ حکم اس ماحول میں دیا گیا تھا جب مشرکین قریش ہی نہیں تمام عرب کے مشرکین اور پوری دنیا کے مشرکین اپنے خود ساختہ معبودوں کے آگے اپنی معزز پیشانی کو خم کرتے تھے اور انہیں کی چوکھٹوں پر قربانیاں پیش کرتے تھے۔ اس لئے حکم کا منشاء یہ ہے کہ مشرکین کے برعکس تم اپنے اسی رویہ (یعنی نماز و قربانی صرف اللہ کے لئے ہے) پر قائم مضبوطی کے ساتھ رہو۔ صرف اللہ کی ذات ہی ہے جس کے آگے سر جھکایا جائے، جس کے نام پر قربانیاں پیش کی جائیں۔

اِنَّ شَانِئَكَ جس کے معنی ایسے بغض اور ایسی عداوت و دشمنی کے ہیں جسکی بنا پر کوئی شخص کسی دوسرے کے ساتھ بدسلوکی کرنے لگے۔ قرآن مقدس میں دوسری جگہ ارشاد ہوا **ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا** اور اے مسلمانو! کسی گروہ کی عداوت تمہیں اس زیادتی پر آمادہ نہ کرنے پائے کہ تم انصاف نہ کرو۔ پس **شانئك** سے مراد ہر اس شخص کی ذات ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عداوت و دشمنی میں ایسا اندھا ہو گیا ہو کہ آپ عیب لگاتا ہو۔ آپ کی ذات گرامی پر طنز کے تیر پھینکتا ہو، آپ کے خلاف بدگوئی کرتا ہو، آپ کی توہین کرتا ہو، اور آپ پر طرح طرح کی باتیں چھانٹ کر اپنے دل کا بخار نکالتا ہو۔

ھوالابتر وہی ابتر ہے، یعنی وہ آپ کو ابتر کہتا ہے حالانکہ وہ خود ابتر ہے۔ لفظ ابتر، تبرؔ سے ماخوذ ہے، جس کا معنی ہے کاٹ دینا مگر محاورے میں یہ بہت معنوں میں مستعمل ہے۔ مثلاً حدیث شریف میں آیا ہے کل **امر ذی بال لم یبدأ فیه فهو ابتر**" ہر وہ کام جسکی اہمیت ہو اگر اسکی ابتداء بغیر اللہ کی حمد سے ہو، تو اس کی جڑ کٹی ہوئی ہے۔ اسے کوئی استحکام نہیں ہے یا اس کا انجام اچھا نہیں ہے۔ نامراد آدمی کو بھی ابتر کہتے ہیں۔ جس آدمی کی اولاد نرینہ نہ ہو یا مر گئی ہو اس کے لئے بھی لفظ ابتر استعمال ہے۔ اس شخص کے مرنے کے بعد وہ بے نام و نشان ہو جاتا ہے۔ قریب قریب سب معنوں میں کفار قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتر کہتے تھے۔ اسی واسطے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا، "اے نبی! تم ابتر نہیں ہو، بلکہ تمہیں ابتر کہنے

والے دشمن خود ابتر ہیں۔ یہ جملہ کسی حملہ کے تدارک کے لئے استعمال نہیں ہوا ہے بلکہ یہ قرآن کی پیشین گوئیوں سے ایک اہم پیشین گوئی ہے، جو لبعد میں حرف بہ حرف ثابت ہوئی۔ جس وقت یہ پیشین گوئی کی گئی تھی اس وقت حضور ہی کو لوگ ابتر سمجھ رہے تھے۔ اور کوئی تصور نہیں کرسکتا تھا کہ یہ قریش کے بڑے بڑے سردار کیسے ابتر ہو جائیں گے، جن کا شہرہ نہ صرف مکہ بلکہ تمام ملک عرب میں تھا، کامیاب کامراں تھے، مال و دولت جاہ وحشم اور اولاد سبھی نعمتیں نہیں رکھتے تھے، بلکہ سارے عرب میں جگہ جگہ ان کے اعوان و انصار موجود تھے۔ لیکن چند دن بھی نہ گذرے تھے کہ حالات میں انقلاب آگیا۔ بالکل کایا پلٹ گئی۔

یا تو وہ وقت کہ غزوۂ احزاب ۵ھ کے موقع پر قریش بہت سے عرب اور یہودی قبائل کو لیکر مدینہ پر چڑھ آئے تھے اور حضور کو محصور ہو کر شہر کے گرد خندق کھود کر مدافعت کرنی پڑی تھی، یا تین سال کے بعد وہ وقت آیا، کہ ۸ھ میں جب آپ نے مکہ پر چڑھائی کی تو قریش کا حامی و مددگار نہ تھا۔ اس کے بعد ایک سال کے اندر پورا ملک حضورؐ کے ہاتھ میں تھا اور آپ کے دشمن بالکل بے بس اور بے یار و مددگار ہو کر رہ گئے تھے۔ پھر ایسے بے نام و نشان ہوئے کہ ان کی اولاد اگر دنیا میں باقی رہی بھی تو ان میں سے آج کوئی یہ نہیں جانتا کہ وہ ابوجہل، ابولہب وغیرہ اعدائے اسلام کی اولاد میں سے ہے۔

اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر آج دنیا بھر میں درود بھیجا جا رہا ہے، اور کروڑوں مسلمانوں کو آپ کے نسب پر فخر ہے۔

از: جناب ڈاکٹر ایم۔ اے۔ رشید صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ پرنسپال اسلامیہ کالج ورنگل (آندھرا پردیش)

فاطر السمٰوات والارض، خالق جن و بشر نے ارض و سما کی تخلیق کے بعد جب خلیفۃ فی الارض کی تخلیق کا منصوبہ ملائکہ پر ظاہر فرمایا تو فرشتوں نے ازراہِ استفہام و استدراک عرض کیا کہ "وہ زمین پر فتنہ و فساد اور خوں ریزی کا باعث ہوگا۔ ہم تو تسبیح و تقدیسِ الٰہی میں لگے ہوئے ہیں"۔ کلامِ الٰہی نے اُن کو یہ کہہ کر مسکت کر دیا "انی اعلم ما لا تعلمون" (بے شک ہم وہ کچھ جانتے ہیں جو تم نہیں جانتے) ابتدائے آفرینش سے اب تک اس عالمِ رنگ و بُو میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ مذکورۂ بالا گفتگو کا عین مظہر ہے۔ ایک جانب اس عالم میں فتنہ و فساد و خوں ریزی کا لا متناہی سلسلہ چل رہا ہے کہ بنی آدم کے ہاتھوں ویرانے آباد ہو کر پھر بے نام و نشان اور دشت و بیابان، گلستان بن کر پھر ویران ہو رہے ہیں۔ باغ و راغ، اُجالے اندھیرے کا تماشہ روزانہ ہو رہا ہے۔ امنِ عالم اور اطمینانِ قلبِ بنی آدم مفقود ہے تو دوسری جانب اسی کرۂ ارض کے قلب میں سر زمینِ مکہ پر ایک بقعۂ مبارک "اَلْبَلَدُ الْاَمِیْن" کے نام سے موجود ہے، جو ابتداء میں بھی خدا پرستی کا گھر بنا تھا اور آج بھی ساری دنیا کے لئے مرکزِ خدا پرستی ہے، اسی بلدُ الامین میں ؎

بصد اندازِ یکتائی، بغایت شانِ زیبائی
امیں بنکر امانت، آمنہ کی گود میں آئی

اسی بلد الامین سے الصادق والامین ؐ نے امن و سلامتی کا پیام نشر فرمایا، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر ساری دنیا ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کا مظہر بن جائے، تب بھی یہ بلد الامین اس کیفیت سے مستثنیٰ رہے گا اور "اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْن" کی تصدیق کے لئے شب و روز تسبیح و تقدیس، عبادت و بندگی، ذکر و شکر کی آماجگاہ بنا رہے گا۔ اسی بلد الامین میں انسانِ اوّل و پیغمبرِ اوّل نے عبادتِ الٰہی کی غرض سے وہ گھر بنایا تھا جس کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا ہے ؎

دنیا کے بتکدے میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا

کعبۃ اللہ

علامہ ازرقی نے "تاریخ مکہ" میں لکھا ہے

کہ خانۂ کعبہ کو پہلی بار فرشتوں نے، دوسری بار حضرت آدمؑ نے، تیسری بار حضرت شیثؑ نے۔ پھر کئی صدیوں کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ نے اسی بنیاد پر خانۂ کعبہ کو تعمیر کیا۔

ع سلسلۂ روز و شب نقش گرِ حادثات

کے نتیجہ میں امتدادِ زمانہ کے حوادث سے خانۂ کعبہ کو محفوظ رکھنے کے لئے بنو جرہم، قبیلۂ عمالیق اور قصی ابن کلاب یکے بعد دیگرے اصل مقام اور اصل نقشے پر اس کی تعمیر کرتے رہے۔ پھر قبیلۂ قریش کو بھی اس کی تعمیر کا شرف ملا اور اس تعمیر کو بھی یہ شرف امتیازی ملا کہ اس میں حضرت محمد مصطفیٰؐ ابھی بارہ سال کی عمر میں شریک تھے۔ المختصر عمارتِ کعبہ پر حوادثاتِ زمانہ کا اثر ہوتا رہا مگر یہ بقعۂ نور اپنے تمام کرامات و فضائل اور برکات کے ساتھ علیٰ حالہٖ قائم اور انشاء اللہ تا قیامِ قیامت دائم ہے۔ یہ بقعۂ نور بنی آدم کو زبانِ حال سے آواز دے رہا ہے کہ اگر امن کی آرزو ہے تو میرے دامن سے وابستہ ہو جاؤ۔ یہی ندا ابراہیم خلیل اللہ نے جبلِ بوقبیس پر کھڑے رہ کر زبانِ قال سے بلند کی تھی جس کے جواب میں بنی آدم کے قافلے لبیک کہتے ہوئے ہزارہا سال سے اس کی طرف لپک رہے ہیں۔ اس کیفیت کو قرآن مجید نے، وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ کے بلیغ الفاظ میں ادا کیا ہے۔ (اور اے ابراہیمؑ) لوگوں میں حج کا اعلان کر دو کہ لوگ پیادہ پا اور دُبلے دُبلے اونٹوں پر ہر دُور دراز مقام سے چلے آئیں۔ یعنی اتنے دُور دراز مقام سے بھی آئیں کہ ان کی سواریاں تھک کر دُبلی ہو جائیں۔ نیز سواریوں کے علاوہ قریب کے مقامات سے وہ پیادہ پا بھی آتے رہیں۔ اس ندائے ابراہیمی کے جواب میں بیابانوں سے اور لالہ زاروں سے سطحِ مرتفع سے اور نشیبی گھاٹیوں سے، کوہساروں سے اور میدانی علاقوں سے، بڑے شہروں سے اور چھوٹے جزیروں سے ہر سال لاکھوں افراد اسکی طرف یوں دوڑتے ہیں گو یا وہ ایک شمعِ روشن دان ہے اور یہ سب اُسکے جاں نثار پروانے۔ کیونکہ اس کعبۃ اللہ کے تعلق سے ایک ایسی عبادت مقرر ہے جس کو اگر آداب و شرائط کے ساتھ کوئی ادا کرے تو گناہوں سے ایسی پاکی نصیب ہو جیسا کہ وہ اُس دن پاک و معصوم تھا جبکہ شکمِ مادر سے اس عالمِ خاکی میں آیا تھا۔ اسکے اطراف کی زمین حرم کہلاتی ہے۔ اسی سرزمین حرم میں رب العزۃ کے آخری کلام کے نزول کی ابتداء ہوئی اور رحمۃ للعالمین کی ولادت بھی وہیں ہوئی۔ اور ختمِ نبوت اور تکمیلِ دین اور بندوں پر اتمامِ نعمت کا اعلان بھی یہیں ہوا۔

عمرہ اور حج

کعبۃ اللہ سے متعلق دو عبادتیں ہیں۔ ایک کا نام عمرہ ہے۔ اور دوسری کا نام حج ہے۔ نوعیت کے لحاظ سے دونوں میں فرق یہ ہے کہ عمرہ سنت ہے، اور حج فرض ہے۔ وقت کے لحاظ سے یہ فرق ہے کہ عمرہ جب چاہے ادا کیا جا سکتا ہے، لیکن حج کے لئے ماہ ذی الحجہ کے پانچ دن مقرر ہیں۔ نیز عرفات، مزدلفہ اور منیٰ میں چند مقررہ مناسک کی ادائی ضروری ہے۔ عمرہ اور حج دونوں کے لئے احرام باندھنا لازمی ہے۔

حج کی امتیازی خصوصیت

دیگر ارکانِ اسلام

یعنے نماز، روزہ اور زکواۃ فرض عبادات کے مقابلے میں حج کو یہ امتیازی خصوصیت حاصل ہے کہ اس کی ادائی ساری زندگی میں صرف ایک ہی مرتبہ فرض کی گئی ہے۔ نیز دوسرے فرائض گھر پر بھی ادا ہو سکتے ہیں لیکن حج کے لئے سفر کرنا پڑتا ہے یہاں تک کہ مکہ والوں کو بھی لازماً شہر سے باہر جانا پڑتا ہے۔ یہ سفر فی الحقیقت وسیلۃ الظفر ہے۔ عازم حج، حرم کا مقیم اور رب البیت کا مہمان ہوتا ہے۔

عالمِ کیف و سرمستی

عام اسلامی عبادات کی بنیاد عقل و دانش پر ہے لیکن حج کی بنیاد عشق پر ہے۔ یہ ایک ایسا رکن اسلام ہے جس کے ہر عمل میں والہانہ فدویت اور جاں نثارانہ فدائیت کی شان پائی جاتی ہے۔ حاجی احرام میں ملبوس ہو کر اپنی خودی اور خود کو مٹا دینے کی ایک ایسی کیفیت کا مظہر بن جاتا ہے کہ نفسانیت اور خود غرضی فنا ہو جاتی ہے۔ خدا کی یاد، اور والہانہ مناسک کی ادائی کی دھن میں وہ خود فراموشی کا نمونہ بن جاتا ہے۔ سر کے بال الجھے ہوئے ہیں، اسکی خبر نہیں۔ جسم پر میل کچیل اور گرد و غبار ہے اس کی پرواہ نہیں۔ سفید احرام میں کفن پوش ہو کر اپنی ساری خواہشاتِ نفسانی کو فنا کئے ہوئے ہیں، جہاں اس کیفیت خود فراموشی میں کوتاہی ہوئی اور کسی عمل سے خودی یا ہوشیاری کا ثبوت ملا تو فوراً بطور کفارۂ خطا قربانی دینی پڑتی ہے۔

عبادتِ حج کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ عمر میں ایک مرتبہ بندہ تمام علائق دنیوی سے کنارہ کش اور بے نیاز ہو کر اپنے رب کا دیوانہ بن جائے۔ آرام و آسائش اور زینت و زیبائش کا ذکر ہی کیا ہے، تن بدن کا بھی نہ احساس باقی رہے اور نہ شعور۔ رب جلیل کی بارگاہ میں دوران حج میں فرزانگی سے زیادہ شوریدگی و دیوانگی محبوب و مقبول ہے۔

مبدءِ سفر حجاز

عازمین حج و زیارت، ظاہری اسباب سفر اور باطنی آداب (صدقِ نیت، اخلاص، تقویٰ، طہارت و نظافت) کے ساتھ بمبئی میں جہاز میں سوار ہو کر، بحیرۂ عرب کی موجوں کے سینے پر تیرتے ہوئے، عدن، باب المندب اور کامران سے گذر کر تقریباً ایک ہفتہ کے شبانہ روز سفر کے بعد دو ہزار بحری میل کی مسافت طے کر کے یلملم کے محاذی پہنچتے ہیں۔ جہاں احرام باندھنا چاہئے۔ اہل یمن کی یہی میقات ہے۔ اور یہاں سے گزر کر مکہ کو جانے والے تمام مسافرین کے لئے یہی میقات ہے۔

احرام

غسل اور نفاست و نظافت سے احرام کا استقبال کیا جاتا ہے غسل کے بعد دو رکعت نماز سنۃ الاحرام پڑھی جاتی ہے اور ہلکی بلند آواز سے لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ پکاری جاتی ہے۔

اس نماز کی تکبیر تحریمہ سے ہی بہت سی پابندیاں محرم پہ لگ جاتی ہیں۔ بہت سے مباحات حرام اور بہت سے مباح مکروہ ہو جاتے ہیں۔ جس طرح نماز کی تحریم ختم کرنے کے لئے اور تحلیل میں داخل ہونے کے لئے قیام و قعود، رکوع و سجود کے بعد سلام کہنا فرض ہے۔ اسی طرح احرام کی تحریم سے باہر آنے اور تحلیل میں داخل ہونے کے لئے سعی و طواف وغیرہ کی ادائی کے بعد حلق رأس (سر کے بال منڈانا) یا قصر شعر (بال کترانا) ضروری ہے۔ عورتوں کے احرام کے احکام قدرے مختلف ہیں۔ احرام میں سر پوشی نہیں لیکن ستر پوشی کا لحاظ کامل ضروری ہے۔ سلے ہوئے کپڑے

رنگین ملبوسات، نوع بہ نوع وضع و قطع سب کو چھوڑ کر یکرنگی یک وضعی، یکسانیت، یک جہتی، یکسوئی، اور یگانگت کا لفظاً و معناً ایسا شاندار مظاہرہ حج کے سوا کہیں اور نظر نہیں آتا۔ احرام کے لئے بدن سے سارے کپڑے دُور کرنا دراصل سارے خواہشات و علائق دنیوی کو دُور کرنا ہے۔

تلبیہ احرام کے ساتھ ہی امرِ الٰہی کی تعمیل اور ندائے ابراہیمیؑ کے جواب میں تمام محرم لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ پکارتے جاتے ہیں۔ یہ لبیک اظہارِ بندگی ہے، کہ وفادار غلام کی طرح پکار پکار کر چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے، اعلان کرتے ہیں کہ ہم جسم و جان، قول و فعل ہر طرح سے حاضر ہیں۔ گھربار، عزیز و اقارب، عیش و راحت کے سامان کو، تمام مرغوبات کو چھوڑ کر، سب سے منہ موڑ کر، خواہشاتِ نفسانی کو توڑ کر عبدِ ذلیل کی صورت میں، ربِّ جلیل کی بارگاہ میں پیش ہونے کے لئے ہمہ تن مستعد و تیار ہیں۔

ورود بہ جدّہ حالتِ احرام میں تقریباً ایک شب اور ایک دن کے سفر کے بعد سرزمینِ عرب کی بڑی بندرگاہ جدّہ کو پہنچتے ہیں۔ وہاں پاسپورٹ اور ویزا کی تنقیح کے بعد تمام حاجیوں کو منجانب حکومتِ حجاز "مدینۃ الحجاج" میں پہنچا دیا جاتا ہے، جہاں قیام، غسل اور وضو کی سہولتیں مہیا کی گئی ہیں۔ وقتِ واحد میں ڈھائی تین ہزار عازمینِ حج یہاں اُترتے ہیں۔ یہاں عالی شان مساجد بھی ہیں۔ سرزمینِ حجاز کی ان پہلی سجدہ گاہوں میں تمام لوگ فرض نمازیں پڑھتے اور نفل دوگانے بطورِ شکرانہ ادا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ فضل فرمایا۔ جدّہ میں حضرت ام البشر حوّا علیہا السّلام کی قبر ہے۔ موقع ملے تو وہاں جاکر زیارت کرنا چاہیئے۔ مدینۃ الحجاج میں ایک شب بسر کرنے کے بعد باطہارت و باوضو مکّہ معظمہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں، تقریباً (۳۲) میل کی مسافت طے کرنے کے بعد راستے ہی میں وہ مبارک مقام نظر آتا ہے جہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کے نیچے بیعت لی تھی جس کا ذکر قرآن شریف میں اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ کے الفاظ میں ہے۔ یہیں سے حدودِ حرم شروع ہو جاتے ہیں۔ حدودِ حرم میں غیر مسلمین کا داخلہ ممنوع ہے۔ یہ ایسا نظر نواز خوشبودار گلشن ہے کہ جہاں کفر و شرک کے کانٹوں کے لئے کوئی جگہ نہیں، یہاں سے چند میل آگے بڑھنے کے بعد جبلِ نور دکھائی دیتا ہے جس میں وہ غارِ حرا ہے، جو پہلا "مہبط القرآن" ہے۔ اب شہر مکّہ بالکل سامنے ہے۔ نواحی عمارتیں نظر آنے لگی ہیں۔

داخلی مکۂ معظمہ ایک عازمِ حج کے لئے وہ دن اس کی عمر کا مقدس ترین دن ہوتا ہے جبکہ وہ بیت اللہ کے شہر میں داخل ہوتا ہے۔ خشیتِ الٰہی سے وہ لرزنے لگتا ہے۔ شہر مکّہ میں داخل ہوتے ہی جبلِ ابوقبیس پر وہ مسجد بلال نظر آتی ہے جس پر عاشقِ رسول حضرت بلال رضؓ نے سب سے پہلے باآوازِ بلند اذاں دی تھی۔ آگے بڑھتے ہیں تو حرم شریف کے بلند مینار نظر آتے ہیں۔ شہر مکّہ کے بیچ میں کعبۃ اللہ یوں واقع ہے جیسے صدف کے اندر موتی۔ اس کے گرداگرد عالی شان عمارتیں بن گئی ہیں۔ شہر مکّہ میں داخل ہوتے ہی تمام حاجی اولاً اپنے اپنے معلّم کے گھر

پہنچ کر بعدِ فراغتِ طعام باوضو ہوکر مُعلّم کی قیادت میں زیارتِ بیت اللہ کی طرف بڑھتے ہیں تاکہ طوافِ قدوم اور سعی صفا و مروہ کے بعد احرام سے فارغ ہو سکیں۔

داخلی حرم شریف

راستے میں تکبیر و تہلیل بلند آواز سے سب مل کر کہتے ہیں۔ بدن پر رعشہ آنکھوں میں آنسو، نگاہ نیچی کئے لرزاں و ترساں، رو بقبلہ سوئے کعبہ بڑھے چلے جا رہے ہیں۔ مسجد الحرام کی جدید عظیم سعودی عمارت اور قدیم ترکی عمارت میں سے گزر کر صحن حرم میں داخل ہوتے ہی جہاں نور کا عالم ہے اور بیچوں بیچ کعبۃ اللہ سیاہ غلاف اوڑھے ہوئے کھڑا ہے، تمام زائرین حرم صحن حرم میں پہنچ کر منبر سلیمانی کے قریب سے ہوتے ہوئے بابِ بنی شیبہ سے گزر کر مطاف میں داخل ہوتے ہیں۔ خدا کی شان کہ وہ گھر جس کی طرف رُخ کر کے نادیدہ سجدے کرتے تھے، وہ اب آنکھوں کے سامنے ہے لیکن سچ تو یہ ہے کہ یہ بھی ہمارے سجدوں کا حقیقی مقصود نہیں ہے۔ مرزا غالب کے الفاظ میں ؎

ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود
قبلہ کو اہلِ نظر، قبلہ نما کہتے ہیں

کعبہ ہمارا مسجود، نہیں بلکہ معبودِ حقیقی خدائے ذوالجلال کی شانِ جلال و کمال کا مظہر ہے۔

طواف

تمام حاجی بیت اللہ کے قریب جاتے ہی طواف کی نیت کر کے رکنِ حجرِ اسود سے طواف کا آغاز کرتے ہیں اور اس کے اطراف سات شوط (پھیرے) لگاتے ہیں۔ ممکن ہو تو حجرِ اسود کو باتباع سنتِ نبوی بوسہ دیا جاتا ہے جسے استلام کہتے ہیں۔ اگر ہجوم زیادہ ہو تو دُور ہی سے ہر شوط میں اشارہ کیا جاتا ہے۔ ہر ایک شوط (پھیرے) میں دُعائیں باآوازِ بلند پڑھی جاتی ہیں، جو زیادہ تر اظہارِ عبودیت، عظمتِ معبود، اعترافِ خطا اور استغفارِ ذنوب پر مشتمل ہوتی ہیں۔ طواف ایک ایسی عبادت ہے جس کے لئے نہ کوئی وقت مقرر ہے اور نہ کوئی وقتِ مکروہ ہے۔ کعبہ زمین پر عرش کا سایہ ہے اور کعبے کے اطراف مومنین کا طواف ہے۔ عرش کے اطراف ملائکہ کے طواف کی نقل ہے۔ جس طرح کعبہ کے اطراف گھومتے ہوئے باآوازِ بلند ذکر و تسبیح کی جاتی ہے اسی طرح عرش کے گرد گھومنے والے فرشتے بھی تسبیح و تحمید میں لگے رہتے ہیں "وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ"۔

مقامِ ابراہیم

طواف بیت اللہ کے بعد مقامِ ابراہیمؑ کے پاس دو رکعت نمازِ واجب الطواف پڑھی جاتی ہے۔ بابِ کعبہ کے روبرو کھڑے ہو کر دُعا مانگی جاتی ہے۔ یہاں کوئی دُعا مخصوص نہیں۔ کریم مطلق کے سخاوت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ فیاضِ ازل کی رحمت جوش پہ ہے، اور پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ اَللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ۔ فقیر کا کام یہ ہے کہ دونوں ہاتھ اٹھا کر غنی و سخی دل سے خوب دل کھول کر مانگے۔ لہٰذا اے زائرِ حرم! جو دل میں آئے مانگ لے، دونوں ہاتھوں سے رحمت کو سمیٹ کر اپنے دامن میں بھر لے ع آئے تھے خالی، یہاں سے جیب و داماں بھر چلے۔

مقامِ ابراہیم میں وہ پتھر موجود ہے جس پہ کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے کعبہ تعمیر کیا تھا، اس پہ حضرت کا نشانِ قدم موجود ہے۔

زمزم

دُعا سے فارغ ہو کر آنکھوں میں آنسو لئے ہوئے حاجی بئرِ زمزم کے پاس جاتے ہیں جو حضرت اسمٰعیلؑ کا ایک اہم فیضانِ عظیم ہے۔ تقریباً تین ہزار برس پہلے کی بات ہے معصوم و شیر خوار اسمٰعیلؑ کی جاں بلب تشنگی کو دیکھ کر ان کی مقدس ماں ہاجرہؓ شفقتِ مادری سے بیتاب ہو کر دوڑتی ہوئی قریب کی پہاڑی صفا پر چڑھ گئیں۔ وہاں سے نہ پانی نظر آیا اور نہ کوئی قافلہ تو قریب کی دوسری پہاڑی مروہ کی طرف دوڑیں۔ اس جستجو میں جب صفا اور مروہ کے درمیان سات پھیرے ہو چکے تو ننھے تشنہ لب کے قدموں کے پاس ہی پانی کی جھلک اور چمک دیکھ کر اسمٰعیلؑ کے پاس واپس ہو گئیں۔ شدّتِ پیاس اور انتہائے یاس کے عالم میں زمین سے پانی کا اُبلنا ایسا مسرت بخش تھا کہ اُبلتے ہوئے چشمے کے اطراف مینڈھ باندھتے ہوئے فرطِ مسرت میں مَاءٌ زَمْ زَمْ (پانی زیادہ ہے) ماءٌ زمزم فرماتی تھیں اس لئے اُس کنوئیں کا نام زمزم ہوا۔ تعمیلِ حکمِ الٰہی میں خانوادۂ ابراہیمی پر جو مصیبت بطورِ آزمائش پیش آئی، وہ فی الحقیقۃ دائمی راحت و رحمت کا پیش خیمہ بنی۔

تعمیلِ حکم کی اس مقدس سنت کو مناسکِ حج و عمرہ میں شامل کیا گیا، یعنے صفا و مروہ پر چڑھنا اور دونوں کے بیچ (مسعیٰ) میں تیز چلنا اور دوڑنا حج و عمرہ میں واجب کیا گیا۔ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہے مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ (یعنے آبِ زمزم کی یہ برکت ہے کہ جس نیت سے پیا جائے وہ مقصد پورا ہو گا۔)

طوافِ بیت اللہ اور نمازِ واجب الطواف کے بعد بئرِ زمزم کے قریب آ کر خوب جی بھر کے آبِ زمزم پینا لازمی ہے۔ زمزم پیتے وقت یہ دُعائے ماثورہ پڑھی جاتی ہے۔ "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَاءٍ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ" (یا الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں نفع دینے والا علم، کشادہ رزق اور ہر بیماری سے شفا اے ارحم الراحمین، تیری رحمت سے یہ سب عطا فرما دے) آبِ زمزم ایسا پُر کیف ہے کہ پینے والے پیتے جاتے ہیں اور وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا کا لطف اٹھاتے ہیں۔"

مئے کشو! آؤ کہ رحمت کا یہ میخانہ ہے
کیف و مستی کا پیغام یہ خمخانہ ہے
خوب جی بھر کے پیو اور نہاؤ مئے میں
نہ معیّن کوئی مقدار نہ پیمانہ ہے

رشید

سعیٔ صفا و مروہ

اس کے بعد عمرہ کا ایک اہم رکن "سعی" ہے۔ بابِ صفا سے نکلتے ہوئے اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ کہتے ہوئے بہ نیتِ سعی، صفا کی چٹان پر چڑھتے ہیں اور مقررہ دعا پڑھتے ہوئے کعبہ کی طرف دیکھتے ہوئے چٹان سے اُترتے ہیں اور مروہ کی جانب کچھ دُور چلتے ہیں اور مَیْلَیْنِ اَخْضَرَیْن کے درمیان نشیبی وادی میں

ہلکا ہلکا دوڑتے ہیں۔ پھر باقی حصے میں معمولی قدموں
سے چلتے ہوئے مروہ پہ چڑھتے ہیں ۔ یہ ایک شوط
(پھیرا) پورا ہوا ۔ صفا اور مروہ کے درمیانی حصے
کو مسعیٰ کہتے ہیں ۔ جو ابتداءً ایک نشیبی وادی تھی ۔
مروہ سے پھر صفا کو اسی طرح واپس جاتے ہیں ۔ ورسات
پھیرے اس طرح پورے کرتے ہیں کہ ساتواں پھیرا
مروہ پہ ختم ہوتا ہے۔ ان پورے سات پھیروں کے مجموعے
کو سعی کہتے ہیں ۔ یہ تقریباً دو میل کی مسافت طے ہوتی ہے
بوقتِ مسعیٰ لمبی دُعائیں پڑھی جاتی ہیں ۔ سفید احرام پہ
گرد و غبار کے ساتھ ننگے سر، منزل کی دُھن میں دوڑتے
ہوئے بلند آواز سے ربّ البیت کو پکارتے ہوئے، یہ
دیوانے رحمتِ رب کو جوش میں لاتے ہیں ۔ ایک عجیب
وارفتگی اور شوریدگی کا عالم ہوتا ہے ۔ سعی پوری کرنے
کے بعد حلق رأس (سر کے بال منڈانا) یا قصرِ شعر کرانا
(بال کترانا) ضروری ہے ۔ عورتیں صرف ایک انگل بال
کترائیں تو کافی ہے ۔ لیجیے اب عمرہ مکمل ہو چکا ۔ اب احرام
کی پابندیاں ختم ہو چکیں ۔

انتظارِ ایامِ حج

اب ماہ ذی الحجہ کی ۷ تاریخ تک
تمام زائرینِ حرام کا محبوب ترین
مشغلہ یہ ہوگا کہ مسجد الحرام میں پنجوقتہ نماز باجماعت بہ
پابندی ادا کریں کیونکہ یہاں کی ایک نماز کا ثواب ایک
لاکھ نمازوں کے برابر ہے ۔ باقی اوقات میں سے زیادہ
سے زیادہ وقت طوافِ بیت اللہ میں گذارے، کیونکہ
یہ وہ عبادت ہے جو کسی اور جگہ ممکن نہیں ۔ طواف سے
تھک جائے تو تلاوتِ قرآن کرے ۔ اُس سے بھی
تھک جائے تو کعبۃ اللہ کو دیکھتے بیٹھیں کہ یہ بھی عبادت
ہے اور ایسی کہ جو عمر کے کسی اور حصے میں دیگر جگہ ممکن نہیں۔
مکہ میں بسر ہونے والا ہر دن زندگی کا ایک یادگار اور
اہم دن ہوگا ۔ چاہیے کہ ہر روز متعدد طواف کریں ۔ حجر
اسود کو چومیں، بابِ کعبہ سے لپٹ کر، ملتزم سے چمٹ
کر غلافِ کعبہ کو تھام کر رو رو کر دُعائیں مانگتے رہیں ۔
حطیم میں نماز پڑھ کر "درونِ کعبۃ اللہ" نماز پڑھنے کا
ثواب پائیں ۔ میزابِ رحمت کے نیچے کھڑے ہو کر اور مستجاب
کے پاس کھڑے ہوئے دستِ دُعا پھیلائیں اور استغفار
کریں ۔ مطاف سے قریب بیٹھ کر طواف کرنے والے پروانوں
کی جاں نثارانہ اداؤں کا تماشہ دیکھیں ع

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى

کی تعمیل میں زیادہ سے زیادہ نمازیں مقامِ ابراہیم کے
پاس پڑھتے رہیں ۔ آبِ زمزم خوب سیر ہو کر پیتے رہیں،
اور "جامِ کوثر" نصیب ہونے کی آرزو کرتے رہیں ۔
ہر جمعہ کو منبرِ سلیمانی سے خطبے سماعت کریں ۔ صحنِ حرم
میں مواعظِ حسنہ سے مستفید ہوں ۔ خوش الحان قاریوں
سے قرآنی نغمات سنتے اور سر دُھنتے رہیں ۔ جتنے ہو
سکیں عمرے ادا کریں ۔ کبھی مسجدِ تنعیم (مسجدِ عائشہ)
جا کر احرام باندھیں اور کبھی جعرانہ سے ۔ اپنے اپنے

حوصلے اور ہمت کی بات ہے کہ برکتیں لوٹ لیں اور نعمتیں سمیٹ لیں ؎

ہر دم اُسکی عنایت تازہ ہے، اسکی رحمت بغیر اندازہ ہے
جتنا ممکن ہے کھٹکھٹاتے جاؤ یہ دستِ دُعا خدا کا دروازہ ہے

مکۂ معظمہ کے مقدس مقامات کی زیارتوں کے لئے امجد

بھی یہ بہت عمدہ موقع ہوتا ہے کہ مولد النبیؐ (موجودہ مکتبہ المکتہ المکرمہ) مولد صدیق اکبرؓ (موجودہ مسجد و مدرسۃ الفرقانیہ) مقام عمر فاروقؓ، مولد علیؓ (موجودہ مدرسۃ النجاح اللیلیہ) مولد فاطمہؓ (دار خدیجۃ الکبریٰ) دار ارقمؓ (مقام ایمان عمرؓ) غارِ حرا (جبل نور) مقام معجزۂ شق القمر و مسجد حضرت بلالؓ (جبلِ بوقبیس) غارِ ثور (جبلِ ثور) جنت المعلے مسجد الجن، سوق اللیل وغیرہم کے جلووں کو اپنی آنکھوں میں سمالیں۔ مسرت کے دن، رحمت کی راتیں تیزی سے گذر جاتی ہیں۔ دیکھتے دیکھتے ماہ ذی الحجہ شروع ہُوا۔ لاکھوں حاجی، دنیا کے دُور دراز حصّوں سے آچکے ہیں۔ طواف میں دس دس ہزار آدمی شریک ہیں۔ صحن حرم جب دیکھو بھرا ہُوا ہے۔ مطاف میں تِل دھرنے کو جگہ نہیں۔ ذی الحجہ کی ابتدائی تاریخوں میں جو بھی جمعہ آئے اُس کا بڑا اہتمام ہوتا ہے خطیب حرم، خطبے میں حج کے احکام سُناتے ہوئے تقویٰ کی تلقین کرتے ہیں۔

ساتویں ذی الحجہ کی نماز ظہر کی شان و شوکت کا کیا کہنا۔ آٹھ دس لاکھ آدمی شریک ہیں۔ حرم شریف کے اطراف ایک ایک فرلانگ تک سڑکیں صاف کرائی جاتی ہیں۔ خطیب حرم یا نائب الملک حج کے لئے روانگی کا خطبہ دیتے ہیں ؎

خطبہ ادا کردۂ خطیب عظام زلزلہ فگندہ بہ بیت الحرام

آج کی شب منیٰ چلنے کی تیاری کرنی ہے۔ لیجئے ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ بھی آگئی جسے یوم الترویہ کہتے ہیں ؎

ہشتم ذی الحجہ شد اے ساربان ناقہ برقص آرو حُدی بزبان

روانگی برائے حج

ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کو حج کا احرام باندھا جاتا ہے۔ قبل نماز فجر حرم شریف میں احرام باندھنا افضل ہے۔ اگر آپ کو زمزم سے غسل کرنے کا موقع مل جائے تو نورٌ علیٰ نور۔ آفتاب طلوع ہوتے ہی تمام حاجی پیدل یا سواریوں پر جوق در جوق منیٰ کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ بہرحال قبل از ظہر منیٰ پہنچ جانا ضروری ہے تاکہ ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور نویں ذی الحجہ (یوم عرفہ) کی فجر پانچ نمازیں بموجب سنّت نبویؐ منیٰ میں ادا کی جاسکیں۔ مسجد خیف میں یہ نمازیں باجماعت ادا ہوں تو افضل ہے کیونکہ حج الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہیں قیام فرمایا تھا اور یہیں نمازیں ادا فرمائی تھیں۔ بیچ صحن میں جہاں حضور اکرمؐ کا مصلّےٰ تھا ایک شاندار قبّہ بنا ہوا ہے۔ اس میں کچھ وقت گذارنا انبساطِ روح کا سامان ہے۔ منیٰ میں تقریباً بیس گھنٹوں کا قیام رہتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ وقت تلاوتِ قرآن، نفل نماز اور دعاؤں میں گزرتا ہے۔ رات کا بڑا حصّہ ذکر و تلاوت میں بسر ہوتا ہے۔ منیٰ کا میدان دنیا کا وہ سب سے

بڑا شاندار عارضی کیمپ ہے جو صرف پانچ دنوں کے لئے بستا
ہے۔ اس کے باشی طہارت و نظافت میں اپنی مثال آپ ہیں
کہ ہر وقت باوضو رہتے ہیں شیطان کا اس میدان میں داخلہ
ممکن نہیں کیونکہ لَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی
الْحَجِّ کے پہرے لگے ہوئے ہیں۔ دینِ حنیفی کی سفید و پاکیزہ
وردی کی اس روحانی فوج میں کسی دشمن یا جاسوس کا داخلہ
ممکن نہیں کیونکہ اس روحانی فوج کا ہر سپاہی نفسِ امّارہ کو مغلوب
کئے ہوئے ہے۔ نہ اُن کو اپنے کھانے پینے کا خیال ہے اور نہ
نیند چین کا۔ ان کے دل میں صبر ہے اور زبان پر ذکر و شکر
ہے۔ سر میں مغفرت طلبی اور رضا جوئی کا سودا سمایا ہوا ہے۔

وقوفِ عرفات

۹ ذی الحجہ کی صبح صادق کو مسجدِ خیف
کی اذاں نے شبستانِ وجود کو لرزا دیا۔
شب بیدار تہجد گزاروں نے مسجدِ خیف میں جگہ پاکر فجر کی نماز
باجماعت ادا کی۔ باقی حاجیوں نے اپنے اپنے خیموں میں نماز پڑھ
لی، اور طلوعِ آفتاب کے ساتھ ہی میدانِ عرفات کو چلے۔
دیکھتے دیکھتے تھوڑی دیر میں لاکھوں ڈیرے خالی ہوگئے۔
میدانِ عرفات میں دنیا کا سب سے بڑا عارضی شہر صرف (۱۰)
گھنٹوں کے لئے آباد ہوا۔ عرفات کا میدان ایک لق و دق
صحرا ہے۔ بارہ مربع میل کا کھلا میدان ہے جس کے اطراف
ہلال کی مانند پہاڑیاں حلقہ کی ہوئی ہیں۔ خالقِ عرفات نے
اس میدان میں ریت کا نرم فرش بچھا دیا ہے۔ میدان کے
آخری حصے میں ہلالی پہاڑیوں کے بیچ میں جبل الرحمۃ ہے جس
کے دامن میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے وقوف فرمایا
تھا اور وہیں اونٹنی پر سوار ہوکر حجۃ الوداع کا مشہور و
معروف خطبہ دیا تھا۔

وقوفِ عرفات حج کے فرائض میں ہے۔ اس دن
کی کوئی عبادت مقرر نہیں ہے، صرف یادِ الٰہی، دعا و مناجات
تلاوت قرآن میں مشغول ہوجائیں۔ ظہر و عصر کا درمیانی وقت
دعاؤں کا خاص وقت ہے۔ ادھر لاکھوں ڈیروں میں دستِ
دعا اٹھے ہوئے ہیں۔ اُدھر ملائکہ صف بصف حاجیوں کی تضرع
وزاری، خشوع و خضوع اور والہانہ جذبات کا نظارہ کرنے
آئے ہیں۔ آج کا دن خوب دل کھول کر بارگاہِ رب العزۃ میں
گریہ و بکا آہ و زاری کا دن ہے کہ عمر بھر کی بگڑی آج گھنٹوں
میں بن جائیگی۔ وقوفِ عرفات ایک طرف روزِ محشر کا نمونہ
ہے تو دوسری طرف اسلام کے عظیم الشان اجتماع و اتحاد کا
روح پرور مظاہرہ ہے کہ باہمی الفت و محبت، یکسانیت و
یگانگت کے ساتھ شوکت و عظمت بھی ظاہر ہے۔ حرم شریف
کی حاضری میں دربارِ خاص کا رنگ ہے۔ یہاں دربارِ عام
کا رنگ ہے۔ اس دربارِ عام میں اچھوں کے ساتھ برے،
زاہد و متقی کے ساتھ فاسق و فاجر، عالم کے ساتھ جاہل سبھی
حاضر ہیں۔ سب کے سب اُمیدوارِ فضل و کرم ہیں۔ آج کے دن
رحمتِ الٰہی ان میں کوئی فرق و امتیاز نہیں کرے گی۔ گیہوں کے
ساتھ گھن کی بھی قیمت دی جائے گی بخشش عامہ۔ مغفرت تامہ
سے سب سرفراز ہوں گے۔ اے حاجیو! ہمہ تن گوش ہوکر
رحمۃ للعالمین کی نویدِ جانفزا سن لو" عرفات کے دن اس سے
بڑھ کر کوئی گناہ نہیں کہ آدمی یہ گمان کرے کہ اس کے گناہ

نہیں بخشے گئے۔" آج غروب آفتاب تک تسبیح و تحمید تہلیل
و تکبیر کے ساتھ ربِ غفور کو پکارنے کا وقت ہے۔ سُبْحَانَ
اللّٰہِ والحمدُ للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبرُ
اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ العَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا
یَاکَرِیْمُ کی صدائیں ندائیں، ہر ڈیرے کے اندر سنائی دیتی
ہیں۔ رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم نے
حجۃ الوداع میں جبل رحمت کے قریب محویت و استغراق کے
عالم میں جسطرح دعا مانگی تھی وہ دراصل ہم گنہگار بندوں کو
سکھانے کے لئے تھی کہ حضرت ابن عباس کے الفاظ میں
"کَالْمُسْتَطْعِمِ الْمِسْکِیْنِ" حضور اکرم افضل الانبیاء
ہونے کے باوجود ایسی انکساری و عاجزی سے دعا مانگ رہے
تھے جیسے کوئی بھوکا مسکین اپنے ہاتھ داتا آقا کے آگے پھیلائے
ہو۔ یہ دعا گنہگاران امت کی بخشائش کے لئے تھی۔ الحمدللہ
کہ یہ دعا مقبول ہوئی۔

اجتماعِ ظہرین

عرفات کی ایک خصوصی و امتیازی
بات یہ ہے کہ مسجدِ نمرہ میں مثل
جمعہ امام قبل از نمازِ ظہر حج کے دو خطبے پڑھے گا۔ اہل ذوق و
صاحبانِ عزیمت اپنی قیام گاہ سے وہاں جائینگے اور خطبے
سنینگے۔ خطبے کے بعد فرض نمازِ ظہر کی تکبیر ہوگی اور باجماعت
نمازِ ظہر پڑھی جائے گی۔ سلام پھیرتے ہی بلا وقفہ معًا فرض
نمازِ عصر کی تکبیر ہوگی اور باجماعت نمازِ عصر ادا کی جائے گی۔
ان دونوں کے درمیان اوراد و وظائف تو کجا نمازِ ظہر
کی دو سنتوں کی بھی گنجائش نہیں۔ یہ اجتماع صلوٰتین ان
کے لئے نہیں ہے جو اپنے اپنے ڈیروں میں تنہا نماز پڑھیں
یا چند خیمے والے مل کر باجماعت نماز پڑھیں، وہ تو ظہر کو
ظہر کے وقت اور عصر کو عصر کے وقت ہی ادا کریں گے۔ درمیانی
وقت اور عصر کے بعد غروب آفتاب تک کا وقت دعاؤں کا
ہے۔ وہاں جسقدر بھی دعا کی جائیں کم ہیں۔ اَللّٰھُمَّ
اَذِقْنَا بَرْدَ عَفْوِكَ وَحَلَاوَةَ مَغْفِرَتِكَ
وَرَحْمَتِكَ (الٰہی ہمیں اپنی بخشش کی ٹھنڈک، اپنی
مغفرت کی شیرینی اور مناجات و رحمت کی لذت چکھا دے)۔
حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ عرفہ کے دن ربُ العٰلمین
کی رحمت گنہگار بندوں سے بہت ہی قریب ہو جاتی ہے۔ آج
تو دریائے رحمت جوش میں ہے۔ سائل کے وسعتِ ظرف کا
امتحان ہے کہ وہ درِ کریم سے کیا کیا مانگے ہے ؎

تیرے کرم میں نہیں کچھ کمی، کریم ہے تو
مرا قصور ہے جھوٹا امیدوار ہوں میں

مزدلفہ میں شب گذاری

غروب آفتاب کے بعد
حجاج میدان عرفات سے
نمازِ مغرب ادا کئے بغیر اور راستے میں میدان عرنہ میں ٹھیرے
بغیر مزدلفہ کو جاتے ہیں اور رات وہیں گذارتے ہیں۔ مغرب
کی نماز نہ میدانِ عرفات میں پڑھی جائے گی اور نہ راستے میں،
آج کی نمازِ مغرب کے تعلق سے حضرتِ شارع علیہ السلام کا حکم یہی
ہے کہ وہ مزدلفہ میں (جس کا قرآنی نام مشعر الحرام ہے)
نمازِ عشا کے ساتھ ملا کر پڑھی جائے۔ خواہ تنہا ادا کی جائے
خواہ باجماعت۔ اس اجتماع صلوٰتین میں باہم ایسا اتصال ہے

کہ مغرب وعشا کی فرض نمازوں کے بیچ میں تکبیر اقامت،
بھی نہیں کہی جائے گی۔ اس باب میں چون وچرا کی گنجائش
نہیں عقلی استدلال کی مجال نہیں۔ ؎

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

خُذُوا عَنّی مَنَاسِکَکُمْ کا فرمانِ نبویؐ ایک ایسا
ضابطۂ عمل ہے کہ "واطیعوا الرسول" کی شان کا حامل ہے
لہٰذا ہمارا کام تو شارع اسلام رسول اللہ صلعم کی اتباع کامل
ہے۔ مزدلفہ میں (۴۹) یا کچھ زائد کنکریاں چُن کر ساتھ رکھ
لی جاتی ہیں۔ یہ چنے کے دانے کے برابر ہونگی۔ یہی کنکریاں منیٰ
میں رمی جمار کے لئے استعمال ہونگی۔

عبادتِ مزدلفہ

مزدلفہ کی شب بہت مبارک و مقدس شب ہے۔ بزرگوں
نے اس کو شب قدر سے افضل بتایا ہے۔ عرفات کے بعد یہ دوسرا
مقام ہے جہاں نبی کریمؐ کے دستِ مبارک گنہگارانِ اُمت کی مغفرت
طلبی کے لئے اُٹھے تھے۔ لہٰذا شبِ مزدلفہ کو دعاؤں، تلاوتِ
قرآن مجید یا تسبیح وتحمید میں گزارنا چاہیئے۔ نہ معلوم یہ رات پھر
کب نصیب ہو۔

سفر کی تکان غالب ہو تو باجماعت ادائے صلوٰتین اور
کچھ دیر دعاؤں اور ذکر کے بعد باوضو سو رہیں اور پھر فجر
کی نماز باجماعت طلوع فجر سے قبل ادا کریں تو انشاءاللہ شب
بیداری کا ثواب ملیگا۔

منےٰ کو واپسی

نماز فجر کے بعد منےٰ کی طرف روانگی ہے۔
راستے میں "وادی محسّر" ملے گی۔ حضور اکرمؐ کے ارشاد کے مطابق
اُس وادی سے تیزی سے گزرجانا چاہیئے کیونکہ وہ "المغضوب
علیھم" کا مقام ہے۔ ابرہہ ہاتھیوں کی فوج لے کر جب
بیت اللہ پر حملہ کے ارادہ سے آیا تھا، یہیں ٹھیرا تھا اور اسی
مقام پر "طیراً ابابیل" والا عذاب نازل ہوا تھا۔ لہٰذا
تیز روی سے کام لیں اور منیٰ میں پہنچ کر ہی دَم لیں۔

دسویں ذی الحجہ کو منیٰ پہنچنے کے بعد یہ مناسک ترتیب
وار ادا کئے جائیں:۔

۱) رمی جمرۂ عقبہ ۲) شکرانۂ حج کی قربانی
۳) حلق راس (یعنے سر منڈانا) یا قصر یعنے بال کتروانا۔
۴) طواف زیارت

رمئ جمار

آج صرف ایک ہی جمرۂ عقبہ (بڑے شیطان) پر کنکریاں ماری جائینگی۔ آتے ہوئے
تو ہر ایک زبان پر لبیک ہے لیکن پہلی کنکری پھینکتے ہی لبیک
کہنا موقوف ہوجائے گا۔ کنکریاں ہاتھ بلند کرکے پھینکی
جائیں گی اور پھینکتے ہوئے بسم اللہ، اللہ اکبر کے کلمات زبان
پر رہینگے، گویا نفس امّارہ کو رجم کررہے ہیں۔ نیت اور
عہدِ واثق تو یہی ہے کہ جسطرح آج شیطان کو سنگسار کیا
جارہا ہے ویسا ہی خواہشاتِ نفسانی اور وساوس شیطانی
کو دفع کرتے رہیں گے۔ ؎

بڑے موذی کو مارا نفسِ امّارہ کو گر مارا
نہنگ واژدہا وشیرِ نر مارا تو کیا مارا

اس موقع پر یہ دعا کیجاتی ہے کہ اے اللہ جس طرح تو نے

حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیلؑ کو شیطان کے اغوا سے محفوظ رکھا، اسی طرح ہم کو بھی اس کے دھوکے سے بچائے رکھ۔ آج کی حد تک اسی ایک جمرۂ عقبہ پر کنکریاں پھینکنا کافی ہے۔ ۱۱ اور ۱۲ ذی الحجہ کو تینوں جمرات پر کنکریاں پھینکی جائیں گی۔ چلو اب قربانی ادا کریں۔

قربانی

حج کی خوشی میں ہر شخص کے دل میں جذبۂ ابراہیمی بھرا ہوا ہے اور وہ شکرانۂ حج کی قربانی کے لئے مُستعد ہے۔ حکومت نے منحر "یعنی قربانگاہ" کے طور پر جگہ مقرر کر دی ہے۔ ویسے منیٰ کی ساری وادی منحر و قربان گاہ ہے ؎

عید کا روز ہے عشاق کی مہمانی ہے
جس طرف دیکھو بڑی دھوم کی قربانی ہے

منحر میں اور باہر بھی بھیڑ، بکری، مینڈھے، دُنبے ذبح کئے جا رہے ہیں۔ نیز اونٹ اور گائے کی بھی کمی نہیں، اتباعِ سنتِ نبویؐ میں تو اونٹ کی قربانی ہی افضل ہے۔ حاجی قربانی کے جانور کو ذبح کرتے ہوئے یہ عہد کرتے کہ ای اللہ جس طرح اس جانور کا خون تیری رضا جوئی کے لئے بہایا جا رہا ہے اسی طرح شوق و والہیت کے ساتھ میں اپنے اعضا و جوارح کی تمام توانائیوں کو بلکہ اپنے خون کو بھی تیری راہ میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے قربان کرنے آمادہ ہوں۔

سچ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قربانی کا نہ گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون۔ اُس کی بارگاہ میں تو صدقِ دلی خلوصِ نیت اور تقویٰ ہی مقبول ہے اور قرآن مجید نے بلیغ الفاظ میں اسی کا اعادہ کیا ہے۔ لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ

پس قربانی میں حضرت ابراہیمؑ کے فعل سے مشابہت ہے اور اتباع سنتِ نبویؐ ہے۔ نیز حجازی افراد کی نفع رسانی بھی ہے کہ اونٹ اور بھیڑ بکری پالنے والوں کو ان کی سال بھر کی محنت کا کچھ معاوضہ مل جاتا ہے۔ نیز فقراء و مساکین کو اور خود حاجی کو بھی ایسی غذا مل جاتی ہے جو "سید الطعام" ہے۔

لیجئے قربانی سے فراغت ہو چکی۔ اب حلق رأس کرانا ہے۔ سر رئیس الاعضاء اور ادراک و شعور کا مرکز ہے۔ سر منڈانا دلیل ہے اس امر کی کہ حکمِ الٰہی سر آنکھوں پر ہے اور مخزنِ علم و شعور کا مطیع ہو جانا گویا بدن کے تمام اعضاء و جوارح کو تابع فرمانِ الٰہی بنا لینا ہے۔ ارکانِ حج کی ادائی کے بعد حاجی یوں معصوم ہو جاتا ہے گویا کہ وہ آج ہی پیدا ہوا ہے۔ تمام گناہوں کا بال بال جھڑ جانا، ولادتِ ثانیہ کے اس موقع پر سر منڈانے اور قربانی کرنے سے ظاہر ہے۔ کیونکہ ہر ولادت کے لئے بشکل عقیقہ یہ دونوں امور انجام دینے کا حکم ہے۔ لہٰذا قربانی سے فارغ ہو کر رو بقبلہ بیٹھ جائیں۔ مرد سارا سر منڈائیں کہ یہی افضل ہے۔ حلق رأس کے وقت تکبیر و تہلیل کہتے رہیں اور اپنی اور مسلمانوں کی فلاح کے لئے دعا مانگیں۔ عورتوں کے لئے اُنگلی کے پور برابر بال کتروانا کافی ہے۔

حلق رأس یا قصر کے بعد احرام کی بہت سی پابندیاں

اُٹھ جاتی ہیں۔ اب حج کا صرف ایک اہم فرض یعنے طواف بیت اللہ باقی ہے جسے طواف زیارت یا طواف افاضہ کہتے ہیں۔

طواف زیارت اس کا افضل وقت دسویں تاریخ ہے' ویسے ۱۱ و ۱۲ ذی الحجہ کو بھی اس کی اجازت ہے۔

مناسب یہ ہے کہ دسویں تاریخ ہی کو نہا دھو کر خوشبو لگا کر مکۂ معظمہ جائیں۔ مسجد الحرام میں داخل ہوکر سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کریں۔ ختم طواف کے بعد حجرِ اسود کو بوسہ دیں اور دو رکعت نماز مقام ابراہیم پر ادا کریں۔ پھر ملتزم کے پاس جاکر اُس سے لپٹ کر دُعا مانگیں۔ پھر زمزم پر حاضر ہوکر آبِ زمزم خوب سیر ہوکر پئیں۔ لیجئے طوافِ زیارت مکمل ہوگیا۔ اب سعی کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد منیٰ کو واپس آجائیں۔ دسویں گیارہویں اور بارہویں کی راتیں منیٰ ہی میں گزاریں۔ ع

دن عبادت میں کٹے، رات تلاوت میں کٹے

وقت پر مسجدِ خیف میں نماز با جماعت افضل ہے۔

۱۱ ذی الحجہ بعد نماز ظہر رمیٔ جمار کی غرض سے روانہ ہوں' جمرۂ اولیٰ پر سات کنکریاں۔ جمرۃ الوسطیٰ پر سات کنکریاں اور جمرۃ العقبیٰ (جمرۃ الکبریٰ) پر سات کنکریاں' ماریں۔ اس طرح کہ شیطان سے نفرت کا اظہار ہو۔

۱۲ ذی الحجہ اسی طرح ۱۲ ذی الحجہ کو بھی بعد زوال تینوں جمرات پر اُسی ترتیب سے رمی کیجائے۔ اُس کے بعد چاہیں مکۂ معظمہ کو واپس ہوجائیں یا شب منیٰ ہی میں گزار کر تیرھویں تاریخ کو ظہر کے بعد پھر سات سات کنکریاں تینوں جمرات پر پھینک کر انتہائی عاجزی و انکساری کے ساتھ مکۂ معظمہ کی طرف روانہ ہوجائیں

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حج مکمل ہوچکا اور بارگاہِ حق تعالیٰ سے دو انعامات حاجیوں کو عطا کئے گئے۔

۱) معصومیت ۲) آئندہ کی پاکیزہ زندگی۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں نعمتوں کی قدر کرنا نصیب کرے۔

حاجیو! چلو اس حالتِ پاکیزگی میں روضۂ رسول اللہ کی زیارت سے مشرف ہوں۔ ؎

وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم
خاک درِ رسول ﷺ کا سرمہ لگائیں ہم
آنکھوں سے اپنی چُن کے مدینہ کے خار و خس
زخمِ جگر کے واسطے مرہم بنائیں ہم
جالی پکڑ کے روضۂ اقدس کی بار بار
سب حالِ دل رسولِ خدا ﷺ کو سنائیں ہم
قسمت پہ اپنی فخر کریں سو ہزار بار
روئے نبی ﷺ کو خواب میں گر دیکھ پائیں ہم

برسوں کی تمنا پوری ہونے کا وقت آچکا ہے' اس لئے حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو:۔

روانگی مدینہ منورہ بیت اللہ جو مرکزِ تجلیاتِ الٰہیہ ہے اس کے دیدار و زیارت سے مشرف ہونے کے بعد ہم اُس مقدس سرزمین کو جائینگے جو مہبطِ انوارِ الٰہیہ ہے۔

بیا تا مدینہ نورِ احمد — بہ بینی از در و دیوار لامع،
جمالِ مصطفےٰ ﷺ بے پردہ بینی — چو خورشیدے کہ بے ابر است طالع

مدینہ: یہ وہ مقدس سرزمین ہے' جس کے چپہ چپہ پر

ہر دم رحمت برستی رہتی ہے جس کے آگے فلک بھی سرنگوں ہے کیونکہ وہاں محبوبِ کبریا، سردارِ انبیاء باعثِ ایجادِ عالم، فخرِ بنی آدم، رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرما ہیں۔ جن کے روبرو ساری خدائی جھکی ہوئی ہے۔ قبۂ اخضر سے ندائے رحمت اُمتیوں کو پکارتی ہے "مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ" (جو میری قبر کی زیارت کرے اُس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی) کعبہ ایک عبادت خانہ ہے سبز گنبد جلوۂ محبوبیت کا کاشانہ ہے۔ مکّہ مظہرِ شانِ جلال وکمال ہے۔ مدینہ تجلّی گاہِ جمال ہے ؎

وہ مقامِ عظمت تھا۔ یہ مقامِ اُلفت ہے
سر جُھکا تھا مکّہ میں، دل جُھکا مدینے میں رشید

حضورِ اکرم نے شہرِ مکّہ سے بیحد محبت رکھنے کے باوجود اپنی اقامت وسکونت کے لئے مدینۂ منورہ ہی کو منتخب فرمایا اور بعدِ وصال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اقدس بھی اسی بقعۂ مبارک میں مکنون ہے۔ لہٰذا مدینہ مومنوں کا دل ہے۔ پس جب روضۂ نبوی کی زیارت کی سعادت نصیب ہو تو کمالِ ادب خشوع خضوع اور طہارت ومحبّت کو ملحوظ رکھیے۔ ملّا علی قاری اپنی تصنیف "المنسك المتوسط" میں لکھتے ہیں" پھر دل و جسم دونوں سے حضورِ قلب کے ساتھ غایتِ ادب ملحوظ رکھتے روضۂ شریفہ میں حاضر ہو، اس حال میں کہ تواضع، خشوع وخضوع، تذلل وانکسار، خشیت وہیبت، حلم ووقار و سنجیدگی اپنے اوپر طاری ہو، نظریں نیچی ہوں، اعضا سمٹے سمٹائے ہوئے ہوں۔ قلب یکسو ہو، دہنا ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر باندھے ہوئے ہو۔ چہرہ، روئے مبارک کے سامنے ہو، پُشت قبلہ کی طرف ہو، ادب کے ساتھ جالی مبارک کے پاس آئے اور تقریباً چار ہاتھ کے فاصلے پر کھڑا رہے۔ اُس سے زیادہ قریب نہ آئے کہ اس سے زیادہ قریب آنا آدابِ صالحین میں داخل نہیں ہے"۔

ہماری آنکھیں حضور کا جمالِ باکمال نہ دیکھ سکیں، ہمارے کان آپؐ کی نوائے دلنواز سُننے کے قابل نہیں، لیکن حضورؐ تو ہمیں دیکھتے، ہمارے صلوٰۃ وسلام اور عرض معروض کو اپنے گوشِ اقدس سے بلا واسطہ سنتے ہیں۔ غلام کا اپنے آقا کے ظلِ رحمت وعاطفت میں پہنچ جانا کتنی بڑی سعادت ہے۔ ظاہری طور پر بھی مدینہ کی ہوا عطر بیز، پانی نفیس وشیریں، مناظر خوشنما باشندے لطیف وبامروّت ہیں اور ماحول ایمان افروز اور رُوح پرور ہے۔

آدابِ حاضری

مدینہ منورہ میں داخل ہوتے ہی غسل کرکے نفیس ونظیف کپڑے پہن کر مشک کی خوشبو لگاکر مسجد النبی صلعم کے دروازے پر حاضر ہوکر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہُوئے چند لمحات توقف کرے گویا اجازتِ حاضری کی عاجزانہ استدعا ہے۔ پھر بسم اللہ کہہ کر مسجد میں داخل ہوں۔ دوگانہ تحیۃ المسجد ادا کرکے باادب گردن جُھکائے ہُوئے گناہوں کی ندامت پر شرمسار ہوکر مواجہ شریف میں حاضر ہوں اور مذکورۂ بالا آداب کو ملحوظ رکھ کر بارگاہِ نبوّت میں سلام عرض کریں۔ اس سلام کی عزّت و تکریم کیا بیان کی جائے المسلك المتوسط میں درج ہے کہ

"انہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم بحضورك وقیامك وسلامك" یعنے بے شک رسول اللہ تیری حاضری اور تیرے کھڑے ہونے اور تیرے سلام بلکہ تیرے تمام افعال واحوال اور تیرے سفر وقیام سے آگاہ ہیں"۔ معتدل آواز سے صلوٰۃ وسلام عرض کریں۔ "لا ترفعوا اصواتکم" کا درس ادب ملحوظ رہے بعد سلام حضور اکرمؐ سے اپنے لئے اپنے والدین کے لئے عموماً صدقِ دل سے شفاعت طلب کریں — خوشا نصیب کہ یہ سعادت نصیب ہوئی۔ مبارک باشد و باشد مبارک ؎

کام آخر جذبۂ بے اختیار آہی گیا
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آہی گیا

حج بیت اللہ کی نعمت کے ساتھ ساتھ زیارت روضۂ رسول اللہ کی نعمت بھی نصیب ہوئی نور علیٰ نور ؎

حاصل عمر نثار رہ یارے کردم شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

دربار شہنشاہِ اسلام میں سلام گزراننے کے بعد ذرا جانب مشرق ہٹ کر باادب کھڑے ہو کر شہنشاہِ اسلام کے دو وزیرانِ تقدس نشان کی بارگاہ میں بھی سلام عرض کریں اور حضورؐ کی شفاعت نصیب ہونے کے لئے وسیلہ کی درخواست کریں۔ الحمد للہ اس سعادت عظمیٰ کے بعد اب مسجد النبیؐ کی رحمتیں نعمتیں جی بھر کر لوٹ لینے کا وقت ہے لیکن پہلے جنۃ البقیع کی زیارت سے فارغ ہونا بہتر ہے۔

جنت البقیع

حضور اکرمؐ کے مزار کے بائیں جانب خانوادۂ نبوت کے ارکان اور آپ کے اصحاب کرام کا وہ مقدس قبرستان ہے جسے جنت البقیع کہتے ہیں۔ اسی جنت کے پھولوں سے ہی گلزارِ جہان کی رونق و بہار ہے۔

ان پھولوں کے نام فاطمہ زہراؓ، حسنؓ وغیرہ ہیں جو رسول اللہ صلعم کے لختِ جگر ہیں۔ اسی جنت میں امہات المومنین بھی ہیں، اسی میں ابنائے اطہار بھی ہیں اور بناتِ طیبات بھی (رضوان اللہ علیہم علیہن اجمعین) نیز یہاں ہزاروں غازی و شہید صحابۂ کرام بھی آرام فرما ہیں۔ یہاں جس مزار کی مٹی لیکر سونگھئے اس سے حبِ رسول کی خوشبو آتی ہے۔ حضرت یعقوبؑ کو کافی فاصلہ سے پیراہن یوسفؑ سے بوئے یوسفؑ آ گئی تھی، پھر جن عاشقانِ رسولؐ کا ان کی زندگیوں میں سنتِ نبویؐ پر پورا پورا عمل تھا ان کی مٹی میں حبِ رسول صلعم کی خوشبو کیوں نہ مہکے۔

زائرین جنت البقیع میں داخل ہوتے ہی السلام علیکم دار قوم مؤمنین کہتے ہیں۔ پھر اندر جا کر ایک ایک مقام پر ٹھیرتے ہوئے رسول اللہؐ کے جگر گوشوں اور ازواج مطہرات کی قبروں کے پاس سلام پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد مزاراتِ حضرت سیدنا عثمان ذی النورینؓ سیدنا عقیلؓ سیدنا امام مالکؒ حضرت امام نافعؒ حضرت حلیمہ سعدیہؓ وغیرہم کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں اللھم اغفر لجمیع اھل البقیع واغفر لنا معھم۔

چالیس نمازیں مسجد نبویؐ میں ادا کرنے کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے ہمیں مدینہ طیبہ میں کم از کم آٹھ دن ٹھیرنا ہے۔ اس دوران میں ہر روز ریاض الجنۃ، محراب النبیؐ منبر شریف، اسطوانۂ عائشہؓ اسطوانۂ توبہ، ستون حنانہ اسطوانۂ سریر، اسطوانۂ علیؓ، اسطوانۃ الوفود، اسطوانۃ التہجد، اسطوانۂ جبرئیلؑ کے پاس فرض نمازیں

اور نوافل ادا کرنے کا موقع ہے۔ اپنے اپنے حوصلے کی بات
ہے کہ چند کلیوں پر قناعت کرلیں یا اپنے دامن میں پورے
گلستان کو بھر لیں۔ نیز "صُفّہ" پر جی بھر کر تلاوت کرنے اور مدینہ
منورہ میں دیگر مساجد خصوصاً مسجد قبا میں نمازیں پڑھنے کا
موقع ہے۔ حضور اکرمؐ کے والدِ ماجد حضرت عبداللہ کے مزارِ
مبارک کی زیارت بھی عاشقوں کے لئے سیرِ جنت سے کم نہیں۔
دیکھتے ہی دیکھتے آٹھ دس دن گزر گئے ؎

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

مکہ معظمہ کو واپسی

مواجہ شریف میں حاضر ہو کر وداعی سلام گزران کر حسرت
بھری نظروں سے حضورؐ کے سبز گنبد اور مسجدِ نبویؐ کے بلند
میناروں کو دیکھتے ہوئے مدینۂ منورہ سے احرام باندھ کر مکہ معظمہ
کو واپس آئے۔ مکہ معظمہ میں قیام کی مقدس گھڑیاں بھی
جلد جلد گزرتی گئیں۔ آخر وہ دن بھی آگیا جو واپسی
کے لئے مقرر تھا۔ خرمنِ دل پہ بجلی گری ــــ

افسوس! کہ سرزمین حرم میں دفن ہونا نصیب نہ ہوا۔

؎ یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

طوافِ وداع

افسوس کہ حرم محترم میں عبادت کا حق ادا نہ ہو سکا۔ اب طوافِ وداع
کے لئے بیت اللہ کے قریب گئے۔ بوجھل قدموں سے سات
پھیرے طواف کے پورے کئے۔ حجرِ اسود کو بوسہ دیا کہ یہ ختمِ
طواف کی مُہر ہے۔ مقام ابراہیم پہ دو رکعت نماز پڑھ کر چاہِ
زمزم پہ جاکر آبِ زمزم خوب سیر ہو کر پیا۔ پھر ملتزم سے
لپٹ لپٹ کر دُعائیں مانگیں اور آنکھوں میں آنسو لئے ہوئے
حجرِ اسود کو وداعی بوسہ دیا اور بیت اللہ کو دیکھتے ہوئے
اُلٹے پاؤں حرم شریف سے باہر نکلے ؎

در و دیوار پہ حسرت سے نظر کرتے ہیں
خوش رہو اہلِ حرم ہم تو سفر کرتے ہیں

مکۂ معظمہ سے جدّہ اور جدّہ سے وطن واپسی ہوئی۔

ع خدایا ایں کرم بارِ دگر کن ۔ آمین

(احقر العبید عبدالرشید)

از مولوی حافظ بشیر الحق
قریشی ادھونی (آنذم اڈیشی)
(مولوی فاضل سال اول) دار العلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطبؒ ویلور
قدس سرہ العزیز

حضرت اقدس عالیجناب مولانا ابوالحسن صدرالدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ قادری دامت برکاتہم العالیہ ناظم دار العلوم لطیفیہ کی خواہش رہی کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مقدسہ مطہرہ پر ایک مقالہ سپرد قلم کیا جائے۔ اس موضوع پر میں نے مختلف کتابوں کا مطالعہ کیا۔ جن میں علامہ تقی الدین سبکی شافعی علیہ الرحمہ کی عربی تصنیف شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانامؐ انتہا سے زیادہ دل لبھائی۔ میں نے بھی علامہ موصوف ہی کے تتبع میں زیارتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ زیارتِ قبور، حیات انبیاء علیہم السلام، سماع موتیٰ اور حیات وادراک اور اصحاب پاک طینت کے روحانی فیوضات وبرکات اور تصرفات کا بھی سرسری جائزہ لے لیا ہے تاکہ ناظرین کرام کے ذہن میں ان مسائل کی بھی ایک واضح تصویر جاگ اٹھے۔

اسلام نے حیات انسانی کو دو شعبوں میں بانٹ دیا ہے۔ ایک حیات دنیوی، دوسرا حیاتِ اُخروی۔ انسان کی دنیوی زندگی ایک مختصر اور محدود دَور پر مشتمل ہے جس کا آغاز پیدائش اور اختتام موت ہے اور اُخروی زندگی جو انتہا کے تصور ہی سے ناآشنا ہے، قبر سے شروع ہوتی ہے۔ انسانی زندگی کا یہ دَور جداگانہ عناصر پر مشتمل ہے جو عقل وفہم سے بالاتر ہے۔ احادیث کے مطالعہ سے یہ حقیقت منکشف ہوجاتی ہے، کہ اس زندگی کے لئے بھی سماعت، کلام، ادراک اور روح کا جسم میں لوٹ آنا ثابت ہے۔ بخاری شریف میں حضرت انسؓ کی روایت کردہ حدیث ملتی ہے عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا وضع فی القبر الخ جب انسان کو قبر کی آغوش میں لٹا کر اس کے احباب اور خویش واقارب رخصت ہو جاتے ہیں تو اس وقت مردہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ اس کے نزدیک دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھا کر نبی کریمؐ کے بارے

میں دریافت کرتے ہیں۔ اس پر مردہ جواب دیتا ہے کہ محمدؐ
خدا کے بندے اور رسولؐ ہیں۔ پھر اس مردہ سے کہا جاتا ہے
کہ اس جہنمی ٹھکانہ کی طرف دیکھو جس کو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ
نے جنت سے تبدیل کر دیا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا وہ دونوں
فرشتے ہر انسان کو نظر آتے ہیں، لیکن کافر، منافق سے جب
آنحضرتؐ کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں
انہیں نہیں جانتا۔ لوگ ان کے بارے میں جو کہتے تھے میں
بھی وہی کہا کرتا تھا۔ اس جواب لاعلمی پر لوہے کی گرز سے
خوب زدوکوب ہوتی ہے جس پر وہ چیخ و پکار شروع کر دیتا
ہے اس کے چلانے کو انس اور جن کے علاوہ ساری مخلوقات
سنتی ہیں۔

ترمذی شریف کی ایک حدیث ہے ان الملکین
یقولان للمومن نم کنومۃ العروس قبر میں دو فرشتے
مومن سے کہتے ہیں، اس دولھے کے مانند سو جاؤ جس کو اہلیہ کے
سوا کوئی نہیں جگاتا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ تم عذاب قبر کی صعوبتوں
سے مامون اور محفوظ ہو۔

بخاری شریف کی ایک اور حدیث ملاحظہ ہو: عن قتادۃ
قال ذکر لنا انس بن مالک ان نبی اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں جنگ بدر میں نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے چوبیس رؤسا قریش کو ایک گندے کنویں میں
پھینک دینے کا حکم صادر فرمایا۔ معرکہ آرائی ختم ہونے کے تین یوم
بعد جب ہم مقام بدر سے کوچ کرنے لگے تو آنحضرت اس کنویں
کی سمت چل پڑے اور ہم بھی آپ کے پیچھے ہو لئے۔ حضورؐ
اس کنویں کے کنارے کھڑے ہو گئے اور اکابرین قریش کے نام
لیکر خطاب کرنے لگے اگر تم خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت
قبول کر لئے ہوتے تو آج تمہیں کتنی نعمتیں حاصل ہوی ہوتیں،
ہمارے پروردگار نے ہم سے جس نصرت و تائید کا وعدہ کیا تھا،
بے شک آج ہم اس کو پا چکے ہیں۔ کیا تمہارے پروردگار نے
تم سے جس چیز کا وعدہ کیا تھا اس کو پا چکے ہو؟ آنحضرتؐ کی
اس گفتگو کو سن کر حضرت عمر فاروقؓ پوچھ بیٹھے، یا رسول اللہ
آپ ان مُردوں سے کلام فرما رہے ہیں، جن کے اندر روح نہیں
ہے۔ حضرت عمرؓ کے اس سوال پر حضورؐ کہنے لگے، قسم ہے اس
ذات پاک کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے، میں ان سے
جو کچھ کہہ رہا ہوں، وہ تم سے کہیں زیادہ سُن رہے ہیں۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اخروی زندگی کا
رشتہ بھی سماعت اور کلام سے منسلک ہے، کیونکہ حدیث کا یہ
جملہ انسان کے سوا ہر شئی مردہ کی آواز کو سُنا کرتی ہے، اس امر
کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ یہ "زبان حال" اور "کلام حال" نہیں
بلکہ کلام حقیقی اور کلام ناطق ہے ورنہ یہاں یہ صورت پیدا
ہو سکتی تھی کہ اس کو "زبان حال" سے تعبیر کیا جاتا، لیکن جب
اس کلام کو انسان کے سوا دوسری مخلوقات سننے پر قادر ہیں تو
یقیناً زبان حال ہو نہیں سکتا۔ اس لئے کہ دیگر مخلوقات کے مقابلہ
میں انسان زبان حال کو بحسن و خوبی سمجھنے پر قدرت رکھتا ہے۔

عذاب قبر کی احادیث جن کی صحت پر ائمہ حدیث
کا اتفاق ہے ان سے میت کیلئے حیات، ادراک، حس اور جسم
میں روح کی مراجعت ثابت ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا

کہتا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ؐ کی معیت میں میرا اور میرے ساتھی کا گذر قبرستان سے ہوا۔ حضور ؐ اچانک دو قبروں کے درمیان رُک گئے۔ آپ کا چہرہ متغیر ہونے لگا۔ آپ ؐ نے کھجور کی ڈالی طلب کی جسے حاصل کرنے کے لئے ہیں اور میرے ساتھی دونوں دوڑ پڑے، حضور ؐ نے اس ڈالی کے دو حصے کیا' اور دونوں قبروں پر نصب فرمایا۔ اس کے بعد ہم سے یوں گویا ہوئے کہ یہ صاحبان قبر عذاب میں مبتلا ہیں اور وہ بھی کسی اہم بات پر نہیں بلکہ معمولی سی چیز پر انہیں یہ سزا دی جا رہی ہے۔ اس لئے کہ ان میں سے ایک پیشاب کی پاکی کا اہتمام نہیں کرتا تھا۔ اور دوسرا اپنی زبان سے لوگوں کی غیبت کیا کرتا تھا۔ اس کے بعد حضور ؐ نے فرمایا جب تک یہ ڈالیاں تر ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

عذاب قبر سے متعلق حضرت عمرؓ کی روایت کردہ حدیث ہے جس سے اس کے اندرونی ماحول کی عکاسی ہوتی ہے کہ فرشتہ قبر کے اندر ایک اندھے اور بہرے شخص کی طرح لوہے کی سلاخ سے مسلسل پیٹتا رہے گا۔ اس کی ضرب اتنی سخت ہو گی کہ اگر اس میت کی جگہ ایک پہاڑ بھی ہوتا تو وہ ریزہ ریزہ بن جاتا۔ اس میت کی آہ و بکا اور چیخ و پکار کو انسان اور جن کے سوا ساری مخلوقات سنا کرتی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول بھی حیات بعد ممات کو ثابت کر رہا ہے میں آنحضرت ؐ کے روضہ میں عمرؓ کی تدفین کے بعد ان سے حیا کرتے ہوئے بغیر چادر اوڑھے ہوئے داخل نہیں ہوئی۔

علامہ تقی الدین سبکی شافعی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ وقت سوال میت کی طرف روح لوٹا دی جاتی ہے۔ اگر انسان نیک اور صالح ہے تو اس وقت سے قیامت تک انعام الٰہی سے مستفیض ہوتا رہے گا۔ اگر معاملہ برعکس رہا تو قیامت تک دردناک عذاب سے دوچار رہے گا۔

"شامل" میں امام الحرمین لکھتے ہیں کہ 'عذاب قبر' قبر میں زندگی' اور روح و جسم کے تعلق پر ائمہ سلف نے اتفاق کیا ہے۔

احادیث کی چھان بین سے اتنی بات تو ذہنوں میں سما جاتی ہے کہ قبر میں اتقیاء اور صلحاء کے لئے راحت و ثواب اور اشقیاء کے لئے عذاب و عقاب ثابت ہے' اور عقل تقاضہ کرتی ہے کہ عذاب و ثواب اور راحت و تکلیف کے لئے ادراک اور حس کا ہونا لازمی ہے اور حس و ادراک کے لئے حیات لازمی ہے اور نتیجہ یہ نکلا کہ عذاب اور ثواب کے لئے زندگی لازم ہے لیکن دنیوی زندگی پر قیاس کرتے ہوئے اس کے لئے بھی وہی لوازمات اور قیودات منطبق نہیں کر سکتے جو کہ دنیوی زندگی میں بنیادی اور ترکیبی عناصر کا رول ادا کرتے ہیں جیسے طعام و شراب اور روح کے لئے جسم وغیرہ' میں نے ابتداء ہی میں وضاحت کر دی تھی کہ یہ زندگی عقل و ادراک کے دائرہ سے خارج ہے مگر جب زبان نبوت سے اس اخروی زندگی کی وضاحت ہو رہی ہے' تو لامحالہ تسلیم کے سوا کوئی سبیل ہی نہیں ورنہ انکار کی صورت میں آخرت کے سارے منازل ناقابل حل چیستان بن سکتے ہیں۔

جب عام انسانوں کے لئے اس قسم کی زندگی ثابت

ہوسکتی ہے تو انبیاء، شہداء اور صالحین کے لئے بدرجۂ اولیٰ ہے۔ مسلم شریف کی یہ حدیث حیات انبیاء علیہم السلام کے لئے واضح تفسیر ہے۔ حضور ارشاد فرماتے ہیں، مجھے انبیاء کی جماعت دکھلائی گئی، اچانک میری نگاہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام پہ جم گئیں، وہ محوِ نماز تھے، اور ایسے لگ رہے تھے گویا قبیلۂ شنوءۃ کے لوگوں میں سے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کو بھی میں نے حالت نماز میں دیکھا۔ وہ عروہ بن مسعودؓ ثقفی سے مشابہت رکھتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی میں نے دیکھا، وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور وہ تمہارے صاحب کے مانند ہیں (صاحب سے مراد خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت ابراہیم آنحضورؐ سے مشابہت رکھتے ہیں) نماز کا وقت قریب آپہنچا۔ میں نے ان لوگوں کی امامت فرمائی۔ جب نماز سے فارغ ہوا تو کسی نے کہا، اے محمد انہیں سلام کیجئے، یہ دوزخ کے مالک ہیں، میں ان کی جانب متوجہ ہو ہی رہا تھا کہ دفعتاً انہوں نے سلام میں پہل فرمایا۔

حضرت انسؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا، انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور وہ نماز پڑھتے ہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں، میں موسیٰ کی قبر کے پاس سے گذرا وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

ابو داؤد میں ہے اللہ تعالیٰ نے زمین پہ حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیائے کرام کے جسموں کو کھائے۔

ان کے علاوہ واقعہ معراج کی تفصیلات فراہم کرنے والی ساری حدیثیں جن کے مضامین سے حضورؐ کا انبیاء سے ملاقات کرنا اور ان سے گفتگو کرنا اور انبیاء کا حضور سے گفتگو کرنا اور حضورؐ کا انبیاء کی امامت کرنا اور حضرت موسیٰ و عیسیٰ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا ثابت ہے اور یہ ساری باتیں حیات انبیاء پہ دلالت کرتی ہیں۔ علاوہ ازیں واقعۂ معراج حالتِ بیداری میں وقوع پذیر ہوا تھا اور اسی پہ جمہور کا متفقہ فیصلہ ہے۔ ولو بالفرض اس کو منام یا رؤیا پہ بھی محمول کیا جائے تب بھی انبیاء کا خواب حق ہے جس کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ اور یہی شواہد حیات محمدیؐ کے لئے بھی کافی ہیں۔ مزید براں یہ حدیث آپ کے حیات کی روشن دلیل ہے۔ اللہ تعالےٰ روئے زمین پہ فرشتوں کو پھیلا دیا ہے کہ وہ میرے امتی کے بھیجے ہوئے صلوٰۃ و سلام مجھ تک پہنچا سکیں۔ جو شخص میری قبر کے قریب آکر صلوٰۃ و سلام بھیجتا ہے اس کو میں خود ہی سن لیتا ہوں۔

علامہ تقی الدین سبکی شافعیؒ حیات نبوی پہ مفصل بحث کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں۔ حضورؐ کی حیات پہ شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔ آپ پہ جو موت طاری ہوئی تھی وہ عارضی اور غیر استمراری تھی بلکہ اس کے بعد آپ زندہ کئے گئے۔ اگر موت استمراری تسلیم کیا جائے تب بھی حیات اخروی ثابت ہوجاتی ہے اور یہ زندگی حیات شہید سے بھی اعلیٰ و افضل ہے۔

اس کے بعد علامۂ موصوف صاحب "تلخیص" اور امام الحرمین کے بیانات نقل فرماتے ہیں۔

فعد صاحب التلخیص من الشافعیۃ فے

خصائصه ان ماله بعد موته قائم علی نفقته وملکه وقال امام الحرمین ان ما خلفه بقی علی ما کان فی حیاته فکان ینفقه ابوبکر منه علی اهله وخدمه وکان یری انه باق علی ملک رسول ﷺ فان الانبیاء احیاء۔

صاحب "تلخیص" لکھتے ہیں کہ حضورؐ کے وصال کے بعد آپ کا مال نفقہ اور ملکیت پر ویسے ہی باقی رہے گا۔

امام الحرمین فرماتے ہیں۔ حضورؐ کا مال جو آپ کی حیات ظاہری میں صرف کیا جاتا تھا ایسے ہی آپ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی صرف کیا جائیگا۔ اسی لئے حضرت ابوبکرؓ آپ کے خدام اور اہل پر خرچ کیا کرتے تھے، کیونکہ حضرت ابوبکرؓ یہ خیال کرتے تھے کہ وہ مال جو آپ نے اپنے پیچھے چھوڑا ہے اب بھی حضورؐ ہی کی ملکیت پر برقرار ہے۔ اس لئے کہ انبیاء زندہ ہیں اور ملکیت کا تبادلہ موت کے بعد ہی ہوتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ مردے زندوں سے اور زندے مردوں سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں یا نہیں؟ احادیث اور ائمہ سلف کے اقوال اور تاریخی واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایکدوسرے سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ انبیاء صلحاء اور اولیاء کے فیوضات روحانی سے زندوں کو افادہ اور اسی طرح زندوں سے مردوں کو استفادہ ہوتا ہے اور اہل عالم کیلئے بزرگان دین کے فیوضات حیات وممات دونوں حالتوں میں برابر جاری رہتے ہیں۔ علامہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جن افراد سے ان کی زندگی میں استعانت طلب کی جاتی رہی ہے ان سے بعد ممات بھی مدد طلب کی جا سکتی ہے۔

علامہ موصوف کے قول سے معلوم ہوا کہ وہ بعد ممات بھی زندوں کی مدد فرما سکتے ہیں۔

"تذکرۃ الاولیاء" میں حضرت فریدالدین عطارؒ نے لکھا ہے کہ ایک جماعت ہے جسکو "اویسیان" سے تعبیر کیا جاتا ہے، انہیں شیخ کامل کی ضرورت نہیں بلکہ نبیؐ ہی سے بلا واسطہ شیخ کامل تربیت کا شرف حاصل ہوتا ہے جیسے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ۔ اگرچہ کہ آپ نے بظاہر حضورؐ کو نہیں دیکھا لیکن بالراست حضورؐ سے پرورش پانے کی سعادت حاصل ہے۔

یہ چیزیں اس حقیقت کی غماز ہیں کہ انبیاء اور صالحین دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی اپنے تصرفات باطنیہ اور فیوضات روحانیہ سے اہل عالم کو مستفیض فرماتے ہیں۔

اسی طرح زندوں سے مردے بھی مستفیض ہوا کرتے ہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں میت کی مثال قبر کے اندر ایک غوطہ کھانے والے شخص کی طرح ہے جو کسی کی مدد کا انتظار کرتا ہے۔ ایسے ہی مردہ بھی اپنے بھائی، باپ، ماں یا احباب کی جانب سے دعائے مغفرت کا انتظار کرتا رہتا ہے، وہ دعا جب اس کو پہنچتی ہے تو یہ اس کے نزدیک دنیا اور ما فیہا سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ تعالیٰ اہل زمین کی دعاؤں سے قبر والوں پر پہاڑ کے مثل اپنی رحمت نچھاور کر دیتا ہے۔ یقیناً زندوں کی جانب سے بہترین تحفہ اہل قبور کے لئے دعائے مغفرت ہے۔

علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ "شرح عقائد نسفی" میں رقمطراز ہیں و فی دعا الاحیاء للاموات وصدقتهم ای صدقة الاحیاء عنهم ای عن الاموات نفع لهم ای للاموات۔

مُردوں کے حق میں زندوں کے دُعا کرنے اور صدقہ و خیرات کرنے سے ان کو فائدہ پہنچتا ہے۔

علامہ تقی الدین شافعی نے زیارت قبور پہ سیر حاصل بحث کرنے کے بعد زیارت کی چند قسمیں شمار کی ہیں۔ پہلی قسم یہ ہے کہ زیارت مستحب ہے کیونکہ اس سے آخرت کی یاد دہانی ہو جاتی ہے، خواہ زائر صاحب قبر سے متعارف نہ ہوا ور اس کے دُعائے مغفرت بھی نہ کیا ہو۔

دوسری قسم اپنے اہل وعیال و رخویش و اقارب کے لئے دعائے مغفرت کی خاطر زیارت کرنا جیسے حضورؐ کا اہل بقیع کی زیارت کرنا۔ یہ ہر مسلمان میت کے حق میں مستحب ہے۔

اور تیسری قسم صاحب مزار سے فیضان حاصل کرنے کی نیت سے زیارت کرنا بشرطیکہ صاحب قبر صالح اور نیک آدمی ہو، علماء کے ایک طبقہ نے اس نوعیت کی زیارت کو ناجائز اور بدعت قرار دیا ہے۔ انہوں نے یہ حصر کیا ہے کہ تحصیل فیضان و برکات اور استفادہ کی نیت سے صرف قبر انور صلی اللہ علیہ وسلم، اور دیگر انبیاء اور مرسلین کے مزارات کی زیارت کرنا درست ہے لیکن جمہور کے نزدیک ہر صالح اور نیک آدمی کی زیارت اس نیت سے کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

آمدم برسر مطلب! زیارت نبی کریم کے جواز میں معا رضانہ پہلو کی گنجائش ہی نہیں۔ وہ نہ صرف مستحب بلکہ احب مستحبات اور افضل عبادات میں شامل ہے۔ حتیٰ کہ بعض مالکی علماء نے آنحضورؐ کی زیارت کو واجب قرار دیا ہے اور اکثر و بیشتر فقہا کے نزدیک حضورؐ کی زیارت کرنا سنت، مندوب اور مستحب ہے۔ اور حضورؐ کی زیارت کا ثبوت کتاب اللہ، سنت رسولؐ اور اجماع امت سے ہے۔ قرآن کریم ناطق ہے ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤك فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔

یہ آیت پاک مسلمانوں کے ذہن کو اس امر کی جانب پھیر رہی ہے کہ وہ بارگاہ رسالت میں حاضری دیں اور آپ سے شفاعت کی درخواست پیش کریں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں اور حضورؐ بھی مسلمانوں کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں، تو ضرور مسلمان اللہ کو توبہ قبول کرنے اور رحم وکرم کرنیوالا پائیں گے۔

جس طرح آپ کی حیات ظاہری میں اس آیت کریمہ کا حکم رہا ہے ایسے ہی آپ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی برقرار ہے کیونکہ حضور کی شفاعت اور استغفار ہر امتی کے حق میں ثابت ہے، چنانچہ مذکورہ آیت اور یہ چھوٹی سی آیت واستغفر لذنبك وللمومنین والمومنات (اے نبی) اپنے لئے اور مومنین و مومنات کے لئے استغفار فرماتے رہئیے) اور یہ حدیث شریف اس بات کی وضاحت کر رہے ہیں کہ آنحضورؐ قیامت تک اسلام میں داخل ہونے والوں کیلئے استغفار فرماتے رہیں گے۔

عن بکر بن عبد اللہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیاتی خیر لکم تحدثون ویحدث لکم فاذا مت کانت وفاتی خیرا لکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیرا حمدت اللہ وان رأیت غیر ذلك استغفرت اللہ لکم بکر بن عبد اللہؓ کا کہنا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا تم لوگوں کے لئے میری حیات باعث خیر ہے جس میں تم

مجھ سے کلام کرتے ہو اور میں بھی تم سے کلام کیا کرتا ہوں اور جب میں اس دار فانی سے کوچ کر جاؤں تو میری وفات تمہارے لئے خیر و احسان ثابت ہوگی۔ میرے سامنے تمہارے اعمال پیش ہوتے رہینگے۔ اگر وہ اچھے ہوں تو میں خدا کا شکر ادا کرتا رہوں گا اور اگر نیک نہیں ہیں تو میں تمہارے لئے شفاعت کرتا رہوں گا۔

حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں، ایک مرتبہ میں حضورؐ کی عیادت پرسی کیلئے کاشانۂ نبوت پہ حاضری دیا۔ اسوقت سرور کونینؐ تنہا تشریف فرما تھے۔ میں سلام عرض کیا۔ حضورؐ نے جواب دیا۔ میں نے دیکھا کہ حضورؐ کبیدہ خاطر نظر آرہے ہیں اور آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔ آپ کو اس حالت میں دیکھ کر میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ کیا وجہ ہے کہ آپ رو رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں اپنی امت کیلئے آنسو بہا رہا ہوں۔ اب تک میری موجودگی میں ان سے جو غلطیوں اور لغزشوں کا صدور ہو رہا تھا میں ان کی شفاعت کیا کرتا تھا لیکن میں اب انہیں چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں ابھی حضور یہ بات کر ہی رہے تھے آپ کے چہرۂ انور پہ تبسم کے آثار نمایاں ہونے لگیں۔ میں فوراً پوچھ بیٹھا یا رسول اللہ کیا بات ہے آپ خوش خوش نظر آرہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ابھی جبرئیلؑ میرے پاس آئے تھے انہوں نے یہ بشارت سنائی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، آپ کے وصال کے بعد جو بھی آپ کے قبر کی زیارت کرے گا میں اسکو بخش دوں گا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی بلند پایہ تصنیف "جذب القلوب الی دیار الحبیبؐ" میں دیا[illegible] نبی پہ بحث فرماتے ہوئے ایک واقعہ نقل کرتے ہیں جس کی روایت حافظ ابو عبداللہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کی ہے۔

حضورؐ کی رحلت کے تین دن بعد ایک اعرابی آپ کی زیارت کے لئے آیا اور قبر انور کی خاک اپنے سر پہ ڈالتے ہوئے التجا کرنے لگا۔ یا رسول اللہؐ آپ نے جو کچھ خدا سے سنا اس کو ہم نے آپ سے سنا۔ اور آپ نے جو کچھ خدا سے یاد کیا اس کو ہم نے آپ سے یاد کیا۔ آپ پہ نازل شدہ آیات میں سے ایک یہ بھی ہے ولو انھم اذ الخ یا رسول اللہ آپ میرے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ میں نے بھی اپنے نفس پہ ظلم کیا ہے اعرابی کا اتنا عرض کرنا ہی تھا قبر انور سے صدا بلند ہوئی، قد غفر اللہ لک اللہ نے تمہیں بخش دیا۔

علامہ ابن کثیر اپنی معرکۃ الآرا تفسیر میں آیت ولو انھم اذ ظلموا کی وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ محمد ابن حرب ہلال کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ میں قبر انور کے زیارت سے فراغت حاصل کرنے کے بعد وہیں بیٹھا رہا۔ اسی اثنا میں روضۂ اقدس پہ ایک اعرابی کا ورود ہوا۔ وہ حضورؐ سے مخاطب ہوکر عرض کرنے لگا یا رسول اللہؐ خدا نے آپ پہ سچی کتاب نازل فرمائی جس کے اندر یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ جب مسلمان اپنے اوپہ ظلم کرکے تمہاری بارگاہ میں آپہنچیں، اور خدا سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں اور آپ بھی ان کی شفاعت فرمائیں تو ضرور مسلمان اپنے پروردگار کو تو بہ قبول کرنے والا اور رحم و کرم کرنے والا پائیں گے، میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں۔ آپ اللہ سے میری

شفاعت فرمائیں۔ یہ معروضہ پیش کرنے کے بعد اعرابی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور اسکی زبان سے مدحت پیمبر میں یہ موتیاں جھڑنے لگیں:۔

یا خیر من دفنت بالبقاع اعظمه
فطاب علیهن البقاع والاکم
نفسی الفداء القبر انت ساکنه
فیه العفاف وفیه الجود والکرم

اے وہ مبارک و مسعود ذات جس کی ہڈیاں ہموار زمین سے پیوست ہیں اور جنکی کیف آور خوشبو سے یہ زمین ہموار اور اطراف واکناف کے ٹیلے مہک رہے ہیں میں اپنی جان اس قبر انور پر نثار کرتا ہوں جو جود وکرم اور عفاف کا منبع ومخزن ہے اور جس میں آپ جلوہ افروز ہیں۔

محمد ابن حرب کا کہنا ہے کہ وہ اعرابی روضہ شہ کونین سے واپس چلا گیا۔ میں بدستور وہیں بیٹھے یہ سب دیکھ رہا تھا اتنے میں مجھ پر غنودگی چھاگئی خواب میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ حضور مجھ سے کہہ رہے ہیں جاؤ اس اعرابی کو خوشخبری سنادو کہ اللہ نے اس کے گناہ معاف کردیا ہے۔

ان واقعات اور احادیث کی روشنی میں یہ حقیقت عیاں ہوجاتی ہے کہ آیت ولو انهم ظلموا کا حکم صرف عہد نبوی ص سے منسلک نہیں ہے بلکہ تا قیامت اس کا حکم جاری ہے اور جب بھی کوئی مسلمان کاشانۂ نبوت پر حاضر ہوکر حضور سے شفاعت کا طلبگار ہو تو یقیناً حضور کا دریائے رحمت وشفقت موجزن ہوجائے گا اور وہاں سے بامراد واپس ہوگا۔

سنت رسول ص سے زیارت قبر انور کا نہ صرف جائز ہونا ثابت ہے بلکہ استحباب اور بعض مواقع پر وجوب بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں جس شخص نے بیت اللہ کا حج کیا اور میرے قبر کی زیارت نہیں کی تو گویا اس نے مجھ پر بہت بڑا ظلم کیا۔ اس حدیث سے ایک حاجی کے لئے زیارت لازمی اور ضروری ہے۔ اسی طرح آپ کی یہ حدیث زیارت کو لازم کردیتی ہے۔ میری امت میں سے جس آدمی کو وسعت اور قدرت میسر ہو لیکن اس کے باوجود وہ میری زیارت کے لئے نہ آئے تو اس کے لئے کوئی عذر اور بہانہ نہیں ہے۔ حضور ص کے اس تہدیہ آمیز قول کے بعد ہر صاحب استطاعت مسلمان پر واجب ہوجاتا ہے کہ وہ بارگاہ خیر الانام میں زیارت کیلئے حاضری دے۔

قرآن اور حدیث کے علاوہ حضور ص پر نور کی زیارت پر امت کا اجماع ہوچکا۔ اگر یہ فعل ناجائز اور بدعت ہوتا تو یقیناً حضور ص کی امت اس مسئلہ پر متفق نہیں ہوسکتی۔ بعض علماء نے محض زیارت قبر انور کے ارادے سے سفر اختیار کرنے کو ناجائز اور بدعت قرار دیا ہے۔ انہوں نے اپنے قول کی بنیاد اس حدیث پر رکھی ہے جس میں حضور ص صرف تین مساجد مسجد الحرام، مسجد اقصیٰ، مسجد نبوی کے سوا سفر اختیار کرنے کو ممنوع قرار دیا ہے۔

احادیث اور صحابہ کی مقدس زندگیوں کا جائزہ لینے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ محض زیارت ہی کی نیت سے سفر اختیار کیا جاسکتا ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں جو شخص میرے قبر کی زیارت کرے اس پر میری شفاعت واجب ہوگی۔ دوسری حدیث ہے جو شخص صرف میری زیارت کے قصد سے آئے گا وہ قیامت کے روز میرے

پہلو میں ہوگا۔ ایک اور حدیث ہے جو شخص بغیر کسی حاجت
کے صرف میری زیارت کے لئے آجائے تو مجھ پر بھی یہ حق ہو
جاتا ہے کہ قیامت کے روز میں اس کے لئے شفاعت کروں،
ان کے علاوہ حدیث کی کتابوں میں بہت ساری حدیثیں ہمیں
ایسی ملتی ہیں جو زیارت کے حکم کو عمومی طور پر بغیر کسی قید سے
ثابت کرتی ہیں۔

اور صحابہ کا طرز عمل بھی رہا ہے کہ وہ مطلق زیارت
اور اس کے خاطر سفر اختیار کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں
کرتے تھے۔ حضرت ابن عمر کی یہ عادت تھی کہ جب کبھی وہ سفر
کے لئے نکلتے تو بارگاہِ نبویؐ پر حاضری دیا کرتے، اور صلوٰۃ و
سلام کا تحفہ پیش کرتے تھے۔ السلام علیك یا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، السلام علیك یا ابا بکر
السلام علیك یا ابتاہ۔ صلوٰۃ و سلام ہو آپ پر
اور صدیق اکبر اور میرے اباجان پر) فتح بیت المقدس کے
بعد حضرت عمر فاروق رضؓ ملک شام چلا گئے تا کہ صلح نامہ پر اپنی
دستخط ثبت کریں۔ اس لئے کہ اہل شام نے خواہش ظاہر کی تھی،
کہ خلیفۃ المسلمین بذاتِ خود تشریف لائیں تو ہمیں خوشی
و مسرت ہوگی۔ اس سفر کی واپسی کے بعد حضرت عمرؓ کا پہلا
کام یہ رہا کہ وہ روضۂ اقدس پر زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔

حضرت بلال رضؓ کا فعل ثابت ہے کہ آپ نے
محض زیارت نبی کریمؐ کی خاطر سفر اختیار کیا ہے۔ حضرت
بلال رضؓ فراق محبوب کا غم نہ سہہ کر مدینہ چھوڑ دئے اور شام
میں رہائش پذیر رہے۔ ایکروز خواب دیکھتے ہیں کہ حضورؐ
آپ سے مخاطب ہیں اور کہہ رہے ہیں اے بلال رضؓ! یہ کیا جور
و جفا ہے کوئی ہماری زیارت کے لئے نہیں آرہا ہے۔
خواب سے بیدار ہو کر سوئے مدینہ چل پڑے اور قبر انور کی
زیارت سے مشرف ہوئے، فرط عقیدت و محبت اور جذبۂ
عشق سے لبریز ہو کر پھوٹ پھوٹ کر قبر انور کے پاس
رونے لگے۔

علاوہ ازیں سلف صالحین نے بھی محض قبر انور کی
زیارت کیلئے سفر اختیار کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مطلق
زیارت کے لئے مدینہ طیبہ چلا جانا ایک امر مستحسن ہے۔

دربار رسالت کی حاضری خود ایک سعادت عظمیٰ
ہے اور اس کے ساتھ مزید براں بے پایاں خوش بختی اور
سعادت مندی یہ ہوتی ہے کہ ایک ایسی سرزمین میں ورود
کا شرف حاصل ہوتا ہے جو بقول حضور علیہ السلام جس کے
اندر اگر موت آجائے تو آدمی قیامت کے روز امن والوں
میں سے اٹھایا جائے گا اور جو شخص اس سرزمین کی تکلیف
اور شدت پر صبر کرے، قیامت کے روز میں اسکا شافع ہوں۔

جس طرح بارگاہِ رسالت کی تعظیم و تکریم اہم ہے ایسے
ہی دیارِ حبیبؐ کا احترام بجالانا ضروری ہے۔ حضرت امام
مالک رضی اللہ عنہ، دیارِ رسولؐ کا اس درجہ ادب و احترام
کیا کرتے تھے کہ آپ اپنے پیروں میں جوتا پہن کر اس زمین پر
نہیں چلتے تھے۔ اور مدینہ سے آپ کو اتنا عشق تھا کہ ایک لمحہ
کے لئے بھی اس سے دوری پسند نہ تھی اور محبت و الفت
کا یہ عالم تھا کہ اسی رحمت کدہ میں رہتے ہوئے اپنی جان جاں
آفریں کے سپرد کردیں اور اپنا جسم اسی مبارک خاک کی نذر
ہو جائے، اسی شوق و آرزو کی تکمیل کے لئے زندگی بھر آپنے

مدینہ سے باہر قدم نہیں رکھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مدینہ کے باہر موت کا حملہ ہو جائے اور دیارِ رسول میں دفن ہونے کی سعادت نصیب نہ ہو اور کمال آرزو یہ کہ فریضہ حج بیت اللہ کو بھی ایک ہی مرتبہ ادا فرمایا۔ آخر کار خدائے تعالیٰ نے ان آرزو کو پوری فرمایا۔ آپ مدینہ طیبہ ہی میں دفن ہو گئے۔

فقہ اسلامی کے روشن مینار حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ زیارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مدینہ طیبہ چلے گئے۔ زیارت کے مشرف ہونے کے بعد جب مدینہ سے رخصت ہونے لگے تو اہل مدینہ نے بے حد اصرار کیا کہ آپ چند دن اور اقامت پذیر رہیں تو ہمیں بے پایاں مسرت ہو گی۔ اہل مدینہ کے پیہم اصرار پر امام موصوف رک گئے لیکن جب عازم سفر ہوئے اس وقت بھی لوگ بدستور آپ کی رہائش کے خواہاں رہے۔ تو مجبوراً کہا اب مجھ میں قوتِ برداشت نہیں ہے۔ لوگوں نے تعجب کیا کہ امام صاحب کو یہاں ٹھہرنے میں ایسی کیا تکلیف ہو رہی ہے جو ناقابلِ برداشت ہے۔ جب معاملہ کی تحقیق ہوئی تو معلوم ہوا کہ جب سے امام صاحب کا ورودِ مسعود مدینہ طیبہ میں ہوا ہے آپ پیشاب اور پاخانہ روکے ہوئے ہیں۔ اہل مدینہ جب حقیقت حال پر مطلع ہوئے تو کمالِ ادب واحترام کو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے اور مجبوراً امام صاحب کو وداع فرمایا۔

یہ ہے امت کے جلیل القدر فقہائے کرام کا ادب احترام دیارِ رسول کے ساتھ تو ہما اور شما کا عالم کیا ہونا چاہیئے! حتیٰ کہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ حج بیت اللہ کے پہلے مکہ مکرمہ نہ جائیں بلکہ مدینہ طیبہ پہنچیں اور غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر مسجد نبوی میں دو رکعت نماز ادا کریں

پھر اس کے بعد روضہ شاہ دو عالم پر حاضری اور زیارت سے مشرف ہونے کے بعد اس مقام پر احرام باندھیں جہاں سے حضور علیہ السلام حج کو تشریف لے جاتے وقت احرام باندھا تھا۔

مقام عشق اور اتباع سنت کا بھی یہی تقاضہ ہے کہ سب سے پہلے محبوب کی بارگاہ میں حاضری دیں تاکہ سنت کی بھی تکمیل اور پیروی ہو جائے اور حضور کی نگاہِ کرم اور آپ کے فیضان سے کعبہ کی تجلیات اور انوارِ الٰہی سے سرشار ہونے کے قابل بن جائیں۔

زیارات کے آداب ومستحبات یہ ہیں کہ حج سے فراغت پانے کے بعد مدینہ جائیں اور غسل وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد بہترین لباس اور خوشبو کا اہتمام کریں اور مسجد نبوی کے اس گوشہ میں نماز ادا کرنے کی کوشش کریں جس کو حضور جنت کی کیاری کہا کرتے تھے۔ اس کے بعد آستانۂ فخر رسالت پر حاضری دیں۔ اس وقت ہر مسلمان اپنے ذہن میں یہ بات محفوظ کر لے کہ وہ ایک ایسے شہنشاہ کے دربار میں حاضر ہو رہا ہے جس کے بارے میں دشمن بھی یہ اعتراف کرتے تھے۔ قیصر وکسریٰ جیسے شاندار درباروں میں بھی ہم جانتے تھے لیکن محمدؐ جیسا دربار کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ ان کے اصحاب اتنی تعظیم وتکریم کرتے ہیں کہ اپنے نبی سے آنکھ ملا کر گفتگو تک نہیں کرتے۔ اور گفتگو اتنی تعظیم اور ادب کے ساتھ کرتے ہیں کہ آواز بھی بلند ہونے نہیں پاتی۔ لہٰذا زائرین پر فرض ہے کہ وہ بھی صحابۂ کرام کی طرح حضور کا ادب واحترام کریں۔ جس طرح آپ کی حیات ظاہری میں صحابہ کیا کرتے تھے۔ حضور کے روضۂ اقدس میں بلند آواز سے گفتگو نہ کریں۔ حتیٰ کہ صلوٰۃ وسلام کے وقت بھی آواز پست

بقیہ برصفحہ ۹۳

صحابۂ کرام کا مقام اور ان کی چند خصوصی کرامتیں

عالیجناب حضرت مولانا
ابوالحسن صدرالدین
سید شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ
قادری مدظلہ العالی B.A ناظم دارالعلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور

حضرت مولانا محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری ذوقی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تصنیف لطیف "انشائے عقائد ذوقی" ہے۔ اس نادر تصنیف میں آپ نے خلفائے راشدین کے فضائل اور بے مثال کرامتوں کو سپردِ قلم فرمایا ہے۔ جن کے مطالعہ سے عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے ان میں سے چند روحانی کمالات کو ہدیۂ ناظرین کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔

امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض وفات میں فرمایا' آج کی رات امرِ خلافت تفویض و تسلیم کے متعلق میں نے بارہا استخارہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کیا کہ مجھکو اپنی مرضی پر اطلاع کی توفیق عطا کرے۔ آپ نے فرمایا تم لوگ جانتے ہو کہ میں جھوٹ نہیں بولوں گا' اور کون عقلمند ہے جو اللہ تعالےٰ سے ملاقات کے وقت اس پر افترا و بہتان کو جائز سمجھے گا۔ سب حاضرین نے کہا' اے خلیفۂ رسول اللہ کسی کو آپ کے صادق القول ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ جو کچھ آپ فرمانا چاہتے ہیں فرمائیں۔ آپ نے فرمایا آخر شب میں جب نیند نے مجھ پر غلبہ کیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ دو سفید لباس میں ملبوس تھے۔ میں ان کپڑوں کے کناروں کو سمیٹتا تھا' کہ اچانک وہ دونوں سفید کپڑے سبز رنگ میں تبدیل ہو کر اس طرح چمکنے لگے کہ اس کے نور سے دیکھنے والے کی آنکھ چکا چوند

ہوتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں جانب دو بلند قامت انسان تھے جو بہت حسین و جمیل تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کر کے مصافحہ سے مشرف فرمایا' اور اپنا دستِ مبارک میرے سینہ پہ رکھا جس سے میری دھڑکن اور اضطراب کو سکون حاصل ہوا۔ آپ نے فرمایا' اے ابوبکرؓ تمہاری ملاقات کو ہمارا اشتیاق بہت زیادہ ہے' اب ہمارے پاس آنے کا وقت ہو گیا ہے۔ یہ سن کر میں خواب میں اس قدر رویا کہ میرے اہل و عیال اس سے آگاہ ہو گئے۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ سے ملاقات کا مجھے کس قدر شوق ہے حضور نے فرمایا کہ مختصر و تفرہ رہ گیا ہے کہ تمہاری ملاقات ہجر و فراق کے اندیشہ کے بغیر ہو گی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے خلافت کی تفویض میں تمہیں اختیار دیا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ منتخب فرمائیں۔ آپ نے فرمایا رعیت کا والی

عامل صادق فاروق کو بناؤ۔ عمر ابن الخطاب زمین و آسمان میں پسندیدہ اور زمانے میں سب سے پاکیزہ ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا' یہ دونوں شخص تمہارے معاون و مددگار ہیں۔ حالتِ حیات اور حالتِ ممات میں اور بہشت میں تمہارے ہمسایہ ہیں۔ اس کے بعد ان دونوں نے بھی مجھے سلام کیا اور کہا تم دنیا کے رنج و غم سے نجات پاگئے۔ تم آسمان میں ملائکہ' زمین میں اور مخلوق کے درمیان صدیق ہو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ یہ دونو شخص کون ہیں کہ ان کا مثل میں نے نہ دیکھا۔ فرمایا یہ دونوں بزرگ فرشتے جبرئیل و میکائیل ہیں۔ پھر آپ تشریف لے گئے۔ اور میں بیدار ہوا اس حال میں کہ رخسار آنسوؤں سے تر تھے اور میرے اہل بیت میرے سرہانے گریہ کر رہے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ بعض لوگوں نے کہا کہ ابوبکر کو شہیدوں کے درمیان ہم دفن کرینگے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ بقیع میں دفن کرینگے۔ میں نے کہا اپنے حجرہ میں اپنے محبوب کے سامنے دفن کروں گی۔ اسی کشمکش میں ہم تھے کہ خواب مجھ پر غالب ہوا' اسی حال میں میں نے سنا کہ کوئی کہتا ہے کہ دوست کو دوست سے ملا دو۔ جب میں بیدار ہوئی تو معلوم ہوا کہ سب نے وہی آواز سنی تھی' یہاں تک کہ مردوں نے مسجد میں بھی سنا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے وصیت کیا کہ میرا جنازہ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر لے جاکر سلام کرکے عرض کرو' یہ ابوبکر کا جنازہ آپ کے آستانہ پر آیا ہے' اگر اجازت عطا ہو اور دروازہ کھل جائے تو اندر لے جاؤ ورنہ بقیع میں واپس لے جاؤ۔ راوی کہتا ہے کہ جب ابوبکر کی وصیت کے مطابق ہم نے عمل کیا' ابھی وہ کلمات ختم بھی نہ ہوئے تھے کہ پردہ دور ہو گیا اور آواز ہمارے کان میں پہنچی کہ حبیب کو حبیب کی طرف لاؤ۔

منقول ہے کہ ایکدن ایک عورت نے خواب میں دیکھا کہ اس کے گھر کے ستون ٹوٹ گئے ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی خدمت میں گئی اور یہ خواب بیان کیا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ تیرا شوہر مر جائے گا۔ عورت آپ کے پاس سے جانے لگی۔ راستے میں حضرت صدیق اکبر سے ملاقات ہوئی۔ حضرت صدیق نے پوچھا کہ رونے کا کیا سبب ہے۔ عورت نے حقیقت حال ظاہر کیا۔ فرمایا تمہارا شوہر صحیح و سلامت آئے گا۔ عنقریب اس کا شوہر صحت و سلامتی کے ساتھ آگیا۔ عورت یہ دیکھ کر حیران ہوگئی' اپنے دل میں کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ' جو کہتے ہیں حق کہتے ہیں۔ لیکن یہ بات جو آپ کے قول کے خلاف ظاہر ہوئی اس کا سبب کیا ہے۔ حضرت اس کلام کو سن کر خاموش رہے۔ اسی درمیان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ' جو کچھ علی نے کہا لوح محفوظ میں اسی طرح مقرر تھا۔ لیکن حضرت صدیق رضؓ نے آج تک سوائے سچ بات کہنے کے کوئی غلط بات زبان سے نہ کہی تھی لہٰذا ان کے کلام کو سچ کرنے کیلئے اس شخص کو زندہ کرکے ہم لے آئے۔

منقول ہے جس وقت ملک مصر فتح ہوا عمرو بن العاص رضؓ وہاں کے حاکم تھے۔ کسی مہینہ میں اہل مصر آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ دریائے نیل کی ایک عادت ہے کہ اس کے بغیر وہ جاری نہیں ہوتا اور اس کا پانی

خشک ہو جاتا ہے۔ عمرو بن العاص نے پوچھا وہ عادت کونسی ہے۔ لوگوں نے کہا وہ عادت یہ ہے کہ جب اس ماہ رواں سے بارہ دن گذریں گے ہم ایک لڑکی کو حاصل کریں گے، اور اس کے والدین کو اسقدر مال و دولت دینگے کہ وہ راضی ہو جائیں گے۔ پھر ہم اس کو عمدہ و خوبصورت لباس و زیور آت سے آراستہ کریں گے اور دریائے نیل میں ڈال دیں گے۔

حضرت عمرو نے کہا یہ ایسا واقعہ ہے کہ اسلام میں ہرگز اس کا مثل نہیں ہوگا۔ بے شک اسلام ان تمام برے قاعدوں کو اور رسموں کو جو اس سے پہلے تھیں ویران اور ختم کرتا ہے۔ جب اس تاریخ سے تین ماہ گذر گئے تو دریائے نیل کا پانی بالکل خشک ہو گیا اور اہل مصر نے شہر بدر ہونے کا قصد کیا۔ حضرت عمرو نے جب صورتِ حال کا مشاہدہ کیا تو اس کیفیت کو امیر المومنین حضرت عمرؓ کے پاس لکھ بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا جو کچھ تم نے کیا ہے ٹھیک ہے۔ اس مقصد کے لئے ایک کاغذ پر میں نے خط لکھا ہے اس کو دریائے نیل میں ڈال دو۔ جب حضرت عمرؓ کا مکتوب حضرت عمروؓ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس کاغذ کو کھولا اس میں لکھا ہوا تھا " یہ خط اللہ کا بندہ عمر ابن الخطاب امیر المومنین کی طرف سے مصر کے دریائے نیل کے نام ہے۔ بعد حمد و صلاۃ کے مدعا یہ ہے کہ اے نیل! اگر تو اپنی مرضی سے جاری ہوتی ہے تو جاری مت ہو۔ تیرے جاری ہونے کی ضرورت نہیں، اگر اللہ واحد و قہار رب تجھے جاری کرتا ہے تو ہم اللہ واحد و قہار سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ تجھے جاری کر دے"۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے اس کاغذ کو دریائے نیل میں ڈال دیا۔ دوسرے دن بوقت صبح سولہ[۱۶] گز اونچا پانی دریائے نیل میں جاری تھا اور اس وقت سے ہمیشہ کے لئے یہ عادت بد مصریوں سے ختم ہو گئی۔

اکابر سلف میں سے ایک بزرگ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ملک شام کا سفر کیا۔ فجر کی نماز ایک مسجد میں ادا کی۔ جب امام نماز سے فارغ ہو گیا تو شیخین کے لئے دعائے بد اور برا بھلا کہنے لگا۔ جب آئندہ سال دوبارہ ملک شام پہنچا تو اتفاقاً فجر کی نماز میں نے اسی مسجد میں ادا کی۔ جب امام نماز سے فارغ ہوا تو حضرات شیخین کے لئے دعائے نیک کی۔ اہل مسجد سے میں نے کہا کہ گذشتہ سال یہ شخص ابوبکرؓ و عمرؓ رضی اللہ عنہما کے لئے بد دعا کرتا تھا اور اس سال دعائے خیر کیا ہے اس کا سبب کیا ہے۔ لوگوں نے کہا گذشتہ سال کے امام کو تم دیکھنا چاہتے ہو؟ میں نے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی مجھ کو ایک گھر میں لے گئے وہاں ایک کتا بندھا ہوا تھا اور اس کے آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے اس سے کہا کیا تو وہی امام ہے جو گذشتہ سال ابوبکرؓ و عمرؓ رضی اللہ عنہما کے لئے دعائے بد کرتا تھا۔ اس نے اپنے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں میں وہی امام ہوں۔

منقول ہے کہ اس رات میں جسکی صبح کو عثمان غنیؓ شہید ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ نے خواب میں دیکھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عثمانؓ ہمارے پاس تم افطار کرو گے۔ لہٰذا دوسرے دن حضرت عثمانؓ نے اپنے طرفداروں کو اس کا موقع نہ دیا کہ وہ مخالفوں سے

مقابلہ کریں۔ اس طرح انہوں نے شہادت کی سعادت حاصل کیا۔

ایک مستند راوی سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں طواف کعبہ میں مصروف تھا کہ ایک نابینا کو دیکھا جو طواف کی حالت میں کہہ رہا تھا "اے خداوند تو مجھے بخش دے لیکن مجھے یہ گمان نہیں کہ تو مجھے بخشیگا"۔ میں نے تعجب سے کہا "سبحان اللہ! ایسی جگہ میں تم اس طرح کی بات کرتے ہو"۔ اس نے کہا "مجھ سے گناہِ عظیم صادر ہوا ہے"۔ میں نے کہا کونسا گناہ ہے؟

اس نے کہا: "جس دن حضرت عثمانؓ کا محاصرہ لوگوں نے کیا تھا میں اپنے ساتھیوں میں سے ایک کے ساتھ تھا۔ ہم نے قسم کھائی کہ اگر عثمانؓ مقتول ہونگے تو ان کے برہنہ چہرے پہ طمانچہ مارینگے!۔ جب ان کو لوگوں نے قتل کیا تو ہم حضرت عثمانؓ کے گھر میں داخل ہوئے اور ان کا سر مبارک ان کے خاتون کے آغوش میں تھا۔ میرے ساتھی نے ان کے خاتون سے کہا کہ ان کے چہرے کو برہنہ کرو۔ خاتون نے کہا تمہارا مقصد کیا ہے؟ میرے ساتھی نے کہا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ انکے برہنہ چہرے پہ طمانچہ ماروں گا"۔

انکے خاتون نے کہا "کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے حق محبت کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی دو صاحبزادیوں کا ان کے ساتھ نکاح کرنے کا کچھ بھی لحاظ نہ کروگے"۔ اسی طرح ان کی خاتون نے آپ کے اور بھی فضائل شمار کئے۔ یہ سن کر میرے ساتھی نے شرم کیا اور واپس ہوگیا۔ لیکن میں نے اس بات کی طرف کوئی توجہ نہ کیا اور طمانچہ آپ کے چہرے پہ لگا دیا"۔

ان کے خاتون نے کہا "خداوند تعالیٰ تمہارے گناہ معاف نہ کرے، تمہارے ہاتھ کو خشک کرے اور تمہارے آنکھ کو اندھا کرے"۔ خدا کی قسم کہ ابھی آپ کے آستانے سے باہر نہ ہوا تھا کہ میرا ہاتھ خشک ہوگیا اور میری آنکھ اندھی ہوگئی اور مجھے گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے گناہ بھی نہ بخش دیگا۔

منقول ہے کہ جب حضرت عثمانؓ کو لوگوں نے شہید کیا تو تین روز تک جن، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سطح مسجد پہ نوحہ کرتے رہے اور آپکے مرثیہ میں اشعار پڑھتے رہے۔

منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جس وقت حضرت علیؓ بابل کی طرف روانہ ہوے اور چاہا کہ فرات سے گذریں تو نماز عصر کا وقت تھا اپنے رفقاء کی ایک جماعت کے ساتھ نماز عصر وقت پہ ادا کیا۔ باقی رفقاء اپنے چوپایوں کے چرانے میں مشغول تھے، حتیٰ کہ آفتاب غروب ہوگیا اور نمازِ عصر ان سے فوت ہوگئی۔ اس بارے میں لوگ چہ می گوئیاں کرنے لگے، جب امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ، نے اس کو سنا تو اللہ تعالیٰ سے درخواست کیا کہ آفتاب کو واپس لوٹادے تاکہ آپ کے اصحاب نماز وقت پہ ادا کرسکیں، حق تعالیٰ نے آپکی دعا کو قبول فرمایا اور آفتاب نماز عصر کی جگہ آگیا۔ جب قوم نے سلام کیا

آفتاب غروب ہوگیا۔

منقول ہے کہ جنگ صفین کے لئے روانگی کے
وقت آپ کے رفقاء پانی کے محتاج ہوئے۔ ہر چند وہ دائیں
بائیں دوڑے لیکن پانی نہ ملا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان
کو راستے سے تھوڑی دور دوسری طرف موڑا۔ ایک بتخانہ
ظاہر ہوا۔ اس دیر کے رہنے والے سے پانی کا سوال کیا گیا'
اس نے کہا یہاں سے پانی تک دو فرسنگ کا فاصلہ ہے۔ لوگوں
نے کہا اے امیر المومنین اجازت دیجئے تاکہ ہم وہاں جائیں۔
حضرت امیر المومنین نے فرمایا اسکی حاجت نہیں ہے اور اپنے گھوڑے
کی لگام قبلہ کی جانب پھیر دیا اور ایک جگہ کھودنے کا اشارہ
کیا۔ جب مٹی کی ایک معتدبہ مقدار لوگوں نے ہٹایا تو ایک ایسا
پتھر ظاہر ہوا تو جسپر کوئی آلہ اثر نہیں کرتا تھا۔ حضرت
امیر المومنین نے فرمایا کوشش کر کے اٹھاؤ کیونکہ یہ پتھر پانی
کے اوپر ہے۔ ہر چند سب نے متفق ہو کر کوشش کی مگر اٹھا نہ
سکے۔ تب امیر المومنین بذات خود گھوڑے سے اتر کر آستین کلائی
سے اوپر چڑھا کر انگلیاں پتھر کے نیچے داخل کر کے زور کرنے لگے
اور پتھر کو پانی کے اوپر سے ہٹا دیا۔ نہایت لطیف شیریں اور
ٹھنڈا پانی کہ کبھی اس سفر میں اس سے بہتر نہ پیا تھا ظاہر
ہوا۔ تمام لوگوں نے پانی پیا اور جسقدر چاہا پانی اپنے ساتھ
لیا۔ پھر امیر المومنین کرم اللہ وجہہ نے اس پتھر کو اٹھا کر پانی کے
چشمہ پر رکھ دیا اور فرمایا کہ اس کو مٹی سے پاٹ دیں۔

جب اس گرجا کے راہب نے اس حال کا مشاہدہ کیا تو
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے آیا اور دریافت کیا
کیا آپ رسول ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں! اس نے پوچھا آپ کیا
فرشتہ مقرب ہیں؟ تو آپ نے نفی میں جواب دیا۔ پھر اس نے
پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ آپ نے فرمایا' پیغمبر مرسل محمد بن عبداللہ
خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کا وصی ہوں۔ پادری نے
کہا ہاتھ لائیے کہ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ حضرت امیر المومنین علی
کرم اللہ وجہہ نے اپنے ہاتھ کو اسکی طرف بڑھایا۔ اس نے
کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی
معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ کے رسول ہیں اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی ہیں۔

تب حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے
اس سے ایمان لانے کے سبب کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے
کہا ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے اور اپنے علماء سے سنا ہے
کہ اس جگہ پانی کا چشمہ ہے اور اسکے اوپر پتھر ہے کہ نہ کوئی اسکو
جانتا ہے نہ کھود سکتا ہے سوائے پیغمبر یا وصی پیغمبر کے۔
جب میں نے دیکھا کہ آپ نے یہ کام سرانجام دیا تو میں اپنی مراد کو
پہنچ گیا اور جس چیز کا انتظار کر رہا تھا اسے پالیا۔

امیر المومنین حضرت حسن رضی اللہ عنہ' سے منقول
ہے کہ انہوں نے کہا' جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے وفات
پائی تو میں' نے ایک کہنے والے کو سنا جو کہتا ہے لوگو! باہر جاؤ
اور اس خدا کے بندے کو ہمارے پاس چھوڑ دو' ہم باہر
نکل گئے۔ گھر کے اندر سے آواز آئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
وفات فرما گئے۔ آپ کے وصی شہید ہو گئے۔ اب امت کی

نگہبانی کون کریگا۔ دوسرے نے جواب دیا جو شخص ان کی سیرت اختیار کرے گا اور ان کی پیروی کریگا وہی اُمت کا نگہبان ہوگا۔ جب آواز بند ہوگئی تو ہم اندر داخل ہوئے۔ آپ کو غسل دیا ہوا اور کفن میں لپیٹا ہوا ہم نے پایا پھر ہم نے آپ پر نمازِ جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔

حضرت حسن ابن علی بن الحسین رضی اللہ عنہ، سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ابراھیم ابن ھشام مخذومی والیِ مدینہ تھا۔ ہر جمعہ کے دن ہم کو منبر کے پاس جمع کرتا، اور امیرالمومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، کو بُرا بھلا کہتا۔

ایک جمعہ میں وہ جگہ لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ میں منبر کے متصل بیٹھکر خواب میں مشغول تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کو دیکھا کہ وہ شق ہوگئی ہے، اور ایک شخص سفید لباس زیبِ تن کئے ہوئے وہاں سے نکلے اور مجھ سے فرمایا، اے ابوعبداللہ! جو کچھ یہ شخص کہتا ہے کیا یہ باتیں تمہیں غمناک نہیں کرتیں؟ میں نے عرض کیا ہاں کیوں نہیں، آپ نے فرمایا اپنی آنکھیں کھول کر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کیا معاملہ کرتا ہے۔ جب میں نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ وہ شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے منبر سے گر پڑا اور مر گیا۔ حضرات خلفائے اربعہ کے فضائل اور کرامات کی کوئی حد اور انتہا نہیں ہے۔

۵ زباں را چہ یارا کہ با نطق ناقص
بیان کمالات ایشاں نماید

زباں کی کیا مجال کہ اپنی ناقص قوتِ گویائی کے ساتھ ان کے کمالات کا اظہار و بیان کر سکے۔

وما علینا الا البلاغ

از جناب
مولوی محمد نعیم اختر صاحب
اعجازی مبارکپوری
مدرس دارالعلوم لطیفیہ
حضرت مکان ویلور

روح اور جسم کا مزاج ہم آہنگ نہیں ہے۔ جسم کا مزاج اور ہے، روح کا مزاج اور۔ اس لئے کہ زندگی کے لوازمات جب تک روحانیت کے محور پہ چکر لگاتے ہیں تو فاسد افکار کا وجود نہیں ہوتا۔ جبتک زمام اقتدار روحانیت کے ہاتھ رہتی ہے تو انسانوں کے خیالات پہ کنٹرول قائم رہتا ہے۔ غلط تصورات جنم نہیں لیتے لیکن جیسے ہی روحانیت سے ربط ختم ہوا روحانیت کے اثرات کم ہونے لگے۔ لوازماتِ جسمانی روحانیت کے حدود سے نکل گئے اور اقتدار کی طاقت وقوت محض جسم کے ہاتھ آجاتی ہے تو پھر انسان لذت پسندی اور خواہش نفسانی کی راہ پر اپنے وجود کو ڈال دیتا ہے۔ اپنے افکار واحساسات کی کشتی نفس پرستی کے دھارے پر بہا دیتا ہے۔ کسی بات کے حسن و قبح پر غور کرنے سے پہلے نفس کی بارگاہ سے اجازت طلب کرنا ضروری سمجھتا ہے، جس کا ردعمل ظاہر ہے۔ اگر بیماری یا کسی اور مصیبت نے اسکی تلذذ پسندی کی راہ میں روڑہ اٹکایا تو وہ نازیبا الفاظ کی ادائیگی میں کوئی جھجک شرم حجاب محسوس نہیں کرتا۔ کاش شکوہ کرنے سے پہلے اپنی حیثیت پر نظر رکھ لیتا۔ خواہش نفس کی حکمرانی کو قبول کرنے سے پہلے خالق و مخلوق کے تعلق کو دیکھ لیتا۔

خالق و مخلوق، رب اور بندہ کے درمیان ایک ایسا ربط وتعلق ہے جس کی باریکی کو سمجھنے کے لئے کوئی کسوٹی یا اساس ہمارے پاس نہیں ہے جس سے ہم آشنا ہیں۔ اگر ہم زیادہ سے زیادہ کہینگے تو یہی کہ خالق رحیم وکریم منعم وفیاض مالک ہے۔ اور مخلوق محتاج وفقیر، مفلس، عاجز درماندہ مالک کے رحم وکرم کا ادنیٰ تقاضا یہ ہے کہ بندہ جان ودل سے اسکی رضا پہ قربان ہوجائے۔ اس کے ہر موئے بن سے یہ صدا ابھرے "مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ"۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے کبھی بھی اس فانی دنیا پہ اعتماد نہیں کیا۔ آخرت کا تصور ان کے رگ وریشہ میں پوری طرح سرایت کرگیا تھا۔ وہ جہاں کہیں ہوتے جس حال میں ہوتے آخرت کا تصور ہمہ وقت پیش نظر رہتا۔ انہوں نے کلمۂ شہادۃ پڑھتے وقت یہ اقرار کرلیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو پورا حق حاصل ہے کہ اپنی مستعار دی ہوی اور ودلیعت کی ہوی چیز جب چاہے لے لے۔ یہ اس کے ہاتھوں بکی ہوی شئی ہے جس کو وہ ہر وقت حاصل کرسکتا ہے۔ اِنَّ اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسہم بلاشبہ اللہ نے مومنین سے ان کی جانوں کو خرید لیا ہے اسی لئے وہ لوگ اگر مبتلاء الم ہوتے ہیں تو آہ وبکا نہ کرتے، نالہ وشیون نہ ہوتا، گلہ وشکوہ نہ کرتے۔ آج بھی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے اسی مرکز سے روشنی حاصل کرنی ہوگی جہاں سے قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے حاصل کی تھی۔ یعنی قوانین فطرت، اسلام کا

پیش کردہ نظام حیات۔

چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بندہ کو کوئی تکلیف کم و بیش اگر پہنچتی ہے تو وہ اس کے گناہوں کی وجہ سے۔ اور اللہ رب العزۃ معاف فرما دیتا ہے، وہ بہت زیادہ ہے اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ولیعفوا عن کثیر جس مصیبت میں تم گرفتار ہو اسے تمہارے ہاتھوں نے کمایا ہے اور اللہ بہت سی مصیبتوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ یہ کتنی بڑی معصیت ہے کہ ہم خود اپنے آپ کو مصیبتوں میں گرفتار کریں اور شکوہ خدا سے کریں۔ امراض جنہیں زہر معصیت کیلئے تریاق قرار دیا گیا ہے اس کے بارے میں گلہ کریں۔ احادیث مقدسہ کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرض بھی خدا کی ایک بڑی نعمت ہے۔ امام احمد شداد بن اوس رضی اللہ نے روایت کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "جب میں اپنے مومن بندہ کو بلاء (آزمائش) میں ڈالوں اور وہ اس ابتلاء پر میری حمد کرے تو وہ اپنی خواب گاہ سے گناہوں سے ایسا منزہ و پاک ہو کر اٹھے گا کہ جیسے آج ہی اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہے" اس کے لئے ویسا ہی عمل جاری رکھو جیسا صحت میں تھا۔ ترمذی شریف میں ہے کہ امیہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان دو آیتوں کا مطلب دریافت کیا ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ جو تمہارے نفس میں ہے اسے ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لیگا اور من یعمل سوءً یجز بہ جو کسی برائی سے اپنا دامن آلودہ کریگا اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ جب ہر برائی کی جزاء ہے اور جو خطرہ دل میں گذرے اس کا بھی حساب ہے تو بڑی مشکل ہے کون اس سے بچ سکیگا؟ حضرت صدیقہ نے فرمایا کہ جب میں نے اس کا سوال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اور کسی نے مجھ سے نہ پوچھا حضور نے فرمایا کہ اس سے مراد عتاب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بندوں پر نازل کرتا ہے اسے بخار اور تکلیف پہنچاتا ہے یہاں تک کہ مال جو کرتے کی آستین میں ہو اور گم ہو جائے اور اسکی وجہ سے گھبرائے (اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے تو) ان امور کی وجہ سے وہ بندۂ مومن ایسا پاک صاف ہو جاتا ہے جیسے بھٹی سے سونا میل سے صاف ہو کر نکلتا ہے۔ حدیث پاک میں یہاں تک بیان کیا گیا ہے کہ جب قیامت کے دن لوگ مبتلاء بلا (یعنی جنہیں دنیا میں آزمائشوں سے سابقہ پڑا تھا) کے ثواب کا نظارہ کریں گے تو تمنا و حسرت کی اتاہ گہرائی میں ڈوب کر پکاریں گے کہ اے کاش۔ ! ہمیں بھی دنیا میں بلاؤں اور بیماریوں سے سابقہ پڑا ہوتا ہمیں بھی مصیبتوں میں مبتلا کیا گیا ہوتا۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو اپنی کتاب جامع ترمذی میں جگہ دی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور نے ارشاد فرمایا "جب قیامت کے دن اہلِ بلاء کو ثواب دیا جائے گا تو عافیت والے (یعنی جو دنیا میں بیمار نہیں ہوسے تھے) تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں قینچیوں سے ان کی کھالیں کاٹی جاتیں۔

ابو داؤد نے عام الرام سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماریوں کا ذکر فرمایا کہ مؤمن جب بیمار رہو پھر اچھا ہو جائے پھر بیمار ہو پھر اچھا ہو جائے تو اس کی بیماری گناہوں سے کفارہ ہو جاتی ہے اور آئندہ کے لئے صحت اور منافق (جس کی محض زبان پر کلمۂ اسلام ہے لیکن دل میں نہیں اترا ہے) جب بیمار ہوا پھر اچھا ہوا تو اسکی مثال اونٹ کی ہے کہ مالک نے اسے باندھا پھر کھول دیا تو اُسے یہ نہیں معلوم کہ کیوں باندھا اور کیوں کھولا؟ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ بیماری کیا چیز ہے؟ میں کبھی بیمار نہ ہوا۔ فرمایا ہمارے پاس سے اٹھ جاؤ، ہم سے دُور ہو جاؤ کہ تم ہم سے نہیں ہو۔

سوچیئے! وہ لوگ جو اس نعمت سے محروم رہے جن کا دامن زندگی امراض کی صعوبتوں سے خالی رہا۔ جن کے افق حیات پر بیماریوں کی گھٹا نہ چھائی ہو، جو تکلیف امراض سے نا آشنا ہوں انہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم ہم سے نہیں"۔ تو پھر وہ لوگ جن کو یہ نعمت ملتی ہے لیکن صبر کے بجائے آہ و نالہ بلند کرتے ہیں، شکوہ و گلہ کا دفتر کھولتے ہیں بلکہ کچھ لوگ تو ایسے ہیں جو ذات باری تعالیٰ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں، تو پھر کل میدان حشر میں ان کی کیا حالت ہو گی؟

جس طرح بیماری کی فضیلت پر احادیث کریمہ دلیل ہیں اسی طرح عیادت کے متعلق بھی حدیثیں وارد ہیں۔ عیادت کو بھی ثواب کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ عیادت مریض کو عبادت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ اس نے ہمارے ارد گرد ثواب و اجر کا ایک عظیم جال پھیلا دیا ہے۔ عبادت وہی ہے نہیں ہے جسے ہم ارکان کے نام سے جانتے ہیں بلکہ مرد مؤمن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ عبادت سے تعبیر کیا جائے گا اگر اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھ کر گذارا ہے خود قرآن نے انسان کی تخلیق کا سبب عبادت بتایا ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ہم نے انسان اور اجنہ کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ عبادت کریں۔

مریض کی عیادت جسے آجکل ترقی یافتہ سوسائٹی میں کوئی اہمیت نہیں دی جاتی قانونِ قدرت نے اسے بڑی اہمیت دی ہے۔ مریض کی عیادت کو جانا سنت ہے۔ بخاری و مسلم و ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "مسلمانوں پر مسلمانوں کے پانچ حقوق ہیں (۱) سلام کا جواب دینا

(۲) مریض کی عیادت کے لئے جانا

(۳) جنازہ کے ساتھ جانا

(۴) دعوت قبول کرنا

(۵) چھینکنے والے کا جواب دینا (جبکہ الحمد للہ کہے)

بخاری و مسلم نے ثوبان سے روایت کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جب مسلمان اپنے بھائی کی عیادت کو گیا تو واپس ہونے تک ہمیشہ وہ جنت کے پھول چننے میں رہا۔ یعنی اللہ کے رحم و کرم کو جمع کرتا رہا۔ لیکن افسوس کہ ہم نے فطرت کی اس تعلیم کو فراموش کر دیا جسے اللہ کی تائید حاصل ہے کتنا عبرت کا مقام ہے کہ مریض کی عیادت کو قدرت نے اپنی عیادت سے تشبیہ دیا ہے۔ ہم اس اہمیت کے باوجود اس سے بے اعتنائی برتتے

ہیں صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے:
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں" اللہ قیامت کے روز
فرمائے گا' اے بنی آدم میں بیمار ہوا تو نے عیادت نہ کی۔ بندہ
عرض کریگا۔ تیری عیادت کیسے کرتا تو تو رب العالمین ہے۔
(خدا کیسے بیمار ہوسکتا ہے کہ اسکی عیادت کی جائے) رب
ذوالجلال فرمائے گا۔ تجھے معلوم کہ مرا فلاں بندہ بیمار ہوا اور
تو نے اسکی عیادت نہ کی، کیا تو نہیں جانتا کہ اگر اسکی عیادت کو
جاتا تو تو مجھے اس کے پاس پاتا۔

حضور نے معاشرہ کے سُدھار کیلئے غم خواری کی حیثیت
اور اہمیت اتنی زیادہ بلند کی' اس سے بلند کسی اور معیار کا تصور
ہی نا ممکن ہے۔ اس میں کوتاہی و سستی کرنے والا گویا خاص خدا
کی نافرمانی کرنے والا ہے جیسا کہ حدیث مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے
اس سے بڑھ کر غم خواری کیا ہوسکتی کہ آپ نے ارشاد فرمایا لا
یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ (بخاری)

لہٰذا مسلمان ان افکار و تصورات سے پرہیز کریں جو اسلام
سے دوری کے باعث پیدا ہوے ہیں۔ جس پہ مغربی رجحان نے
رنگ روغن چڑھایا ہے اور جس سے مسلم معاشرہ میں اخلاقی پستی
اور روحانی گراوٹ پیدا ہوتی جارہی ہے اور نفس پرستی کا
عفریت تہذیب اسلام کو نگل رہا ہے ؎

اے روشنی طبع تو برمن بلا شدی

موت برحق ہے۔ موت کے چنگل سے آجتک کسی نے
بھی اپنے وجود کو محفوظ نہیں رکھا۔ کل نفس ذائقۃ الموت
تو جب موت کا فاصلہ کم ہو جائے اور موت کی علامتیں
پائی جائیں تو سنت ہے کہ داہنی کروٹ پہ لٹا کر قبلہ کی طرف
منہ کریں۔ صاحب ہدایہ نے اسکی وجہ یہ بتائی ہے کہ چونکہ قبر
میں میت کو اسی ہیئت اور اسی حالت میں رکھا جاتا ہے' اور
میت کے لئے اشرف یہی ہے کہ موت کے وقت داہنی کروٹ
پر قبلہ رخ رہے' انہوں نے یہ لکھا ہے کہ ہمارے شہر میں چت لٹانے
کا رواج ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ روح کے نکلنے میں آسانی اور سہولت
ہوتی ہے۔ چت لٹانے میں پیر قبلہ کی طرف رکھیں، مگر سر کو
قدرے اونچا رکھیں لیکن اگر منہ کو قبلہ کی سمت کرنا دشوار و
مشکل ہو جس سے تکلیف ہوتی ہو تو جس حالت میں ہے چھوڑ
دیں۔ جانکنی یعنی نزاع کی حالت میں جب تک روح گلے کو
نہ آئی ہو تلقین کریں یعنی اس کے پاس بلند آواز سے پڑھیں۔

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ

اس لئے کہ آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا'
لقنوا موتاکم شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ یاد رکھئے
یہ ایک ایسی ہستی کا فرمان ہے جس کے سامنے خدا کی عظمت
و جلال ہر وقت عیاں تھا اور یوم آخرت پہ ہر وقت اسکی
نظر رہتی تھی یوم لا ینفع مال و بنون الا من اتی اللہ
بقلب سلیم جس دن نہ مال کام آئے گا نہ اولاد' مگر ہاں
جو اللہ کے پاس پاک دل لے کر آئے۔ بہر کیف حضور کے
قول کے مطابق اور قرآن کی ہدایت کی روشنی میں اسے تلقین
کریں اور جب اس نے کلمہ پڑھ لیا تو تلقین موقوف کردیں۔
ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد اس نے کوئی بات کی تو پھر تلقین
کریں تاکہ اس کا آخری کلام کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ

محمد رسول اللہ ہو (فتاوی عالمگیری)۔ میں لکھا ہے کہ
تلقین کرنے والا کوئی نیک شخص ہو۔ ایسا نہ ہو جسکو اس کے مرنے
کی خوشی ہو۔ اور اس وقت اس کے پاس نیک اور پرہیزگار و
متقی افراد کا ہونا بہت اچھی بات ہے۔ اور اس وقت وہاں
سورۂ یٰسین شریف کی تلاوت اور خوشبو ہونا مستحب ہے۔
مثلاً لوبان اگر کی بتیاں سلگا دیں۔ اور جب موت واقع ہو
جائے، روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے تو ایک چوڑی
پٹی جبڑے کے نیچے سے سر پر لیجا کر گرہ دیں تاکہ منہ کھلا نہ
رہے اور آنکھ کو بند کر دیں۔ حاشیہ ہدایہ میں یہ ہے کہ:۔
اذا ترکہ مفتوح العین یصیر کریہ المنظر
ویقبح صورتہ اگر آنکھ کھلی چھوڑ دیں گے تو شکل
ڈراؤنی و خوفناک ہو جائیگی۔ میت کے سارے بدن کو کسی کپڑے
سے چھپا دیں۔ میت کے پاس تلاوت قرآن پاک جائز ہے،
جبکہ اس کا تمام بدن کپڑے سے چھپا ہو۔ اور تسبیح و اذکار
میں مطلقاً حرج نہیں (رد المحتار) غسل و کفن و دفن میں
جلدی کرنی چاہیئے۔ کہ حدیث پاک میں ان کی بہت تاکید
آئی۔ پڑوسیوں اور اس کے دوست احباب کو خبر کر دیں، کہ
نمازیوں کی کثرت ہوگی اور وہ لوگ میت کے لئے دعا کرینگے،
اس لئے کہ میت کا ان پر حق ہے کہ اسکی نماز پڑھیں۔

غسل میت

میت کو نہلانا فرض کفایہ ہے۔ بعض لوگوں نے غسل دے دیا تو فرض ہر ایک
کے ذمے سے ساقط ہو گیا۔ نہلانے کا طریقہ یہ ہے کہ جس چارپائی
یا تختہ پر نہلانے کا ارادہ ہو تو پہلے اس کو تین یا پانچ یا سات
بار دھونی دیں یعنی جس چیز میں وہ خوشبو سلگتی ہو اُسے
تین یا پانچ یا سات بار چارپائی یا جس پر میت کو نہلانا ہو
اس کے گرد گھومائیں۔ اس دھونی کے عمل سے مقصد میت
کی تعظیم ہے۔ لیکن کوئی یہ سوچ سکتا ہے کہ وتر ہی کیوں؟ اس
کیوں کا جواب حدیث مقدس ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا ان اللہ وتر یحب الوتر بیشک اللہ
تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے۔ تختہ وغیرہ پر
غسل دینے میں مصلحت یہ ہے کہ پانی نیچے بہہ جائے گا۔ مردے
کے تمام کپڑوں کو نکال دیں مگر شرم گاہ پر کپڑا رکھیں اسلئے
کہ شرم گاہ کا چھپانا واجب ہے، دوسرے کپڑوں کے نکالنے
کا حکم اس لئے ہے کہ غسل سے مقصود تطہیر و پاکی ہے اور
جب تک کپڑوں کو جسم سے جدا نہ کریں گے پاکی حاصل نہ ہوگی،
تو بدن بھی نجس ہوگا۔ اس لئے کپڑے کا اتارنا واجب قرار
دیا گیا ہے۔ نہلانے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر پہلے استنجاء
کرائے۔ پھر وضو کرائے یعنی منہ پھر کہنیوں کے ساتھ ہاتھ دھوئے
پھر سر کا پھر پاؤں دھوئے۔ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا
نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ وضو غسل کرانے کے لئے سنت ہے۔
کلی کرانے اور ناک میں پانی ڈالنے میں تکلیف ہوگی اس لئے
اس کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ ہاں! کوئی کپڑا یا روئی کی پھریری
بھگو کر دانتوں مسوڑوں ہونٹوں اور نتھنوں پر پھیر دیں،
پھر سر اور داڑھی کے بال ہوں تو گل خیرو سے دھوئیں ورنہ
پاک صابون استعمال کریں اور ان چیزوں سے دھونے کا حکم
اس لئے دیا گیا ہے کہ اس میں زیادہ نظافت و پاکیزگی ہے
ورنہ خالی پانی سے دھونا کافی ہے۔ پھر بائیں کروٹ لٹا کر
سر سے پاؤں تک پانی بہائیں کہ تختہ تک پہنچ جائے۔

پھر داہنی کروٹ پر لٹا کر یوں ہی کریں۔ داہنے سے ابتداء کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ ابتداء داہنے سے کرنا سنت ہے۔ ترمذی نسائی نے حضور کے اس قول کا ذکر کیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ یحب التیامن فی کل شئ حتی الغسل والترجل اللہ تعالیٰ تیامن (یعنی داہنے جانب سے ابتداء) کو ہر شئی میں پسند کرتا ہے حتیٰ کہ جوتا پہننے اور کنگھا کرنے میں اسی لئے فقہاء کرام نے غسل میت میں بھی داہنے سے ابتداء کو سنت قرار دیا ہے۔ پھر ٹیک لگا کر میت کو بٹھائیں اور نرمی و آہستگی کے ساتھ نیچے کی جانب پیٹ پر ہاتھ پھیریں، تاکہ جو کچھ ہو نکل جائے اور کفن کا گندگی سے ملوث ہونے کا خطرہ دور ہو جائے۔ اگر کچھ نکلے تو دھو ڈالیں اور غسل و وضو کا اعادہ نہ کریں، اس لئے کہ غسل نص سے ایک ہی بار ثابت ہے۔ آخر میں سر سے پاؤں تک کافور کا پانی بہائیں پھر کسی کپڑے سے اس کے بدن کو آہستہ سے پونچھ لیں۔ سارے بدن پر ایک بار پانی بہانا فرض ہے اور تین مرتبہ سنت۔ جہاں غسل دیں مستحب یہ ہے کہ پردہ کرلیں کہ سوا نہلانے والے اور مددگاروں کے دوسرا نہ دیکھے۔ نہلاتے وقت خواہ اس طرح لٹائیں جیسے قبر میں رکھتے ہیں یا قبلہ کی طرف پاؤں کرکے جو آسان ہو اس پر عمل کریں۔ (عالمگیری) صاحب ہدایہ نے بھی یہی بیان کیا ہے۔ پھر پاک کپڑے سے پانی خشک کرلیں، تاکہ کفن نہ بھیگے۔ نہلانے والا معتمد شخص ہو کہ باقاعدہ طور سے غسل دے۔ جو اچھی بات دیکھے مثال کے طور پر میت کا چہرہ چمک اٹھا یا بدن سے خوشبو آئی تو

اسے لوگوں کے سامنے بیان کرے اور اگر کوئی بری بات دیکھی مثلاً چہرہ کا رنگ سیاہ ہو گیا یا بدبو آئی یا صورت یا اعضاء میں کوئی تغیر و تبدل واقع ہو گیا تو اسے بیان نہ کرے اور ایسی بات کہنا بھی جائز نہیں ہے۔ حدیث پاک میں ہے حضور نے ارشاد فرمایا کہ "اپنے مردوں کی خوبیاں بیان کرو اور ان کی برائیوں سے باز رہو۔ عالمگیری کا یہ مسئلہ ہے کہ اگر کوئی بدمذہب مرا اور اس کا رنگ سیاہ ہو گیا یا اور کوئی بری بات ظاہر ہوئی تو اس کو بیان کرنا چاہئے، تاکہ اس سے لوگوں کو عبرت ہو۔ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ میت کی داڑھی یا سر کے بال میں کنگھا کرنا یا گوندھنا یا ناخن تراشنا یا کسی بھی جگہ کے بال اکھاڑنا یا مونڈھنا مکروہ تحریمی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، بال میں کنگھا کرنا یا گوندھنا یہ سب چیزیں زینت و خوبصورتی کے لئے کی جاتی ہیں اور میت کی ذات ان چیزوں سے بے نیاز ہے، بے پرواہ ہے۔ اسے اسکی ضرورت نہیں ہے۔ میت کے دونوں ہاتھ کروٹوں میں رکھیں، سینہ پر نہ رکھیں کہ یہ کفار کا طریقہ ہے۔ (در مختار، رد المحتار، عالمگیری) میت کے سر اور داڑھی میں عطر لگائیں اور پیشانی پر کافور رکھیں، اسلئے کہ خوشبو سنت ہے۔ اور پیشانی پر خوشبو لگانا اولیٰ ہے۔ کیونکہ یہ موضع ہے سجدہ کے لئے جسے زیادہ عظمت ملی ہے۔ یہ پیشانی بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہوتی ہے (ہدایہ)۔

کفن میت

میت کو کفن دینا فرض کفایہ ہے۔ مرد کے لئے تین کپڑے سنت ہیں۔ لفافہ۔ ازار

قمیص۔ حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ اس حدیث کی روایت صحاح ستہ میں موجود ہے۔ عقلی دلیل یہ ہے کہ عمومی طور پر انسان عادۃً جتنے کپڑے اپنی حیات میں استعمال کرتا ہے اتنا ہی بعد ممات بھی اسے دیا جائے (ہدایہ)۔
اور اگر محض دو کپڑے یعنی ازار و لفافہ پر ہی اختصار کیا جائے تو وہ کفن کفن کفایت کہلائے گا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ اغسلوا ثوبی ھذین وکفنونی فیھما اور عقل کا بھی مقتضا یہ ہے کہ یہ دو کپڑے ادنیٰ لباس ہیں آدمیوں کے لئے۔ اس لئے اسے کفن کفایت کہا جائے۔ کفن سنت اور کفن کفایت کے بعد کفن کا ایک اور درجہ ہے جسے کفن ضرورت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جو میسر ہو۔ لیکن کم از کم اتنا تو ہو کہ سارا بدن ڈھک جائے۔ عورت کے لئے سنت پانچ کپڑے ہیں۔ لفافہ۔ ازار۔ قمیص۔ اوڑھنی۔ سینہ بند۔ ان کے لئے کفن کفایت تین ہیں۔ لفافہ۔ ازار۔ اوڑھنی یا لفافہ۔ ازار۔ اوڑھنی۔ یا لفافہ۔ قمیص۔ اوڑھنی۔ اور ان کے لئے بھی کفن ضرورت وہی ہے جو مرد کیلئے ہے۔ لفافہ یعنی چادر کی مقدار یہ ہے کہ میت کے قد سے اس قدر زیادہ ہو کہ دونوں طرف باندھ سکیں۔ ازار یعنی تہبند چوٹی سے قدم تک یعنی لفافہ سے اتنا چھوٹا جو بندش کے لئے زیادہ تھا۔ قمیص جسکو کفنی کہتے ہیں گردن سے گھٹنوں کے نیچے تک اور یہ آگے پیچھے دونوں طرف برابر ہو۔ چاک اور آستین نہ ہو۔ مرد اور عورت کی کفنی میں فرق ہے۔ مرد کی کفنی مونڈھے پہ چیریں اور عورت کے لئے سینہ کی طرف پھاڑیں۔ اوڑھنی تین ہاتھ کی ہونی چاہیئے یعنی ڈیڑھ گز۔ سینہ بند پستان سے ناف تک اور بہتر یہ ہے کہ ران تک ہو۔ (عالمگیری رد المحتار)
درمختار میں ہے کہ بلا ضرورت کفن کفایت سے کم کرنا ناجائز و مکروہ ہے۔ کفن اچھا ہونا چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مردوں کو کفن اچھا دو۔ اس لئے کہ وہ باہم ملاقات کرتے اور اچھے کفن سے تفاخر اور خوش ہوتے ہیں۔ سفید کفن بہتر ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مردوں کو سفید کپڑے میں کفناؤ۔
(غنیہ رد المحتار)

کفن پہنانے کا طریقہ

میت کو غسل دینے کے بعد بدن کو کسی کپڑے سے آہستہ پونچھ لیں تاکہ کفن تر نہ ہو اور کفن کو تین یا پانچ یا سات بار دھونی دیں۔ اس سے زیادہ نہیں۔ پھر کفن یوں بچھائیں کہ پہلے بڑی چادر پھر تہبند پھر کفنی، پھر میت کو اس پر لٹائیں اور کفنی پہنائیں۔ داڑھی اور تمام بدن پر خوشبو لگائیں اور مواضع سجود یعنی پیشانی ناک، ہاتھ، گھٹنے قدم پر کافور لگائیں۔ پھر ازار یعنی تہبند لپیٹیں پہلے بائیں طرف سے پھر داہنے طرف سے تاکہ داہنا اوپر رہے۔ سر اور پیر کی طرف باندھ لیں۔ تاکہ اڑنے کا اندیشہ نہ رہے۔ عورت کو کفنی پہنا کر اس کے بال کے دو حصے کر کے کفنی کے اوپر سینہ پر ڈال دیں اور اوڑھنی پشت سے نیچے بچھا کر سر پر لاکر منہ پر مثل نقاب ڈال دیں۔ تاکہ

پردہ رہے۔ اس کا طول نصف پشت سے سینہ تک ہے۔ اور عرض کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک ہے پھر بدستور ازار ولفافہ لپیٹیں۔ پھر سب کے اوپر سینہ بند باندھیں پستان سے ران تک لاکر باندھیں (عالمگیری، درمختار وغیرہا)

کفن وغیرہ پر عہد نامہ لکھنا۔ کفن پیشانی اور سینہ پر عہد نامہ کے مقدس کلمات لکھنے پر کچھ لوگوں کو اعتراض ہے بعض نے اس اعتراض کی بنیاد اس نظریہ پر قائم کی ہے کہ چونکہ کفن وغیرہ پر اسماء ادعیہ (دعائیہ کلمات) لکھے جاتے ہیں اور میت کا بدن شق ہوتا ہے۔ اس سے ریم پیپ وغیرہ نکلتا ہے تو نجاست سے وہ کلمات ملوث ہوں گے اور صورت میں کلمات مقدسہ کی بے حرمتی ہو گی جسے ایک مومن کا ضمیر قبول نہیں کر سکتا۔ اس لئے کلمات کے لکھنے سے بچنا ضروری ہے۔ حالانکہ اگر علماء محققین کی کاوشوں کا جائزہ لیا جائے اور انکی تحقیقات کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو اس قسم کے اعتراضات کی بنیاد میں تزلزل نظر آئے گا اور یہ امر بالکل واضح اور آشکار ہو جائے گا کہ ہمارے اسلاف کرام نے کفن و پیشانی اور سینہ اسمائے ادعیہ لکھنے کی وصیت کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس امر کی جانب دعوت دیتے تھے۔ ہمارے علماء کرام نے فرمایا کہ میت کی پیشانی یا کفن پر عہد نامہ لکھنے سے میت کے لئے امید مغفرت ہے چنانچہ اس امر کی تائید میں چند علماء محققین کا ذکر ضروری ہے۔

(۱) امام ابوالقاسم صفار نے جو امام نصیر بن یحییٰ کے شاگرد ہیں جو شیخ المذہب سیدنا امام ابویوسف ومحرر المذہب سیدنا امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے تلمیذ ہیں مذکورہ بالا نظریہ کی تصریح وروایت کی ہے۔ کتاب الاستحسان میں ہے " ذکر الامام الصفار لو

کتب علی جبھۃ المیت او علی عمامتہ او کفنہ عھد نامہ یرجیٰ ان یغفر اللہ تعالیٰ للمیت ویجعلہ امنا من عذاب القبر" (ترجمہ) امام صفار نے ذکر فرمایا کہ اگر میت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھ دیا جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بخش دے اور عذاب سے مامون و محفوظ رکھے۔

(۲) ابونصیر نے فعل امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس قول کی تائید وتقویت دی ہے۔

(۳) علامہ مدقق علائی نے درمختار میں اس پر استناد فرمایا ہے۔

(۴) امام اجل طاؤس تابعی شاگرد سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے کفن پر عہد نامہ لکھے جانے کی وصیت فرمائی اور حسب وصیت ان کے کفن پر لکھا گیا۔

(۵) حضرت کثیر ابن عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچازادے ہیں انہوں نے خود اپنے کفن پر کلمات شہادت لکھا۔ چنانچہ مصنف عبد الرزاق اور ان کے طریق سے معجم طبرانی اور ان کے طریق سے حلیۃ ابونعیم میں ہے۔ : حضرت بتول زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انتقال کے قریب امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اپنے غسل کے لئے پانی رکھوایا۔ پھر غسل فرمایا اور کفن منگا کر پہنا اور حنوط کی خوشبو لگائی۔ پھر مولیٰ علی کو وصیت فرمائی کہ مرے انتقال کے بعد کوئی مجھے نہ کھولے اور اسی کفن میں دفنا دی جائیں۔ پھر لکھتے ہیں :-

فقلت لہ ھل علمت احداً فعل ذالک

قال نعم کثیر بن عباس وکتب فی اطراف الکفانه یشهد کثیر بن عباس ان لا اله الا الله یعنی میں نے پوچھا کسی اور نے بھی ایسا کیا؟ کہا ہاں! کثیر بن عباس نے اور انہوں نے اپنے کفن کے کناروں پہ لکھا۔ کثیر بن عباس لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہے۔ درمختار میں ہے کتب علی جبهة المیت او عمامته او کفنه عهد نامه یرجی ان یغفر الله للمیت اوصی بعضهم ان یکتب فی جبهة وصدره "بسم الله الرحمن الرحیم" ففعل ثم روی فی المنام فسئل فقال لما وضعت فی القبر جاءتنی ملائکة العذاب فلما رأو مکتوبا علی جبهتی "بسم الله الرحمن الرحیم" قالوا امنت من عذاب الله

(ترجمہ) مردے کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہدنامہ لکھنے سے اسکی بخشش کی امید ہے۔ کسی صاحب نے وصیت کی تھی کہ ان کی پیشانی و سینے پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھیں تو وصیت کے مطابق لکھ دیا گیا۔ پھر وہ صاحب خواب میں نظر آئے حال پوچھنے پر فرمایا جب میں قبر میں رکھ دیا گیا تو عذاب کے فرشتے آئے۔ لیکن جب مری پیشانی پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا دیکھا تو کہا تجھے عذاب الٰہی سے امان ہے۔ متعدد روایتوں سے ثابت ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کو صحابۂ کرام جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور پھر قبل موت وصیت کرتے تھے کہ میں نے اس تبرک کو آج ہی کے دن کے لئے محفوظ کر رکھا تھا۔ اس لئے اسے مری لاش کے ساتھ رکھا جائے۔ جیسا حضرت امیر معاویہ حضرت انس بن مالک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی وصیتیں اسی تصور کو پیش کر رہی ہیں۔

حضرت امام ابو عمر یوسف بن عبداللہ نے کتاب الاستعیاب فی معرفة الاصحاب میں فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ نے وصیت کی جب میں اس دنیا سے جانے لگوں تو میرے پاس حضورؐ کا کرتہ و ناخن و موئے مبارک ہے۔ قمیص سراپا تقدیس کو مرے کفن کے نیچے بدن کے متصل رکھنا۔ موئے مبارک و ناخنہائے مقدسہ کو میرے منہ میں آنکھوں اور پیشانی وغیرہ پر رکھنا۔ ابن السکن نے بطریق صفوان بن ہبیرہ اس روایت کو نقل کیا ہے کہ ثابت بنانی فرماتے ہیں، مجھ سے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ یہ موئے مبارک سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے، اسے مری زبان کے نیچے رکھ دو۔ میں نے رکھ دیا وہ یونہی دفن کر دئے گئے کہ موئے مبارک ان کی زبان کے نیچے تھا۔

حاکم نے مستدرک میں بطریق حمید بن عبدالرحمان رواسی روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے وصیت کی فرمایا کہ مرے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مشک (خوشبو) کا کچھ حصہ بچا ہوا ہے اسے میرے جنازے کے ساتھ جب خوشبو استعمال ہو اس میں ملا کر استعمال کریں۔ ان روایتوں کے علاوہ اور بہت سی روایتیں ہیں جن سے ثابت ہے کہ حضور کے تبرکات سے صحابۂ کرام انتہائی انسیت و محبت کرتے تھے۔

اور یہ بالکل تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ جیسے نقوش آیات و احادیث کی تعظیم فرض ہے یوں ہی حضور کے تبرکات واجب الاحترام ہیں اور صحابۂ کرام کا یہ عمل یعنی جنازہ کے ساتھ تبرکات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا استعمال کرنا اس بات کو ثابت کرتا ہے، کہ

نا پاکی کی علت سے اسماء اُدعیہ کو نا جائز رکھنا باطل ہے بلکہ ان کے عمل سے ہمیں رہنمائی ملتی ہے کہ اسماء ادعیہ لکھ کر رحمتِ خداوندی اور فضلِ ربانی کی امید رکھنا جائز و درست ہے۔

کفن پر اسماءِ ادعیہ لکھنے میں جو شبہ کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ میت کا بدن شق ہوتا ہے تو اس سے پیپ وغیرہ نکلتا ہے، جس سے کلمۂ مقدس کا نجاست سے ملوث لازم آئے گا۔ لیکن یہی شبہ آیاتِ ربانی لکھ کر پینے میں موجود ہے۔ کیونکہ پانی کے بارے میں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ تمام جزوِ بدن بن جاتا ہے تو لامحالہ مثانہ سے گذر کر آلاتِ بول سے نکلیگا۔ حالانکہ قرآن عظیم مثلاً سورۂ فاتحہ و آیاتِ شفا لکھ کر بغرض شفا پینا سلفاً خلفاً بلا انکار رائج ہے۔ ثبوتی طور پر دو ایک روایت پیش ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دردِ زہ کے لئے فرمایا "تکتب لہا شیئ من القرآن وتسقی" قرآن مجید سے کچھ لکھ کر پلائیں۔ امام احمد بن حنبل اس کے لئے حدیث عباس، دعائے کرب اور دو آیتیں تحریر فرمایا کرتے "لا الٰہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب اللہ رب العرش العظیم الحمد للہ رب العالمین کانہم یوم یرونہا لم یلبثوا الا عشیۃ او ضحٰہا کانہم یوم یرون ما یوعدون لم یلبثوا الا ساعۃ من نہار۔" ان کے صاحبزادے جلیل امام عبداللہ ابن احمد ان کلمات کو زعفران سے لکھتے۔ امام حافظ ثقہ امام احمد بن علی ابوبکر مروزی نے کہا کہ میں نے بارہا لکھتے دیکھا ہے۔ حالانکہ ہر ایک جانتا ہے پانی جزوِ بدن نہیں بنتا اور اس سے مثانہ سے گذر کر آلات بول سے نکلتا ضروری ہے بلکہ خود زمزم شریف کیا متبرک و مقدس نہیں، اسی لئے تو اس سے استنجا کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

درمختار میں "یکرہ الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال" ردمحتار میں ہے "وکذا ازالۃ النجاسۃ الحقیقیۃ من ثوبہ او بدنہ حتی ذکر بعض العلماء تحریم ذالک" اور اسی آبِ زمزم کا پینا اعلیٰ درجہ کی سنت ہے۔ بلکہ کوکھ بھر کر پینا ایمان خالص کی نشانی ہے۔ تاریخ بخاری، سنن ابن ماجہ و صحیح مستدرک میں بسند حسن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"آیۃ ما بیننا وبین المنافقین انہم لا یتضلعون من زمزم" (ترجمہ) ہم میں اور منافقوں میں فرق کی علامت یہ ہے کہ وہ آبِ زمزم کو کوکھ بھر کر نہیں پیتے۔ تو معلوم ہوا جب تعویذ لکھ کر پینا، آبِ زمزم پینا جائز و درست ہے، اور علماء و صلحاء نے اسے مستحسن قرار دیا ہے تو نجاست کی علت لیکر عہد نامہ لکھنے کو ممنوع قرار دینا بے جا ہے اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ کفن پر اسماء ادعیہ لکھنا فقہاً و حدیثاً جائز ہے تو شجرۂ شریف کا میت کے ساتھ قبر میں رکھنا اس باب سے ثابت ہے اور اسمائے محبوبانِ خدا علیہم السلام سے توسل و تبرک بلاشبہ محمود و مندوب ہے۔ تفسیر طبری پھر شرح مواہب لدنیہ للعلامۃ الزرقانی میں ہے "اذا کتب اسماء اہل الکہف فی شیئ والقی فی النار اطفئت" جب اسماء اصحاب کہف لکھ کر آگ میں ڈال دئے جائیں تو آگ بجھ جاتی ہے۔ تفسیر نیشاپوری علامہ حسن ابن محمد ابن حسین نظام الدین میں ہے۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اصحاب کہف کے
اسماء تحصیل نفع و ضرر اور آگ بجھانے کے ہیں۔ غور فرمائیے وہ
لوگ (اصحاب کہف) امت عیسوی کے اولیاء ہیں تو پھر اولیاء امت
محمدیہ کا کیا کہنا۔ ان کے اسماء کرام کی برکت کیا شمار میں آسکتی ہے،
لہٰذا ثابت ہوا کہ کفن پیشانی سینے پر اسماء ادعیہ لکھنا شجرہ شریف
کا قبر میں رکھنا برکت سے خالی نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ)

جنازہ لے چلنا جنازے کو کندھا دینا عبادت ہے۔ ہر شخص
کو چاہیئے کہ عبادت میں سبقت کرے۔
کوتاہی و سستی کی بنا پر اس عبادت کو ترک نہ کرے۔ خود حضور کونین
صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ کا جنازہ اٹھایا ہے۔
(جوہرہ) سنت یہ ہے کہ چار شخص جنازہ اٹھائیں۔ ایک ایک پایہ
ایک ایک شخص لے (اسکی روایت ابوداؤد (ابن ماجہ) وبیہقی نے
کی ہے (ہدایہ) اگر صرف دو شخصوں نے جنازہ اٹھایا۔ ایک سرہانے
اور ایک پائینتی۔ تو بلا ضرورت مکروہ ہے اور ضرورت کی وجہ سے
ہو تو مثلاً جگہ کی تنگی ہو تو حرج نہیں (عالمگیری) جو شخص جنازہ
کے ساتھ ہو، اسے بغیر نماز پڑھے واپس ہونا نہ چاہیئے اور نماز کے
بعد اولیاء میت سے اجازت لیکر واپس ہوسکتا ہے اور دفن کے
بعد اولیاء سے اجازت کی ضرورت نہیں۔ (عالمگیری)

نماز جنازہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ ایک نے بھی
پڑھ لی تو ہر ایک کا دامن گناہ سے بچ
گیا۔ ورنہ جسکو خبر پہنچی تھی اور نماز نہ پڑھی تو گنہگار ہوا (عامہ کتب)
اس کی فرضیت کا جو انکار کرے وہ کافر ہے۔ نماز جنازہ واجب
ہونے کے لئے وہی شرائط ہیں جو نماز کیلئے ہیں۔ قادر۔ بالغ
عاقل مسلمان ہونا۔ ایک بات اس میں زائد ہے۔ یعنی موت
کی خبر ہونا (رد المحتار) نماز جنازہ میں دو رکن ہیں۔
چار بار اللہ اکبر کہنا۔ قیام، بغیر عذر بیٹھکر نماز پڑھی
تو نماز نہ ہوی (درمختار۔ رد المحتار) اس نماز میں تین چیزیں
سنت موکدہ ہیں۔ اللہ عزوجل کی حمد وثنا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر
درود۔ میت کے لئے دعا۔ طریقہ یہ ہے:۔
کان تک ہاتھ اٹھاکر اللہ اکبر کہتا ہوا نیچے لائے اور ناف
کے نیچے حسب دستور باندھ لے۔ اور ثنا پڑھے: یعنی سبحٰنك
اللھم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك وجل
ثناؤك ولا الٰہ غیرك پھر بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہے
اور درود شریف پڑھے، بہتر وہ درود ہے جو نماز میں پڑھا جاتا
ہے اور کوئی دوسرا پڑھا جب بھی کوئی حرج نہیں پھر اللہ اکبر
کہہ کر اپنے میت اور تمام مومنین کے لئے دعا کرے۔
چوتھی تکبیر کے بعد بغیر کوئی دعا پڑھے ہاتھ کھول کر سلام پھیر
دے۔ سلام میں میت و حاضرین فرشتوں کی نیت کرے۔
(درمختار رد المحتار)

مستحب یہ ہے کہ وہ شخص نماز پڑھائے جس سے وہ راضی
تھا (ہدایہ) میت کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے۔ یہ جائز نہیں ہے
کہ میت کو زمین پر رکھ دیں اور چاروں طرف سے دیوار قائم
کرکے بند کردیں۔ (عالمگیری) قبر کی لمبائی میت کے قد کے
برابر ہو اور چوڑائی آدھے قد کی اور گہرائی کم از کم نصف قد
کی اور بہتر یہ ہے کہ گہرائی بھی قد کے برابر ہو اور متوسط درجہ
یہ ہے کہ سینہ تک ہو۔ (رد المحتار)
قبر کی دو قسم ہے۔ لحد کہ قبر کھود کر اس میں قبلہ کی طرف
میت رکھنے کی جگہ کھودیں۔ اور صندوق وہ جو ہندوستان میں

عموماً رائج ہے۔ لحد سنت ہے۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللحد لنا والشق لغیرنا (اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے (ہدایہ) قبر میں اترنے والے دو تین ہوں۔ کوئی تعداد اس میں خاص نہیں اور یہ بہتر ہے کہ قوی نیک ہوں کہ کوئی بات نامناسب دیکھیں تو لوگوں پہ ظاہر نہ کریں (عالمگیری) جنازہ قبر سے قبلہ کی جانب رکھنا مستحب ہے کہ مردہ قبلہ کی جانب سے قبر میں اُتارا جائے۔ یوں نہیں کہ قبر کی پائنتی رکھیں اور سر کی جانب سے۔ (درمختار) میت کو قبر میں رکھتے ہوئے یہ دُعا پڑھیں بسم اللہ وباللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اور ایک روایت میں بسم اللہ وفی سبیل اللہ بھی آیا ہے (عالمگیری ردالمحتار) میت کو دہنی کروٹ پر لٹائیں اور اس کا منہ قبلہ کو کریں۔ اگر قبلہ کی طرف منہ کرنا بھول گئے اور تو تختہ لگانے کے بعد یاد آیا تو تختہ ہٹا کر قبلہ رو کریں اور مٹی دینے کے بعد یاد آیا تو نہیں (عالمگیری، درمختار، ردالمحتار)

تختہ لگانے کے بعد مٹی دی جائے۔ مستحب یہ ہے کہ سرہانے کی طرف دونوں ہاتھوں سے تین بار مٹی ڈالیں پہلی بار کہیں منها خلقنکم دوسری بار وفیها نعیدکم تیسری بار ومنها نخرجکم تارۃ اخریٰ باقی مٹیوں کو دوسرے آلات جس سے ممکن ہو یا ہاتھ ہی سے قبر میں ڈالیں جتنی مٹی قبر سے نکلی اس سے زیادہ ڈالنا مکروہ ہے (جوہرہ عالمگیری)

مستحب یہ ہے کہ دفن کے بعد قبر پہ سورۂ بقرہ کا اول و آخر پڑھیں۔ سرہانے الٓمٓ سے مفلحون تک اور پائنتی اٰمن الرسول سے ختم سورۃ تک (جوہرہ) دفن کے بعد قبر کے پاس اتنی دیر ٹھہرنا مستحب ہے جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے گوشت تقسیم کر دیا جائے۔ کہ ان کے رکنے سے میت کو انس ہوگا اور منکرین کا جواب دینے میں وحشت نہ ہوگی۔ اور اتنی دیر تک تلاوت قرآن اور میت کے لئے دعا و استغفار کریں اور یہ دعا کریں کہ سوال نکیرین کے جواب میں ثابت قدم رہے۔ (جوہرہ وغیرہ)

خدا تمام مومنین و مومنات کو صراط مستقیم پہ ثابت قدم رکھے آمین بجاہ سید المرسلین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین، برحمتک یا ارحم الراحمین۔

پیشکش :-

عبد المجید منیار، زمرۂ ثالثہ
متعلم دار العلوم لطیفیہ عربی کالج مکان حضرت
قطبِ ویلور قدس سرہٗ

سرکارِ دو عالم کے رُخ پر انوار کا عالم کیا ہوگا
جب زلف کا ذکر ہے قرآں میں رخسار کا عالم کیا ہوگا،

محبوبِ خدا کے جلوؤں سے ایمان کی آنکھیں روشن ہیں
بے دیکھے ہی جب یہ عالم ہے دیدار کا عالم کیا ہوگا

جب انکے گدا بھر دیتے ہیں شاہانِ زمانہ کی جھولی
محتاج کا جب یہ عالم ہے مختار کا عالم کیا ہوگا

ہے نام میں انکے اتنا اثر جی اٹھتے ہیں مردے بھی سُن کر
وہ حال اگر خود ہی پوچھیں، بیمار کا عالم کیا ہوگا

جب ان کے غلاموں کے در پہ جُھکتے ہیں سلاطینِ عالم
پھر کوئی بتائے آقا کے دربار کا عالم کیا ہوگا

جب سنکے صحابہ کی باتیں کفار مُسلماں ہوتے تھے،
پھر دونوں جہاں کے سرور کی گفتار کا عالم کیا ہوگا

طیبہ سے ہوا جب آتی ہے بیکل کو سکوں ملجاتا ہے
اس پار کا جب یہ عالم ہے اُس پار کا عالم کیا ہوگا

اللطیف ۱۳۹۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بہ بارگاہِ غوثیت مآب محبوبِ سبحانی معشوقِ ربانی
حضرت مخدوم محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شاہ غوث الوریٰ سلام علیک ۔۔۔ نائب مصطفیٰ سلام علیک

مظہر کبریا سلام علیک ۔۔۔ مصدر اولیاء سلام علیک

معاف ہو ہر خطا سلام علیک ۔۔۔ دُور ہو ہر بلا سلام علیک

کوئی سمجھیگا کیا، کوئی جانیگا کیا ۔۔۔ مرتبہ آپ کا سلام علیک

گلشن دین اسلام تازہ ہُوا ۔۔۔ تم سے یا سیّدا سلام علیک

تا قیامت چمکتا رہیگا حضور ۔۔۔ آفتاب آپ کا سلام علیک

نیّر بخت اسلام گردش میں ہے ۔۔۔ ہے یہ وقت دُعا سلام علیک

اپنی سرکار سے اب بھرو جھولیاں ۔۔۔ کھولو باب عطا سلام علیک

دونو عالم میں کافی ہے سب کیلئے ۔۔۔ بھیک دو تم ذرا سلام علیک

تم جسے بھی ذرا چاہو یا سیّدا ۔۔۔ ہو بُرا بھی بھلا سلام علیک

دیجے ایسی دُعائیں خدا خوش رہے ۔۔۔ خوش رہیں مصطفیٰ سلام علیک

پورا مقصد ہو الطاف سے آپ کے ۔۔۔ حاضر حضار کا سلام علیک

آپ کے جد کے صدقے میں مقبول ہو
یہ سلام آج کا سلام علیک

ایک اہم فتویٰ

آج سے چند سال پیشتر مندرجۂ ذیل استفتاء کا جواب دیا گیا تھا جو ہدیۂ ناظرین ہے۔

ادارہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ اکثر لوگ نماز کے بعد دُعا اور وظائف کے بعد سجدہ میں سر رکھ کر بہت دیر تک دُعا مانگتے ہیں۔ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ فقط

الجواب

حامداً و مصلیاً و مسلماً سوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے فوراً بعد سجدہ نہیں کیا جاتا ہے جیسا کہ بعض لوگ وتر کی نماز کے بعد کرتے ہیں بلکہ یہاں تو نماز و وظائف کے بعد سجدہ کر کے عاجزی و انکساری سے دعا مانگتے ہیں۔ اس قسم کا سجدہ فجر اور عصر کی نماز کے علاوہ دوسری نمازوں کے کچھ دیر بعد اور فجر میں طلوع آفتاب کے بعد کرنا جائز ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک سجدۂ شکر مکروہِ تنزیہی ہے۔ مگر صاحبین کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے فضل و عطا پر جیسے رزق، فرزند، مال، دفع بلا، بیمار کی تندرستی یا گم شدہ چیز کے ملنے پر یا اسی قسم کی نعمت جو مصیبت نہیں ہے با طہارت قبلہ رخ ہو کر سجدۂ تلاوت کی طرح ایک شکر کا سجدہ حمد و ثنا کے ساتھ ادا کرنا مستحب ہے۔ السراج

چونکہ سجدۂ شکر میں عبادت اور عاجزی ہے لہٰذا لوگوں کو اس سے روکا نہ جائے — المجتبیٰ

جو سجدہ بے سبب ہو وہ قربت نہیں مگر وہ مکروہ بھی نہیں ہے لیکن ادائے نماز کے بعد جو سجدہ کرتے ہیں، اس وجہ سے مکروہ ہے کہ کہیں عام لوگ اور جاہل اس کو سنت نہ سمجھ بیٹھیں۔ جو بھی نفل کام اس قسم کا شبہ پیدا کرنے والا ہوتا ہے، وہ مکروہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(دستخط) (مولانا مولوی) ابوالمعالی علوی عفی عنہٗ

مدرس دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطبؒ ویلور قدس سرہٗ

(دستخط) (مولانا مولوی) سید شہاب الدین صاحب قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جینا نہیں آتا تو مر کیوں نہیں جاتا

از مولانا پروفیسر
الحاج محمد جلال صاحب کڈپوی M.A
صدر شعبۂ عربی و فارسی و
اردو اسلامیہ کالج وانمباڑی

جو کام ہیں کرنے وہ کر کیوں نہیں جاتا
کچھ اپنے تغافل سے مگر کیوں نہیں پاتا؟

ہے صرف بکھرنا ہی ترا مقصدِ ہستی
افلاک ترقی پہ بکھر کیوں نہیں جاتا؟

اعجازِ براہیم کو دہرانے کی خاطر
تو نارِ حوادث سے گزر کیوں نہیں جاتا؟

دنیا کی کسوٹی پہ کھرا اترا ہے لیکن
قرآں پہ کھرا آج اتر کیوں نہیں جاتا؟

مل کر تو مسِ خام سے کیوں خام بنا ہے؟
اے جوہرِ اسلام نکھر کیوں نہیں جاتا؟

ٹکڑوں پہ خودی بیچ کے کیا خاک جیے گا؟
جینا نہیں آتا تو مر کیوں نہیں جاتا؟

کب تک ترے ی بگڑی ہوئی قسمت کا یہ رونا
دن آئے سنورنے کے سنور کیوں نہیں جاتا؟

روباہوں کے چنگل میں گرفتار ہوا کیوں؟
تو اے اسد اللہ! بپھر کیوں نہیں جاتا؟

موجوں کی شکایت ہے تھپیڑوں کا گلہ کیوں؟
تو پستیٔ ساحل سے ابھر کیوں نہیں جاتا؟

اللہ کے پرستار کا سر! غیر کے در پر!
صد حیف! یہ سر تن سے اتر کیوں نہیں جاتا؟

تو جامِ شہادت کا اگر دل سے ہے خواہاں
ٹیپو کی طرح شوق سے مر کیوں نہیں جاتا؟

کب تک جلال اپنا یہ ہنگام غلامی؟
کہتے ہیں کہ جاتا ہے مگر کیوں نہیں جاتا؟

قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس سے خدا کی معرفت کا شعور حاصل ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ کتاب متقیوں کے لئے سرچشمۂ ھدایت ہے اسکی تعلیمات اہل علم کے دل کی آواز ہیں۔

علم نفسیات کا یہ اصول ہے کہ عقل اور جذبات دو مختلف کیفیتیں ہیں، جن کا یکجا ہونا ممکن نہیں مگر قرآن اس قید سے آزاد ہے۔ قرآن کا طرز تخاطب آسان بالراست ہے۔ نہ اس میں تصنع و بناوٹ کا کوئی عنصر ہے اور نہ پیچیدگی و الجھاؤ کا کوئی حصہ ہے۔ قرآن عقل انسانی اور جذبات و تخیل کو بیک وقت اپیل کرتا ہے۔ اس پہ نفسیات کا قانون اس لئے لاگو نہیں ہوتا کہ اسکی تخلیق ایک مافوق البشر ہستی کے دست قدرت نے کی ہے۔ قرآن میں متعدد جگہوں پر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ و فضائل حسنہ بیان کئے گئے ہیں لیکن ذیل کی آیت مبارکہ میں ایک ایسے لفظ سے حضور کا متعارف کیا گیا ہے جو اپنے دامن میں انگنت نکات پوشیدہ رکھتا ہے۔ ان میں سے چند نکات کو صفحۂ قرطاس پہ بکھیرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

رب کائنات نے ارشاد فرمایا "قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین" (رب العزت)۔ قرآن کی اس مقدس آیت میں اس ذات گرامی کی بعثت کو بیان فرما رہا ہے جو کائنات کے درد کا درماں بنکر آیا ہے لیکن تخاطب کا انداز بیان یہ نہیں ہے کہ بطن آمنہ سے نور محمدی کا ظہور بخشتا۔ اگر کلام کا یہ لہجہ ہوتا تو عقل کے پردہ پہ یہ بات ثبت ہو سکتی تھی کہ دنیائے فانی میں تشریف لانے سے پہلے سرور کونین کا وجود گرامی نہ تھا لیکن ارشاد ربانی ہے "آیا اللہ کی جانب سے نور اور روشن کتاب" اس سے معلوم ہوا کہ نور کی تخلیق پہلے ہو چکی تھی شمس و قمر سے پہلے شجر و حجر سے پہلے خشک و تر سے پہلے خیر البشر پیدا ہو چکے تھے۔ ابو البشر سے پہلے جیسا کہ خود اس ذات مقدس نے ارشاد فرمایا جس کے لبوں سے کلام الٰہی کے نغمے ابھرتے تھے "واول ما خلق اللہ نوری الخ" اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے مرے نور کو ظہور بخشا اور پھر مرے نور سے ساری کائنات کو وجود بخشا۔ اصل کائنات نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ باقی جو کچھ ہے اسی کے عکوس و ظلال ہیں، چاہے ستاروں کی ضیا باریاں ہوں یا شمس و قمر کی تابانیاں، شفق کی رنگینی ہو یا نسیم صبح کی دلفریبی، پھولوں کا تبسم ہو یا کلیوں کا تکلم، بھونروں کی گنگناہٹ ہو یا غنچوں کی سرگوشی، جبین شب کی افشاں ہو یا نمود مہر تاباں، آبشاروں کی صدا ہو یا سکوت صحرا، غرضیکہ کائنات میں

جو کچھ ہے اسی نور درخشاں کا پرتو ہے۔ عقلیں حیران وششدر رہیں کہ ایک ہی نور اپنے دامن میں اتنی تجلیاں کیونکر سمیٹ سکتا ہے۔ ایک نور کی یہ ساری تابانیاں کیسے ہو سکتی ہیں، لیکن نظام عالم کا اگر جائزہ لیا جائے تو اس راز سے پردہ یقیناً اٹھ سکتا ہے۔ مثلاً آپ نے ایک دانہ کے وجود کو خاک کے دامن میں چھپا دیا۔ ابھی چند ہی روز گذرتا ہے کہ زمین کا سینہ چاک کر کے ایک پودا نمودار ہوتا ہے، پھر وہی پودا اپنی شاخوں کو مختلف سمتوں پھیلا دیتا ہے۔ پھر ان ڈالیوں میں کلی کی نمود ہوتی ہے۔ پھر جنبش موج نسیم سے کلی نشہ ہستی میں جھومنے لگتی ہے اور جب شبنم کی خنکی پاتی ہے، کلی آنکھ کھول دیتی ہے اور مسکرانے لگتی ہے۔ اور پھر گل خنداں پہ آپ کہہ اٹھتے ہیں پھول کھل گیا۔ ذرا غور و فکر کی مشعل سامنے رکھ کر سوچیئے کہ وہی ایک دانہ کبھی آغوش زمین میں روپوش رہا کبھی درخت کی صورت اختیار کر گیا کبھی کلیوں کو نمودار کیا اور کبھی متبسم پھول کو وجود بخشا۔ بلا تمثیل اصل کائنات نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو کبھی آغوش رحمت میں روپوش رہا، کبھی جبین عرش کا ستارہ بن کر چمکا۔ کبھی پیشانیٔ آدم میں سجود ملائک ہوا کبھی فاران کی چوٹیوں سے آفتاب رسالت بن کر طلوع ہوا ؎

یہی نور ازل ہر دم نئے سانچوں میں ڈھلتا ہے
نمودِ صبح نو بن کر بہار کہکشاں بن کر

اور اعلان کر دیا گیا قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین سرورکونین (فداہ ابی وامی) صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں یہ مسئلہ ہر قسم کے شکوک سے بالاتر ہے، کیونکہ آیت مذکورہ میں آپ کو واضح انداز میں نور فرمایا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا' میں نے حضور سے زیادہ حسین وخوب رو کسی اور کو نہیں دیکھا۔ ایسا معلوم ہوتا گویا آفتاب چمک رہا ہے۔ ربیع بنت معوذ نے کہا" اگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آرا کا مشاہدہ کرتے تو یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتے کہ سورج طلوع ہو گیا" حضرت جابر بن سمرہؓ نے اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کیا " ایک مرتبہ رات میں جبکہ چاند کی جبین پر چاندنی مکمل طور سے پھیلی تھی، میں حسن ازل کے شاہکار کو دیکھ رہا تھا جس کے جسم ناز پر سرخ جوڑے تھے۔ میں کبھی چاند کی محفل فروزاں کو دیکھتا اور کبھی محمد رسول اللہ کے حسن لازوال کو بالآخر مری چشم بینا نے یہ فیصلہ کیا کہ حضور چاند سے کہیں زیادہ حسین ہیں۔ کعب بن مالک نے کہا' سرور وانبساط کے کیف میں حضورؐ کا روئے زیبا ایسا چمکتا گویا مہر تاباں کا ایک ٹکڑا ہے۔ اسی چمک کو دیکھ کر ہم آپ کی خوشیوں کا اندازہ کرتے تھے'۔

ہند ابی ہالہ نے کہا" حضور کے چہرے پر چاند کی سی چمک تھی"۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا" حضور کا جسم انور گویا چاندی سے ڈھلا ہوا ہے"۔ حضرت انس نے فرمایا" سرورکونین گفتگو فرماتے تو دانتوں سے چمک سی نکلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے" ابوقرصافہ کی والدہ اور خالہ جن کے احساسات فطرت کے اصول سے ناآشنا ہیں۔ جنکی حیات کے خدوخال کفر کی

تاریکی میں چھپے ہوئے ہیں جو ابھی ایمان کی دولت لازوال سے محروم ہیں۔ آلو قرسافہ کے ساتھ ایمان کی دولت سمیٹنے کے لئے اس رسول ؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں جن کے ہونٹوں سے ہر ایک کے لئے مہر و محبت کے میٹھے بول نکلتے ہیں۔ جن کی گفتگو میں نغموں کا آبشار ہے۔ پھر اس رسول کی بارگاہ سے ایمان کی ایک تابندہ کرن لپکی اور کفر کی تیرگی دور کر گئی۔ بیعت اسلام سے فارغ ہوکر جب لوٹنے لگیں تو اپنے ضمیر کی آواز کو ان الفاظ میں ادا کیا "ہم نے ایسا حسین و جمیل شخص کہیں اور نہیں دیکھا' اس کے منہ سے روشنی سی نکلتی دیکھی ہے"۔ یہ تمام تاثرات جن کا اوپر بیان ہوا ان کے ہیں جو توحید کے رشتہ سے منسلک ہو چکے ہیں جن کے گردنوں میں اسلام کا قلادہ پڑ چکا تھا۔ ایسا قلادہ جس نے ہر قلادے سے آزادی دے دی۔ شعر

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

لیکن ! اب میں ایک ایسی معزز خاتون کا تاثر پیش کروں' جن کا اسلام سے کوئی رشتہ نہیں' تاکہ کوئی تنگ نظر نہ کہے کہ یہ سب ایمان کی شعلہ بیانیاں ہیں' مدینہ میں ایک تجارتی قافلہ آیا اور اس نے اپنا پڑاؤ شہر کے باہر رکھا' اتفاقاً حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا گذر اس طرف سے ہوا' جہاں یہ قافلہ قیام پذیر تھا۔ حضور نے اہل قافلہ سے ایک اونٹ کا سودا کر لیا اور یہ کہہ کر اونٹ ساتھ لے آئے کہ ابھی قیمت بھجوا دیتا ہوں۔ بعد میں قافلہ والوں کو تشویش ہوئی کہ جان پہچان کے بغیر سودا کر لیا۔ اس پریشانی پر سردار قافلہ کی خاتون نے کہا "اپنے دلوں کو اطمینان دو' میں نے اس شخص کا چہرہ دیکھا تھا جو چودھویں رات کی طرح درخشاں تھا وہ کبھی تمہارے ساتھ بدعہدی نہ کریگا۔ ایسا شخص بے وفائی کرنے والا نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا شخص (اونٹ کی رقم) ادا نہ کرے تو میں اپنے پاس سے ادا کروں گی"۔ الفضل ما شہدت بہ الاعداء معلوم ہوا کہ رخ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ حسن و نور ہے۔ جس نے بھی نظر ڈالی اس کے سامنے سے زنگین چلمن اٹھی اور وہ حقیقت کا اظہار کر بیٹھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ سوت کات رہی تھی اور شہنشاہِ دو عالم ؐ نعلین مبارک سی رہے تھے جبین اقدس پر پسینے کے چند قطرے نمودار ہوتے ہیں' میں نے دیکھا ان سے ضیاء پھوٹ رہی ہے۔ میں اس منظر کو دیکھ کر حیران رہ گئی ؎

دلیل صبح فقط نور آفتاب نہیں
کبھی کبھی دلِ شبنم سے پھوٹتی ہے کرن
برگ گل پہ رکھ گئی شبنم کا موتی بادِ صبح
اور چمکاتی ہے اس موتی کو سورج کی کرن

حضور ؐ بھی نور ہیں' اور انبیائے کرام بھی نور ہیں لیکن ان دونوں کا تناسب کیا؟ یہ خدا ہی سمجھے۔ چاہیے یوں کہہ لیجئے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آفتاب ہیں' اور انبیائے کرام ستارے جیسا کہ حضرت علامہ بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ؎

فانہ شمس فضل ھم کواکبھا

یظھرن انوارھا للناس فی ظلم

(ترجمہ) آپ علم وفضل کے آفتاب ہیں اور انبیائے کرام ستارے جو تاریکی میں لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔

اگر آپ آفتاب کی تجلیوں کو دیکھنا چاہتے ہوں، تو خبردار آفتاب سے آنکھیں نہ لڑائیے آنکھیں خیرہ ہو کر رہ جائیں گی۔ اگر مقصد آفتاب کی تابانیوں کا دیکھنا ہی ہے تو در و دیوار پر بکھرے ہوئے جلووں کو دیکھیے۔ جمالِ یوسفی کا نظارہ کرنے کے لئے بازار مصر کا جائزہ لینا ہوگا۔ ید بیضا کی شعاعیں وادیٔ ایمن میں نظر آئیں گی، لیکن جمالِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایک جگہ مقید نہیں، جس طرف نظر اٹھائیے انہیں کے جلوے نظر آئیں گے۔ علم و دانش کی جو بھی روشنی نظر آرہی ہے وہ بلاشبہ سبز گنبد کی سنہری جالیوں سے چھن کر آرہی ہے، بلکہ اب تک دنیا میں جتنے بھی اُجالے ہویدا ہوئے سب اسی نور درخشاں کے کرشمے ہیں۔

کہاں کا دشت ایمن، طور کیا برق بھی کیا
یہ سب کچھ تھی جمالِ مصطفےٰ کی پر توافشانی

۱) آفتاب کی تجلیوں کے مشاہدہ کا طریقہ تو ایک یہ ہے کہ در و دیوار پر بکھری ہوئی شعاعوں کو آنکھوں میں اُتار لیا جائے

۲) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی ظرف میں پانی بھر کر اس میں آفتاب کا عکس دیکھا جائے۔ اگر آپ آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا نظارہ کرنا چاہتے ہیں، مہر رسالت کا عکس دامن دل پہ اتارنے کی خواہش ہے تو دل کے پیمانہ کو لبریز کر لیجیے اور سر جھکا لیجیے ———

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

جب خضر علیہ السلام نے حضرت مخدوم سمنانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان فرمایا کہ میں ایک مرتبہ مسجد نبوی میں موجود تھا ایک محدث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما رہے تھے، لوگوں کی قوت سماعت محدث کی آواز کو جذب کر رہی تھی مگر اسی مسجد میں ایک شخص تنہا ایک گوشہ میں سر جھکائے بیٹھا تھا، میں نے اس سے سوال کیا کہ تم دریائے خموشی میں غوطہ زن کیوں ہو؟ اس کلام کی سماعت میں شریک کیوں نہیں ہوتے جس میں زندگی کی کامیابی کا راز پنہاں ہے۔ تو اس نے جواب دیا "لوگ محدث حدیث رسول سن رہے ہیں اور میں صاحب حدیث سے

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

ایک نابینا محدث حدیث پاک کی تعلیم دے رہے تھے، اور موضوع حدیثوں پر کلام بھی کرتے جاتے تھے اور بتائے جاتے تھے کہ فلاں حدیث صحیح اور فلاں حدیث سرورِ کائنات کی طرف غلط منسوب ہو گئی ہے۔ ایک بار ایک ہونہار طالب العلم نے سوال کیا آپ نابینا ہوتے ہوئے یہ کیسے معلوم کر لیتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح اور یہ غلط ہے، ان باتوں کو پرکھنے کے لئے تو دیدۂ بینا چاہئے، استاد نے جواب دیا۔ حدیث بیان کرتے وقت میری نگاہیں سرورِ کونین کے روئے زیبا پہ جمی رہتی ہیں۔ جب چہرۂ انور پہ تبسم پنہاں کی شعاعیں دیکھتا ہوں تو یہ سمجھ لیتا ہوں کہ یہ حضور کی حدیث ہے اور جب روئے انور پہ غیض و غضب کے آثار دیکھتا ہوں تو یہ سمجھ لیتا ہوں کہ یہ مرے سرکار کی حدیث نہیں ہو سکتی۔ ——

یک لمحہ دلا غافل ازاں ماہ نباشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

آفتاب کی ضیا باریاں دیکھنے کا تیسرا طریقہ تو یہ ہے کہ کسی آئینہ پر حسین انداز میں کالک لگا دی جائے پھر اس پر آفتاب کا عکس دیکھا جائے۔ آفتاب رسالت کو بے حجابانہ کون دیکھ سکتا ہے۔ ایک ذراسی نقاب اٹھی تھی کہ دشتِ ایمن میں قیامت ہو گئی۔ الامان الامان کی صدا بلند ہونے لگی۔ خدائے ذوالجلال نے جب چاہا کہ دنیا والوں کو اپنے رسولؐ کے جلوؤں کو دکھائے تو لباس بشریت پہنایا۔ کالی کملی اوڑھادی، سیاہ زلفیں بکھیر دی۔ شعر دستار سبز کملی سیہ زلف مشکبو

ہستی حضور کی ہے کہ حال بہار کا

ممکن ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ بات کھٹکے کہ جب سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سارے انبیاء کرام سے افضل و اعلیٰ ہیں تو بعد میں کیوں جلوہ گر ہوئے۔ حالانکہ یہ محاورہ ہر ایک زبان پر جاری ہے الفضل للمتقدمین بزرگی اور بڑائی اگلوں ہی کے لئے ہے۔ امام آگے رہتا ہے اور مقتدی پیچھے۔ تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ یقیناً امام کا بلند مقام ہے۔ امام آگے رہتا ہے اور مقتدی پیچھے۔ لیکن آفتاب کی عظمت شان ہی نرالی ہے۔ اس کے جلوے آگے آگے چلتے ہیں۔ آفتاب افق سے نیچے ہی رہتا ہے لیکن صبح صادق بساط کائنات پر پھیل جاتی ہے اور خبر دیتی ہے کہ اصل آنے والا بعد میں آرہا ہے۔ اس کے آجانے کے بعد ظلمت شب کی پناہ کے لئے کوئی گوشہ نہیں۔ انبیاء کرام آتے رہے اور ہر ایک یہ اعلان کرتا رہا۔ اصل آنے والا بعد میں آرہا ہے مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد یعنی حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بشارت دی کہ مرے بعد ایک رسول مبعوث ہوں گے جن کا اسم گرامی احمد ہوگا (صلے اللہ علیہ وسلم) دوسری وجہ یہ ہے کہ ؎ دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

مبدۂ فیاض معاذ اللہ جلوہ دکھانے میں بخیل نہیں۔ لیکن دیکھنے کی قوت بھی تو ہو۔ فلسفیانہ طور سے نظام عالم پر نگاہ دوڑائیے کہ جب جبین شب کی افشاں ماند پڑنے لگتی ہے اور رات کا آنچل سرکنے لگتا ہے تو فوراً آفتاب اپنا چہرہ نہیں دکھاتا۔ تھوڑی دیر کے لئے اختر صبح درخشاں رہتا ہے پھر شفق مسکراتی ہے تاکہ دیکھنے والوں کی نگاہیں عادی ہو جائیں ورنہ یک بیک نگاہ پڑنے سے آنکھیں بصارت کا پورا سرمایہ کھو بیٹھیں گی۔ پھر اس کے بعد شہزادۂ خاور پرتو فگن ہوتا ہے۔ اسی طرح پہلے حسن یوسفی کی شمع جلادی گئی۔ ید بیضا کی لو اکسادی گئی۔ جمال عیسوی سے نگاہوں کو عادی بنا لیا گیا۔ اس کے بعد فاران کی چوٹی سے آفتاب رسالت کو طلوع کیا گیا کہ دنیا کی نگاہیں اب اس قابل ہو چکی ہیں کہ جمال مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو لباس بشریت میں دیکھ سکیں قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین۔

یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضور کی ذات آفتاب ہدایت ہے تو آپ کی آمد کا اعلان اسطرح کیوں ہوا کہ قد جاءکم من نور اللہ وکتاب مبین بے شک آگیا اللہ کی جانب سے نور اور روشن کتاب' آفتاب آمد دلیل آفتاب

آپ کا اعتراض تسلیم لیکن یہیں پر یہ بھی سوال ہے کہ کن لوگوں کو طلوع خورشید کی خبر نہیں دی جاتی ـــ ان کو جو بیدار ہوتے ہیں۔ مگر جن پر غفلت کی نیند کی حکمرانی ہو۔

انہیں جگانا پڑتا ہے۔ انہیں جھنجھوڑنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ اے غفلت و شرمساری کی نیند میں مست انسان آنکھیں کھول، دیکھ آفتاب عالمتاب بالائے بام آگیا۔ دیکھ اسکی آتشیں کرنیں تیرے بے حس و حرکت جسم پہ تازیانے برسا رہی ہیں۔ یہ مت سوچیئے کہ صرف جسم سوتا ہے، روح کے لئے نیند نہیں۔ جسم کی نیند کو آسانی سے توڑا جا سکتا ہے۔ آپ نے غور نہیں کیا کہ نسیم سحری کی ہلکی سی تحریک سے خوابیدہ سبزے کروٹیں بدلنے لگے۔ سوئی ہوئی کلیوں نے آنکھیں کھول دیں۔ غنچے مسکرا پڑے مگر روح سوتی ہے تو بہت گہری نیند سوتی ہے۔ اس کے بیدار کرنے کے لئے آندھیاں چلتی ہیں، بادل گرجتے ہیں، بجلیاں کڑکتی ہیں، زلزلے آتے ہیں، جب کہیں جا کے روح انسانی بیدار ہوتی ہے، ورنہ پیوندِ خاک ہو کے رہ جاتی ہے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا میں تشریف لائے تو اس وقت جن کی آنکھیں کھلی تھیں۔ جو بیدار تھے ان کے لئے لفظ قَدْ کی ضرورت نہ تھی۔ ان کا ایمان لانا معجزۂ شق القمر پہ موقوف نہ تھا۔ ان کے لئے چہرۂ انور کا دیدار ہی کافی تھا۔ کیا تاریخ بتا سکتی ہے کہ صدیق اکبرؓ اور ابوذر غفاریؓ رضی اللہ عنہما نے کوئی معجزہ طلب کیا؟ ـــ

آقائی و مولائی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے ابوبکر میں خدا کا رسول ہوں۔ حضرت ابوبکر عرض کرتے ہیں صَدَقْتَ یا رسول اللہ سچ فرمایا آپ نے اے اللہ کے رسولؐ، آپ نے فرمایا اے ابوبکر تم اس بات کی تصدیق کیوں کر کر رہے ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہ، یہ چہرہ بھلا جھوٹے کا ہو سکتا ہے؟ ایسے ہی حضرت عبداللہ بن سلام خدمت پاک میں حاضر ہوئے، روئے انور پہ نگاہ پڑی پکار اٹھے:۔

"یہ چہرہ جھوٹے کا نہیں ہو سکتا"

معلوم ہوا کہ قَدْ کی ضرورت ان کیلئے نہ تھی، جو بیدار تھے، بلکہ ان کیلئے تھی جو غفلت کی نیند سو رہے تھے، انہیں بیدار کرنے کی ضرورت تھی۔ جو جبل بوقبیس کی گھاٹیوں سے گونجے لیکن اسکی صدائے بازگشت (ایک بیلال کی آواز کی) دلوار چین میں پیدا ہو، انہیں کو ہوشیار کرنے کے لئے کہا گیا قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین۔

جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب رسالت تو اس سلسلے میں دو نکتے جو ذہن کے دریچے سے جھانک رہے ہیں اسے آپ کے سامنے رکھ دوں تاکہ موضوع تشنہ نہ رہ جائے۔

ایک یہ کہ جب آفتاب اپنا چہرہ دکھاتا ہے تو اس کی شعاعیں صرف سر بفلک پہاڑوں کی چوٹیوں پہ نہیں پڑتی، بلکہ زمین کا پست ترین حصہ بھی اسکی ضیا کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے اگر آفتاب کی تجلی ایک سرمایہ دار کے ایوان کو رونق بخشتی ہے تو دوسری طرف بلاتفریق ایک مفلس و نادار غریب انسان کا جھونپڑا بھی اس کی کرنوں میں نہا جاتا ہے ـــ بعثتِ رسولؐ سے ایمان کی نورانی ضیاء کا استقبال اگر عثمان غنی اور عبدالرحمان بن عوف کے گھروں نے کیا تو بلال و عمار کے جھونپڑے بھی اس سے محروم نہ رہے۔ غرضیکہ جس طرح یہ آفتاب امیر و غریب غنی و فقیر کے درمیان کمی و بیشی کی

دیوار کھڑی کئے بغیر سارے عالم کو روشنی بخشتا ہے، یونہی پیغمبر رسالت کی برکتیں بھی گھر گھر عام ہوگئیں۔

دوسرا نکتہ قابل غور یہ ہے کہ جب آفتاب اپنا چہرہ دکھاتا ہے تو آسمان کے سارے اپنا منہ ڈھانپ لیتے ہیں لیکن زمین کے ذرات ان کی کمی پوری کر دیتے ہیں۔ آفتاب رسالت کی بعثت سے ایک طرف تو آسمانِ ہدایت کے درخشندہ ستارے روپوش ہوگئے، ان کی شریعتیں منسوخ ہوگئیں اور دوسری طرف خاک کے جس ذرے نے قدمِ مبارک کو چوما چمک گیا، کوئی صدق و صفا پر صدیق و عتیق بنکر چمکا، کوئی فرق انسانیت پر فاروق اعظم بن کر نمایاں ہوا۔ غرضیکہ جس ذرہ پر پرتوِ جمال پڑ گیا وہ چمک اٹھا۔ حبشی نوازئت کی ایک مثال پیش ہے۔

ساقی کوثر شہنشاہِ بحر و بر ایک پہاڑ کے دامن میں جلوہ افروز ہیں۔ گرمی اپنا پورا زور صرف کر رہی ہے۔ حرارت پورے شباب پر ہے۔ صحابۂ کرام پیاس کی شدت سے مضطرب ہیں۔ یکا یک زبانِ رسالت حرکت میں آتی ہے اور مہر و محبت کی اتاہ گہرائی میں ڈوب کر ایک آواز گونجتی ہے کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک حبشی غلام پانی لئے جا رہا ہے بلا لاؤ۔ دو صحابی روانہ ہو جاتے ہیں۔ ذرا رک جائیے اور سوچئے کہ رسولؐ نے پہاڑ کے پیچھے کی خبر دی تھی، لیکن صحابہ کی اس بھری بزم میں کسی نے بھی یہ سوال نہ کیا، حضور آپ پہاڑ کے پیچھے کی خبر کیوں دے رہے ہیں۔ اس لئے کہ ہر شخص یہ جانتا تھا کہ جب یہ رسول زمین پر رہتے ہوئے آسمان کی خبر دیتا ہے تو کسی نگاہ بصیرت کیلئے پہاڑ حجاب نہیں ہوسکتے بہر حال حسبِ ارشاد غلام ملتا ہے اور پانی بارگاہِ اقدس میں پیش کر دیتا ہے۔ سرورِ کونینؐ اپنا دستِ شفقت غلام کے سر پر رکھ دیتے ہیں۔ کہاں تو حبشی غلام جس کے جسم پر سیاہی کی حکمرانی تھی اور اب سرورِ کونینؐ کے دستِ کرم کے فیض سے سرخ و سپید چمک اٹھا۔ تمتماتے ہوئے چہرے پر گلزار کا گماں ہونے لگا۔ غلام کچھ دیر سخت حیران رہا۔ کانوں میں سہمی ہوئی سرگوشیاں تھیں۔ ذہن پر ماضی کے افکار سر دلاشے کی صورت اختیار کر چکے تھے۔ سوچنے لگا یہ عظیم انقلاب کیوں برپا ہوگیا۔

ابھی دل میں ہلکی ہلکی خلش تھی، میٹھی میٹھی کسک تھی کہ یک بیک چہرے پر ایک بہیم مسرت کی نمود ہوتی ہے اور وہ غلام سمجھ جاتا ہے کہ میں جس کی بارگاہ میں ہوں وہ ہم انسانوں جیسا انسان نہیں، پکار اٹھتا ہے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ الخ

غلام جب اپنے یہودی آقا کے پاس پہنچا تو وہ بے حد حیران ہوگیا کہ یہ ماجرا کیا ہے۔ سوال کیا تم کون ہو؟ غلام نے جواب دیا میں ہوں تو وہی لیکن ایک تبدیلی مجھ میں ضرور ہوگئی ہے۔ پہلے میں تمہارا غلام تھا اب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔ پہلے میرے افقِ حیات پر کفر و شرک کی تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں اور اب اس پر آفتابِ رسالت کی کرنیں پڑ رہی ہیں۔

جگمگا اٹھی مری دنیا کسی کے نور سے
مرے گردوں پہ مرا ماہِ تمام آ ہی گیا

ضو سے اس خورشید کے اختر مرا تابندہ ہے
چاند جسکے غبارِ راہ سے شرمندہ ہے

اور یہ تم مرا ظاہری انقلاب دیکھ رہے ہو، تمہاری نظر وقت کے ماتھے پر ایک اجلی چمک دیکھ رہی ہے۔ ارے مرے پاس تو والہانہ عشق کی ایک غیر فانی یادگار ہے۔ (بقیہ صفحہ ۹۳ پر)

نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نتیجۂ فکر: شمسؔ آرابادی

پیشکش: (حافظ) سید الطاف احمد عارف سولی بلیہ
متعلم دار العلوم لطیفیہ
حضرت مکان ویلور

کاروانِ حاجیوں کا اگر دیکھ کر اشک آنکھوں میں آئے تو میں کیا کروں
خواہش دیدِ طیبہ تو مدت سے ہے لیکن قسمت نہ جائے تو میں کیا کروں

اک طرف خلد ہے اک طرف ان کا در، میں نے طیبہ کو جنت پہ ترجیح دی
اپنی اپنی پسند اپنی اپنی نظر، شیخ جنت میں جائے تو میں کیا کروں

میں نے سرکار کو اپنا آقا کہا، اسلئے میں نے جو مانگا مجھ کو ملا،
جو سمجھتا نہیں ان کو مختارِ کل، وہ اگر کچھ نہ پائے تو میں کیا کروں

یا محمدؐ پکارا جو منجدھار میں خود ہی ساحل پہ موجوں نے پہنچا دیا
شرک سمجھے جو امدادِ سرکار کو، وہ اگر ڈوب جائے تو میں کیا کروں

ہے یہی روز شب شمسؔ میری دعا کوئے سرکار میں موت آئے مجھے،
آپ سے دور رہ کر میرے مصطفےٰ چین مجھ کو نہ آئے تو میں کیا کروں

مُبارک ہیں وہ لوگ جو دنیاوی عیش وراحت پر آخرت کی ابدی و سرمدی زندگی کو ترجیح دیتے ہوے اس کو عمدہ و بہتر بنانے کے لئے اپنے تمام تر وسائل و ذرائع کو لگا دیتے ہیں، جن کو ہمیشہ حصولِ مقصد کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔ عبادتوں، ریاضتوں مجاہدوں اور محاسبوں کے ساتھ شیخِ طریقت کا وسیلہ پاکر برسوں کے مراحل لمحوں میں طے کرلیتے ہیں، اور انہیں صحبتِ شیخ کی برکت سے آن کی آن میں منزلِ مقصود مل جاتی ہے۔ لہٰذا جو خوش نصیب یہ چاہتے ہیں کہ زمین کی پستیوں سے اٹھ کر عرش کی وسعتوں میں پہنچ جائیں، ناسوت کی کثافتوں سے نکل کر ملکوت کی لطافتوں میں چلے آئیں، اتنا ہی نہیں بلکہ محبوبِ حقیقی کی وصل کی لذتوں سے سرشار ہوکر حیاتِ جاودانی حاصل کرلیں ان کے لئے ضروری ہے کہ شریعتِ غرّہ پر گامزن ہوکر بھرپور عقیدت و محبت کے ساتھ کسی مردِ کامل کی صحبت اختیار کرتے ہوے اس کے دستِ حق پرست پر اپنے ارادت کے ہاتھ کو دے دیں، جسکو صوفیائے کرام کی اصطلاح میں بیعت کہتے ہیں۔

بیعت عہد و پیمان کا نام ہے۔ یہ لفظ بیع سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے خرید و فروخت، جس میں ایجاب و قبول یعنی عہد و پیمان ہوتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ، اشعۃ اللمعات میں رقمطراز ہیں کہ لفظ بیعت بیع سے مشتق ہے۔ جس نے بیعت کی گویا اس نے اپنی ذات کو کامل ارادے کے ساتھ مرشد کے ہاتھ فروخت کردیا۔

زبدۃ العارفین سیدشاہ عبداللطیف قادری المشہور بہ حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ بیعت کا لغوی معنی کسی کے ساتھ کسی کام میں عہد و پیمان کرنا اور اصطلاح شریعت میں کسی کے ساتھ کسی کام میں قربتِ حق اور عبادتِ الٰہی کے لئے عہد کرنا ہے۔ صاحب فتاوی عزیزی شاہ عبدالعزیز دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ لغۃً بیعت کا معنی عہد و پیمان ہے۔ متکلّمین کی اصطلاح میں عہد کے لئے ہاتھ پھیلانا اور صوفیاء کرام کے نزدیک عقیدت کے ہاتھ کو مرشد کے ہاتھ میں دینا بیعت ہے۔

بیعت لینا، بیعت کرنا اور اس پر ثابت رہنا نصِ قطعی سے ثابت ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝

(حٰمٓ ۲۶ سورہ فتح رکوع ۱)

یعنے جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں، وہ بے شک اللہ سے بیعت
کرتے ہیں۔ اللہ کا دستِ قدرت ان کے ہاتھوں پر ہے، جو عہد
شکنی کرتا ہے وہ یقیناً اپنی ذات کے نقصان پر ایسا کرتا ہے۔
جو آدمی اللہ سے کئے وعدہ کو پورا کرتا ہے عنقریب اللہ اس کو اجرِ
عظیم عنایت کریگا۔ نیز ارشاد ربانی ہے یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا
جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْئًا
وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ
وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ
وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ
وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔
(قد سمع اللہ سورۂ ممتحنہ رکوع ۲)

یعنے اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جب ایمان والیاں اللہ کے ساتھ
شرک نہ کرنے، چوری نہ کرنے، زنا نہ کرنے، اپنی اولاد کو قتل نہ کرنے
گھڑی ہوی تہمت نہ لگانے اور احکامات میں آپ کی نافرمانی نہ
کرنے کا عہد کرنے آئیں تو آپ ان سے بیعت لیجئے اور اللہ کے
پاس ان کی مغفرت چاہیئے، بے شک اللہ غفور و رحیم ہے۔

نیز مشہور احادیث اس بات پر شاہد ہیں کہ آنحضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ سے ارکانِ اسلام جیسے نماز روزہ
حج، اور زکوٰۃ ادا کرنے، کافروں کے ساتھ جنگ کی سختیوں میں
ثابت قدم رہنے، سنت کو مضبوطی سے تھامنے، بدعت سے
احتراز کرنے، ہجرت کرنے اور جہاد کرنے کی بیعت لی تھی۔ انصاری
عورتوں سے نوحہ نہ کرنے کا عہد لیا تھا۔ نیز آپ علیہ السلام
نے بعض صحابہ سے سوال نہ کرنے کی بیعت لی تھی۔ چنانچہ
ابن ماجہ سے روایت ہے انه بایع الناس من فقراء
المهاجرین علی ان لا یسئلوا الناس شیئا فکان
احدهم یسقط سوطه فینزل عن فرسه فیاخذه
ولا یسئل احدا یعنی آپ علیہ السلام چند محتاج مہاجرین
سے بیعت لی کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرینگے جس کا اثر
یہ ہوا کہ اگر ان میں سے کسی کا کوڑا بھی گر جاتا تو وہ صاحب کسی سے
طلب کئے بغیر خود گھوڑے سے اتر کر اٹھا لیتے تھے۔ حضرت عبادہ ابن
صامتؓ کے والد فرماتے ہیں بایعنا رسول الله علی السمع و
الطاعة فی العسر والیسر والمنشط والمکره وان لا
ننازع الامر اهله وان نقول بالحق حیث کنا ولا نخاف
فی الله لومة لائم یعنے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
تنگی و فراخی، راحت و مصیبت میں فرماں بردار رہنے کی بیعت کی۔
نیز اس بات کا بھی عہد کیا کہ حاکموں سے جھگڑا نہ کریں گے۔ جہاں
بھی رہیں گے سچ کہینگے اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی بھی طعنہ
زن کی ملامت سے خوف نہ کریں گے۔ حضرت عوف ابن مالک
اشجعیؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
حاضر تھے اس وقت ہم نو یا آٹھ یا سات آدمی تھے آپ علیہ السلام
نے ارشاد فرمایا کیا تم اللہ کے رسول سے بیعت نہیں کرو گے۔
ہم نے ہاتھ پھیلا دئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ
علیہ وسلم) کسی امر پر آپ سے بیعت کریں۔ آپ نے فرمایا ان امور
پر کہ اللہ کی عبادت کریں گے۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ
کرینگے، پانچوں وقت کی نمازیں ادا کریں گے۔ احکامات سنینگے۔
اور فرماں برداری کریں گے (مسلم، ابوداؤد و نسائی)

مذکورہ بالا آیات واحادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے جو بیعت لی تھی، وہ بیعت اسلام نہیں بلکہ جہاد، تقویٰ اور پرہیزگاری کی بیعت تھی۔ لہٰذا مذکورہ آیات واحادیث سے مشائخ کرام کے نزدیک جو بیعت رائج ہے اس کے جواز کا واضح اور کھلا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ "قول جمیل" میں بیعت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بھی فعل بطریق عبادت واہتمام کے ساتھ صدور پذیر ہوا ہے، وہ یقیناً دین میں کسی طرح سنت سے کم ہو نہیں سکتا۔ چونکہ آپ علیہ السلام زمین پر اللہ تعالیٰ کے خلیفہ تھے، قرآن وحکمت کے عالم ومعلم اور مزکّی امت تھے، لہٰذا آپ علیہ السلام سے کتاب وحکمت کی تعلیم اور تزکیہ کا جو بھی فعل صادر ہوا وہ علماء راسخین کے لئے سنت ہو گیا۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ بیعت کا انحصار قبول خلافت اور سلطنت پر ہے ۔ اور صوفیائے کرام جو بیعت لیتے ہیں شرعاً اس کی کچھ اصل نہیں بالکل غلط اور لغو ہے۔

مقتدیان شریعت وطریقت کے نزدیک بیعت کے سنت، واجب اور فرض ہونے کے متعلق اختلاف ہے، جو اس کی فرضیت اور وجوب کے قائل ہیں وہ حدیث طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ سے استشہاد کرتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے بیعت کو سنت قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں بیعت واجب نہیں بلکہ سنت ہے کیونکہ اصحاب کرام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور اس کے ذریعہ خدا سے قریب ہو گئے۔ کوئی دلیل شرعی ایسی نہیں جو تارک بیعت کو گنہگار قرار دیتی ہو۔ نیز ائمہ دین نے بھی تارک بیعت پر انکار نہیں کیا ہے۔ گویا ان کا یہ انکار نہ کرنا اس کے عدم وجوب پر اجماع ہو گیا۔" مگر علماء مشائخین کے اقوال و احوال کے جائزے اور ان برگزیدہ شخصیتوں نے اسکی اہمیت وضرورت کو جس انداز سے پیش کیا ہے اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرض ہے اور وجوب سے کسی طرح کم نہیں۔

زبدۃ العارفین رکن الدین سید شاہ ابو الحسن قربی قادری قدس سرہٗ "رسالۂ حق المعرفت" میں بیعت کی فرضیت کے بارے میں فرماتے ہیں"۔ بیعت با خاصان الٰہی کہ صفتِ شان الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ وعلماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل والعلماء ورثۃ الانبیاء آمدہ فرض است جہت وصول معرفت خاص الٰہی کہ سینہ بسینہ از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تا بخاصانِ ایں وقت رسیدہ یعنی خاصانِ خدا جن کی شان میں یہ حدیثیں جیسے "شیخ اپنی قوم میں ایسا ہی ہوتا ہے جیسے نبی اپنی امت میں ہوتا ہے۔ میری امت کے علماء وارثین انبیا ہیں" آئی ہیں۔ ان کے دستِ حق پرست پر خصوصاً اس معرفت الٰہی کو حاصل کرنے کے لئے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اس وقت کے خاصانِ الٰہی تک سینہ بسینہ پہنچی ہے بیعت کرنا فرض ہے۔

حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ احیاء العلوم میں شرائط ارادت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ مرید کے لئے ایک شیخ ایک استاد کی نہایت ضرورت ہے جس کی مرید اقتداء کرے اور شیخ اس کی رہنمائی کرے۔ کیونکہ دین کی راہ باریک اور پوشیدہ ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف شیطان کے

بے حساب ور واضح ہوتے ہیں جس آدمی کا کوئی شیخ نہیں، جو اسے سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کرے شیطان اس کو اپنے راستوں پہ کھینچ لاتا ہے۔ حضرت محبوب سبحانی سید شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کا ارشادگرامی ہے جس کا کوئی پیر نہیں شیطان اس کا پیر ہے۔ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ کا فرمان ہے من لم یکن له استاذ فامامه الشیطن یعنی جس کا کوئی استاد نہیں اس کا امام شیطان ہے۔

حضرت ابن ماجہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے، من مات ولیس فی عنقه بیعة مات میتة جاهلیة یعنی جس نے اس حالت میں جان دی کہ اس کی گردن میں بیعت کا ہار نہیں تھا وہ زمانۂ جاہلیت کی موت مرا۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمۃ "فقرات" میں ارشاد فرماتے ہیں کہ پیر کا سایہ ذکر الٰہی سے بڑھکر ہے۔ حضرت عبدالوہاب ثقفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، کوئی انسان لاکھ علوم کو جمع کرلے اور مختلف طبقات کے لوگوں کی صحبت میں رہے مگر وہ کسی شیخ کامل یا امام مصلح کی تربیت میں رہ کر مجاہدہ و ریاضت کرے بغیر خاصانِ خدا کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور جو شخص کسی ایسے استاد کی خدمت میں رہ کر تعلیم و ادب حاصل نہ کرے، جو اسے اس کے اعمال کے عیوب و نفس کی رعونت سے آگاہ کرا دے، اپنے معاملات کی تصحیح و درستگی کے لئے اس کی اقتدا جائز نہیں۔

حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہٗ فرماتے ہیں، کہ شیخ کی مثال ایک آئینہ ساز استاد کی سی ہے جس طرح آئینہ سازی کے تمام مرکبات کی موجودگی کے باوجود استاد کی عدم موجودگی سے آئینہ تیار نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح شیخ کے بغیر مرید مرتبۂ کمال کو نہیں پہنچ سکتا۔

غرض ایک شیر خوار بچے کے لئے ماں کی اور ایک طالب علم کیلئے استاد کی جتنی ضرورت ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ ایک مرد عاقل و بالغ طالب حق کے لئے شیخ طریقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے بغیر وہ اپنے حقیقی مقصود و مطلوب تک رسائی نہیں کرسکتا۔ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو پیر کامل کی توجہ و تصرف سے الحاد کا شکار ہونے سے بچ گئے۔

یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایکدن حضرت نجم الدین کبریٰ رضی اللہ عنہٗ نے وضو کرتے ہوئے اپنے چلو میں پانی لیا اور سورۂ اخلاص پڑھ کر پانی کو اچھال دیا۔ اس طرح آپ نے اس عمل کو تین مرتبہ دہرایا۔ مریدین و خادمین آپ کے اس غیر معمولی عمل سے متعجب ہوئے۔ اور آپ سے اسکی حقیقت دریافت کئے۔ حضرت نے فرمایا کہ امام رازی رحؒ کا آخری وقت تھا۔ بستر مرگ کے قریب شیطان کھڑا ہو کر امام صاحب سے خدا کے ایک ہونے کی دلیل طلب کر رہا تھا۔ امام صاحب جو بھی دلیل دیتے تھے اس کو رد کر دیتا تھا۔ امام صاحب نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پہ ننانوے دلائل کو قائم کیا جن کو شیطان نے رد کر دیا۔ قریب تھا کہ وہ عاجز ہو جاتے۔ میں سورۂ اخلاص پڑھ کر پانی کو پھینکا اور کہا کہ اللہ ایک ہے کہیے اور اس کو بلا دلیل، کے ایک مانئے۔ چنانچہ اس کے ساتھ ہی شیطان بھاگ گیا۔ امام صاحب نے کلمہ پڑھا اور با ایمان دنیا سے رخصت ہوئے۔

حضرت ابوالقاسم قشیری فرماتے ہیں، میں نے اکثر

مشائخ کرام کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے من لم یرمفلحا لا یفلح یعنی جس کا کوئی خیرخواہ نہیں وہ کامیاب نہیں۔ طالب حق کے لئے دانا و بینا استاذ کی ضرورت ہے، جو اسے آفاتِ نفس، فساد اعمال اور شیطان کے درآنے کے مقامات سے مطلع کرے۔ اگر ایسا شیخ مل جائے تو اس سے چمٹ جائے۔ اس کے آداب اور طور طریقے سیکھے تاکہ حال قوی اس کے باطن سے اپنے باطن میں چلا آئے جیساکہ چراغ سے چراغ روشن ہوتے ہیں، اور اپنے ارادے کو پوری طرح ختم کردے، کیونکہ شیخ کی فرماں برداری اللہ و رسول کی فرماں برداری ہے، اس لئے کہ یہ سپردگی کا سلسلہ رسولِ خدا اور خدا تک پہنچتا ہے۔ ملا جلال الدین دوّانی علیہ الرحمہ لوامع الاشراق المشہور بہ اخلاقِ جلالی میں لکھتے ہیں کہ طالب حق کی راہ میں لغزشوں اور ہلاکتوں کا کوئی شمار نہیں شیطانی و نفسانی وسوسے بیکار قسم کے سوالات، غلط خیالات سالک کو میدانِ طلب میں حیران و پریشان کردیتے ہیں۔ سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ سالک تھوڑی سی نمائش پر راستہ سے بھٹک کر طلب و جستجو سے دست بردار ہوجاتا ہے۔ قریب پہنچکر دیکھتا ہے تو معاملہ صفر ہوتا ہے۔ جب یہ حقیقت اس پر منکشف ہوتی ہے تو حسرت و یاس کا شکار ہوجاتا ہے اسی لئے ایک طالب حق کے لئے اس راستہ کی پیچیدگیوں سے واقفیت رکھنے والے مرشدِ کامل کی ضرورت ہوتی ہے۔

صاحب روح البیان وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ آیت کریمہ نے طلب وسیلہ کی وضاحت کردی ہے کہ وسیلہ لازمی و ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تک صرف وسیلہ کے ذریعہ ہی پہنچ سکتے ہیں۔ وسیلہ سے مراد علماء

حقیقت اور مشائخ طریقت ہیں۔ اس مقام پہ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمہ کا واقعہ نہایت ہی قابل غور ہے کہ آپ چھتیس سال تک ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے۔ اللہ تعالیٰ کو آپ کی عبادت پسند آگئی۔ آپ سے کہا کہ اے فرید! میں نے تمہیں کن فیکون عطا کیا۔ حضرت نے فرمایا خداوندا! مجھے کن فیکون نہیں بلکہ تیرا وصال مقصود ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے کہا اگر تم کو میرا وصال درکار ہے تو پیر کامل کو تلاش کرو۔ اس کے بغیر مجھ کو نہیں پاسکتے۔ لہٰذا آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوکر واصل بحق ہوئے۔

بیعت کی فضیلت میں :۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں، جو شخص ایک قدم بھی راہِ حق میں رکھتا ہے وہ طالبین حق سے ہوجاتا ہے۔ اگر کوئی آدمی کسی کا مرید ہوگیا تو گویا وہ راہِ حق میں قدم رکھ دیا۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ فرماتے ہیں جب تک تم اپنے معاملات کو کسی برگزیدہ شخصیت کے حکم پہ موقوف نہ کروگے ساری عمر مجاہدہ و ریاضت میں لگادینے کے باوجود حرص و ہوا کے جال سے نکل نہیں سکتے۔ اگر تمہیں کوئی ایسی برگزیدہ شخصیت مل جائے جس کی تعظیم و تکریم کی طرف دل خود بخود مائل ہونے لگے تو اس کی خدمت کو لازم کرلو اور خود کو اس کے سپرد اس طرح کردو جیساکہ میت غسّال کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ شیخ جس طرح چاہے تم پہ تصرّف کرے۔

ایک اور بزرگ کا ارشاد ہے، شیخ کے وسیلہ سے نفس امّارہ، جو بذاتِ خود خبیث و ناپاک ہے، اپنی امّار کی پیو

کر حقیقی اسلام میں آ جاتا ہے۔

صاحب روح البیان یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں، صادقین سے مراد وہ حضرات ہیں جو وصول الی اللہ کا راستہ دکھلاتے ہیں۔ اگر سالک راہ خدا ان کے چاہنے والوں میں سے ہو کر ان کے آستانوں کا خادم ہو جائے تو اس کو ان کی محبت حاصل ہو گی اور ان کے دائرۂ تربیت میں آکر سیر الی اللہ اور ترک ماسوی اللہ کے مقام تک پہنچ جائے گا۔

حاصل کلام شیخ کی مثال چاند کی سی ہے جو سورج سے روشنی لیتا ہے اور دنیا کو منور کرتا ہے۔ اسی طرح شیخ کامل مبدأ فیاض سے فیضیاب ہو کر اپنے مریدوں پر فیضان عام کرتا ہے۔ جس سے ان کے دلوں میں عشق الٰہی کی چنگاریاں دمک اٹھتی ہیں اور انہیں حیات جاودانی حاصل ہو جاتی ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب ہمارے سامنے قرآن مجید و احادیث پاک اور کتب فقہ موجود ہیں تو پھر کسی کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ بے شک یہ تمام چیزیں تو ہمارے سامنے موجود ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ آیا ان کے معانی، مطالب استاد کے بغیر بھی سمجھ میں آ جاتے ہیں؟ جواب نفی کے علاوہ اور کیا ہو گا۔ جب ان کے ظاہری معانی و مطالب استاد کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتے تو بھلا ان کے اسرار و نکات بلا استاد کے کیسے معلوم ہو سکتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ ان کے اسرار و دقائق بیان کرنے والے استاذ الٰہی کو صوفیاء کرام کی اصطلاح میں شیخ کہتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ مجرد فقیہ اور صوفی کے درمیان بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ اول الذکر کی نظر صرف ظاہر پہ ہوتی ہے۔ وہ نماز پڑھنے والے کی ظاہری حرکات و سکنات پہ اس کے جواز و عدم جواز کا فیصلہ کرتا ہے مگر اس کے برخلاف موخر الذکر کی نظر نمازی کے قلب و باطن کا مشاہدہ کرتی ہے اور اسکی حقیقت کو پالیتی ہے۔ یہی چیز اہم ہے کیونکہ ظاہر لاکھ تباہ و برباد ہو لیکن اصل کامیابی تو قلب و باطن کا کمال ہے۔ شیخ کی ذات عبادت میں پائی جانے والی باطنی خامیوں کی اصلاح اور افعال میں معنویت پیدا کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر فقہائے کرام نے باطنی اصلاح کے لئے شیخ کامل کے آگے دوزانو نہ کیا اور علوم معرفت سے بہرہ مند ہوئے۔ مسلک حنفی کے بانی اور پیشوا حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی۔ آپ کے تلمیذ عزیز امام محمد ابن حسن شیبانی نے آپ ہی سے بیعت کی، اس طرح سے یہ دونوں حضرات استاد و شاگرد اور پیر و مرید ہوتے ہیں۔ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے عرفان کا یہ عالم تھا کہ آپ نے خواب میں سو مرتبہ اللہ کا دیدار کیا اور لبسا اوقات بحر توحید و مشاہدہ میں مستغرق رہتے تھے۔ آپ کی عظیم شخصیت ظاہر و باطن شریعت و حقیقت کی جامع تھی۔ مقام فکر ہے کہ اتنے بڑے جلیل القدر فقہائے کرام جن کی جلالت علمی کے چرچے آج بھی چار دانگ عالم میں ہو رہے ہیں اور جن کے متبعین سو دو سو نہیں بلکہ کروڑہا کی تعداد میں مشرق سے لیکر مغرب تک پھیلے ہوئے ہیں، امت کا سواد اعظم

جن کا ممنون و مشکور ہے، ایسی برگزیدہ اور مقدس شخصیتوں کا بیعت کرنا یقیناً ہمارے لئے ایک مستقل اور مضبوط دلیل ہے۔

لہٰذا مسلمانوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ مذکورہ اکابرین امت کی اقتداء و پیروی کرتے ہوئے کسی ایک سلسلہ سے وابستہ ہو جائیں۔ خصوصاً سلسلۂ عالیہ قادریہ جو تمام سلاسل میں بحیثیت کلی افضل و اکمل ہے اور جو بہا و نورانیت میں سلک مروارید کی طرح ہے، اس میں داخل ہو کر اپنی عاقبت کو آراستہ کریں کیونکہ یہ سلسلہ بے انتہا خوبیوں اور عظیم الشان خصوصیتوں کا حامل ہے حضرت پیران پیر غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ اس سلسلہ میں داخل ہونے والے کی فضیلت کیا ہے۔ تو آپ نے اس طرح گہرباری فرمائی۔ "ہمارے سلسلہ کا انڈا ہزار مرد جو کمال کو پہنچے ہیں ان کے برابر ہے اور ہمارے سلسلہ کا چوزہ، جو کہ فنا و بقا کے درجہ کو پہنچ گیا ہے اس سے بڑھ کر ہے اس کو مول ہی نہیں۔"

اس سلسلہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا طریق دین کے مطابق ہے اور یہ تمام سلاسل سے افضل و بہتر ہے۔ نیز اولیائے کرام کے دوسرے تمام سلاسل اس سلسلہ سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ ؎

طریق اس کا نبیؐ کے دین کے مانند
بھی افضل سب طرق سے اے خردمند
تمامی اولیاء کے ہیں سلاسل
کئے اس سلسلہ سے فیض حاصل

اس سلسلہ میں داخل ہونے والا دنیا سے با ایمان رخصت ہوتا ہے۔ نیز اس سلسلۂ عالیہ قادریہ کی ایک خوبی اور خصوصیت یہ بھی ہے کہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنے تمام مریدین و معتقدین پر ابر کی طرح سایہ فگن رہتے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام کو بیعت جیسی نعمتِ عظمیٰ سے مشرف و مکرم فرمائے۔ آمین
بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولوی محمد انوار اللہ
سر قاضی قادری
لطیفی
فاضل لطیفیہ مدرس
دار العلوم لطیفیہ و
گورنمنٹ قاضی ضلع شمالی ارکاٹ
حضرت مکان ویلور

آج سے تقریباً ساڑھے تین سو سال پہلے اکبر کے عہد حکومت میں اسلام اور امت مسلمہ کو اس ملک میں کتنے ہی ناموافق حالات کا سامنا تھا۔ مہیب فتنوں کی کیسی یلغار تھی۔ دین و حاملانِ دین کے لئے حالات کس قدر خطرناک تھے، کسقدر کفر و الحاد کو فروغ اور دین اسلام پر جو ضعف و انحطاط چھا گیا تھا محتاج بیان نہیں۔

دربار کے آداب میں سے سجدہ بھی تھا۔ شاہی سکہ پر جلّ جلالہ، ما اکبر شانہ، مرقوم تھا۔ نیز اکبری دربار میں یہ رائے عام تھی کہ ملتِ اسلام جاہل بدوؤں میں پیدا ہوئی تھی، کسی مہذب و شائستہ قوم کے لئے وہ موزوں نہیں، اسوقت یہ نظریہ قائم کیا گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر ایک ہزار سال گذر چکے ہیں اور اس دین کی مدت ایک ہزار سال ہی تھی، اسلئے اب وہ منسوخ ہو گیا۔ اس جگہ اب نئے دین کی ضرورت ہے۔ اس نظریہ کو سکوں کے ذریعہ پھیلایا گیا، کیونکہ اس زمانہ میں نشر و اشاعت کا قوی ذریعہ یہی تھا۔ اور جب اکبر بادشاہ نے نیا دین ایجاد کیا تو اسکی تائید و ہمنوائی کرنے والے درباری علمائے سوء ہی تھے، اور مسلمانوں کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اسلام سے ہٹانے کی کیسی دجّالی سازشیں ہو رہی تھیں اور حکومت کی سرپرستی میں اہل اسلام کو ہندوستان سے جلاوطن کرنے اور مسلمانوں میں نئے دین کو زبردستی و طاقت کے بل بوتے پر مقبول بنانے کی بھرپور کوشش کی گئی۔ حد یہ کہ وزیر ابوالفضل نے ایک کتاب اکبر بادشاہ کو لاکر دی اور کہا کہ آسمان سے آپکے واسطے فرشتہ لایا ہے، تاکہ اس پر عمل کریں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

یہ قدرت ہے کہ بے بوالفضل مردک
فرشتہ نے نہ پائی راہ شہ تک
کتاب اتری تو ایسی لغو و مہمل
ہر یک فقرہ ہے بے معنی و معضل

چنانچہ اس کتاب میں ایک آیت بھی تھی یا ایہا البشر لا تذبح البقر وان تذبح البقر فماؤک سقر اے بشر گائے کو ذبح مت کر اور جو گائے تو ذبح کرے گا تو تیرا ٹھکانا جہنم میں ہوگا۔ بہائی نظریہ کی بنا بھی دراصل اکبری عہد میں پڑی تھی۔

حضرت مجدد الف ثانی نے بادشاہ وقت کے خلاف آواز اٹھائی اور انسانیت کی رہنمائی اور اس کی فلاح وبہبود کا سارا کام وقت کے ایک شیخ، ایک صوفی کی حیثیت سے انجام دیا اور سلسلۂ تصوف ہی کو اپنی اس پوری مہم کا ذریعہ بناتے ہوئے اپنی جدوجہد اور طریقۂ کار سے تجدید واحیائے دین کی پوری تاریخ میں ایسا عظیم وکامیاب انقلاب برپا کیا کہ جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

ولادت

آپ کی ولادت باسعادت ۱۴ر شوال المکرم سنہ ۹۷۱ھ شب جمعہ نصف رات کے بعد ہوئی۔

آپ کی ولادت کے وقت آٹھ عجیب و نادر واقعے پیش آئے جسکی تفصیل "روضۂ قیومیہ" میں درج ہے ان میں سے دو واقعے یہ ہیں:۔

ایک یہ ہے کہتے ہیں کہ کل اولیاء امت نے جمع ہوکر آپ کی والدہ ماجدہ کو مبارکباد دی اور آپ کے مدارج عالیہ بیان کیا۔

دوسرا یہ کہ آپ کی ولادت کے دن اکبر بادشاہ کا تخت اوندھا ہو گیا تھا۔ ہر چند سیدھا کیا گیا مگر سیدھا نہ ہوا۔ بادشاہ نے ایک وحشت ناک خواب دیکھا ہیبت زدہ ہوکر معبروں سے بیان کیا انہوں نے تعبیر دی کہ کسی بزرگ کے ظہور سے آپکے آئین میں تزلزل واقع ہوگا چنانچہ ویسا ہی ہوا۔ آپ مختون پیدا ہوئے۔ آپ نے عام بچوں کی طرح کبھی نہیں رویا ہمیشہ خندہ جبیں رہتے۔ نیز کبھی برہنہ نہیں ہوئے۔

آپ کا نام ولقب

آپ کا اسم گرامی احمد لقب بدرالدین کنیت ابو البرکات ہے۔ لیکن آپ امام ربانی مجدد الف ثانی سے مشہور ہوئے۔ آپ کا مذہب حنفی، اور طریقہ مجددیہ ہے۔ آپ کا نسب عالی ۲۷ واسطوں سے امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے اور وطن سرہند ہے۔

آپ کے آمد کی خبریں

قرآن مجید کی اس آیت شریفہ ثلة من الاولين وقليل من الآخرين معلوم ہوتا ہے کہ آخری زمانے میں بھی تھوڑے بزرگ مقربین بارگاہ الٰہی میں مثل اولین کے ہوں گے۔ آپ اور آپکے خلفاء متاخرین اولیاء سے ہیں۔ اور بہ سبب اتباع سنت سنیہ آپکا طریق مماثل طریقۂ اولین یعنی اصحاب کبار رضی اللہ عنہم کے ہے۔

چنانچہ حضرت شاہ عبدالقادرؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وغیرہ مفسرین نے لفظ آخرین سے آپ کی ذات گرامی اور آپ کے خلفاء مراد لیتے ہیں اور بعض احادیث بھی اس تفسیر کی حمایت ہوتی ہے۔

جیسا کہ سنن ترمذی میں مروی ہے کہ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مثل امتی کمثل المطر لا یدری اولها خیر ام آخرها۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت مثل بارش کی ہے نہیں معلوم کہ اس کا پہلا حصہ بہتر ہے یا آخر کا۔ جامع الدرر میں ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یبعث فی هذه الامة علی رأس کل مأة من یجدد لها امر دینها ارشاد فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر صدی کے شروع میں اس امت سے اللہ تعالیٰ ایک مجدد کو بھیجتا رہیگا جو دین کو نئے سرے سے درست کرتا رہیگا۔ جمع الجوامع میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکون رجل فی امتی یقال له صلة یدخل الجنة بشفاعته کذا وکذا۔ ارشاد فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت میں ایک شخص صلہ ہوگا (یعنی مخلوق کو خالق سے ملانے والا) شریعت کو طریقت کے ساتھ جمع کرنے والا) جس کی شفاعت سے بے شمار آدمی جنت

ہیں داخل ہوں گے ۔

مذکورہ معنوں کے لحاظ سے آپ کی ذات بابرکات مصداق حدیث ہے، دوسری حدیث روضۂ قیومیہ میں ہے کہ یبعث رجل علی احد عشر مائۃ ھو نور عظیم اسمہ اسمی بین السلطانین الجابرین ویدخل جنۃ اُلوفا ۔

گیارہویں صدی کے شروع میں دو جابر بادشاہوں کے درمیان ایک شخص بھیجا جائے گا، وہ میرا ہمنام نورِ عظیم ہوگا اور ہزاروں آدمیوں کو اپنے ساتھ جنت میں لے جائیگا۔

جناب غوث پاک رضی اللہ عنہ، نے آپ کی آمد کی خبر دی اور فرمایا آپ نے، ظہور ہوئیگا ایک دن مجدد الف ثانی کا ! چنانچہ روضۂ قیومیہ میں دیگر کتب معتبر سے منقول ہے کہ ایکروز حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ، کسی جنگل میں مراقبہ فرما رہے تھے، یکایک ایک نور آسمان سے ظاہر ہوا اس سے تمام عالم منور ہو گیا اور القا ہوا کہ آپ سے پانچسو سال کے بعد جبکہ عالم میں شرک و بدعت پھیل جائے گی ایک بزرگ وحید امت پیدا ہوگا، وہ دنیا سے شرک و الحاد کے نام کو نیست و نابود کر دے گا۔ دین محمدی کو نئے سرے سے تازگی بخشے گا۔ اسکی صحبت کیمیائے سعادت ہوگی۔ اس کے صاحبزادے اور خلفاء بارگاہِ احدیت کے صدر نشین ہوں گے ۔

اس کے بعد آپنے اپنے خرقۂ خاص کو اپنے کمالات سے بھر کر اپنے صاحبزادے سید تاج الدین عبدالرزاق رضی اللہ عنہ، کے تفویض کیا۔

اور ارشاد فرمایا کہ جب ان بزرگ کا ظہور ہو، یہ ان کے حوالہ کرنا، اس وقت سے صاحبزادے صاحب کی اولاد میں خرقہ یکے بعد دیگرے اسی طرح سپرد ہوتا رہا، حتیٰ کہ سنہ ۱۰۱۳ھ آپ کے پوتے سید شاہ سکندر قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے حوالہ کیا۔

مقامات شیخ الاسلام احمد جام قدس سرہ العزیز میں مذکور ہے کہ شیخ قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا میرے بعد سترہ آدمی میرے ہمنام ہوں گے، ان سب سے آخر کے صاحب جو مجھ سے (۴۰۰) سال بعد پیدا ہوں گے وہ سب سے افضل ہوں گے ۔

نفحات الانس میں مولانا جامیؒ نے بھی شیخ احمد جام کا مقولہ نقل کیا ہے اور شیخ کی سنِ وفات سنہ ۵۳۶ھ تحریر کی ہے ۔

چونکہ حضرت امام ربانی کا ظہور سنہ ۱۰۰۰ھ میں ہوا جو زمانۂ شیخ کے پورے چار سو سال بعد ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ بزرگ آپ ہی ہیں ۔

حصولِ علمِ شریعت و طریقت

ابتداءً آپ نے قرآن پاک حفظ کرنا شروع کیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ حافظ ہو گئے۔ آپ اپنے والد ماجد حضرت مخدوم عبدالاحدؒ سے علم ظاہر کی تحصیل شروع کی، اور خوب تحقیق و تدقیق کے ساتھ علم ظاہر حاصل کیا اور مسائل مشکلہ بآسانی حل فرمانے لگے اور دلکش عبارت میں بعض کتب پر حاشئے تحریر فرمائے۔ آپ کے اساتذہ میں علماءِ فحول مولانا کمال کشمیری سے سیالکوٹ جاکر عضدی وغیرہ چند کتب مشکلہ کا مطالعہ فرمایا اور کشمیر میں شیخ یعقوب صرفی سے جو قطب وقت شیخ خوارزمی کے خلیفہ تھے آپ نے کتب احادیث سناکر حدیث اور اجازت سہروردیہ حاصل فرمائی۔ اور ۱۷ سال کی عمر میں آپ فارغ التحصیل ہو گئے۔ اور بشارت ہوئی کہ آپ طبقۂ محدثین میں داخل کئے گئے۔ بعد ازاں آپ مسند رشد و ھدایت پر متمکن ہو گئے۔ اور یہ حقیقت ہے، کہ

کہ خصوصیت کے ساتھ شیخ احمد سرہندیؒ کو سب سے زیادہ فیض حضرت باقی باللہ قدس سرہ العزیز سے پہنچا تھا جو اپنے وقت کے ایک باکمال بزرگ تھے۔

اولاً آپ اپنے والدِ ماجد حضرت مخدوم عبدالاحد قدس سرہ العزیز کے مرید ہوئے۔ پھر آپ کی انمول صلاحیتوں کو پاکر آپ کے پدرِ بزرگوار نے پندرہ سلاسل میں آپ کو خلافت عطا فرمائی اور آپ نے حاجی عبدالرحمٰن بدخشیؒ سے سندِ مصافحہ بھی حاصل کیا۔ امام ربانی نے پانچ مرشدوں سے فیض پایا اور ان سے خلافت حاصل کی۔

(۱) حضرت شیخ یعقوب صرفی کشمیری رح

(۲) حضرت حاجی عبدالرحمٰن بدخشی کابلی معروف بہ حاجی رمزیؒ

(۳) حضرت مخدوم عبدالاحدؒ آپکے والدِ ماجد

(۴) حضرت خواجہ باقی باللہؒ ۱۰۰۸ھ م ۲۴ جولائی ۱۵۹۹ء میں طریق نقشبندیہ میں۔

(۵) حضرت سید شاہ سکندرؒ ان سے حضرت غوث پاک اعظم رضی اللہ عنہ کے خرقۂ خاص اور طریق قادریہ میں خلافت پائی۔

اکبر بادشاہ کی بے راہ روی کے سدِ باب کیلئے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز نے حضرت خواجہ احرارؒ کے طریقے کو استعمال کرنا شروع کیا تھا۔ امراء اور وزراء کو راہ راست پہ لانے کی سعی فرماتے تھے۔ یہ عظیم و مشکل کام بھی مجدد الف ثانی ہی کے سپرد ہوا اور آپ نے نہایت حسن و خوبی کے ساتھ اس امرِ مشکل کو پورا کیا و نیز جاہل صوفیوں نے طریقت و حقیقت کو شریعت سے علیحدہ کرکے بلند مقام دے رکھا تھا۔ آپ نے ایسے افراد کی تردید کرتے ہوئے صاف طور پہ فرمایا کہ طریقت و حقیقت شریعت کے خادم ہیں۔ ان کا کام یہ ہے کہ شریعت کے احکام سے قلب کو پورا تعلق ہو جائے، بجائے تکلیف کے راحت محسوس ہو اور الم یأنِ للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللّٰہ ان کا مقصدِ حیات ہو یعنی کیا ایمان والوں کے لئے وقت نہیں آیا ہے کہ اللہ کی یاد کے وقت ان کے دل میں خشوع پیدا ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ لوگ ریاضتوں اور مجاہدوں کی ہوس کرتے ہیں حالانکہ نماز کے آداب کو صحیح طور پہ بجالانے کی برابر کوئی ریاضت اور مجاہدہ نہیں ہوسکتا (زبدہ) اور دفتر اول کے مکتوب ۵۲ میں لکھتے ہیں کہ خواہشاتِ نفسانیہ کے دور کرنے کے واسطے شرائع کا ورود ہوا ہے۔ شریعت کے تقاضوں پہ جتنا بھی عمل کیا جائے گا اسی قدر نفسانی خواہشات روبہ زوال ہوں گی۔

لہٰذا نفسانی خواہش کے ازالہ کیلئے شریعت کے ایک حکم پہ عمل کرنا، ایکہزار سال کی ان ریاضتوں اور مجاہدوں سے بڑھ کر ہے جو اپنی خواہش سے کی جائیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی قدس سرہ العزیز نے شریعتِ مطہرہ اور طریقۂ حضرات صوفیہ کی جو بے لوث خدمت کی ہے نہایت عظیم الشان اور زندۂ جاوید کارنامہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کے لقب کو مقبولِ خلائق کر دیا ہے۔ آپ نے مسائلِ تصوف میں اکابر علماء اور بالخصوص حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ جماعت مقبولین میں سے نظر آتے ہیں۔ وہ متقدمین کے لئے برہان اور متاخرین کے لئے حجت ہیں اور حضرت شیخ اکبرؒ پہ طعن کرنے والے صواب سے دور ہیں۔

دفتر اول کے مکتوب ۲۹۰ اور دفتر دوم کے مکتوب ۴۳ کو بیتہ کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ وحدت الوجود کے

قائل تھے۔ البتہ بعض مسائل وحدت الوجود سے اختلاف کیا ہے۔

حضرت مجدد قدس سرہٗ ان افراد میں سے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے علم ظاہر اور علم باطن کے ابواب کھول دیئے تھے۔ آپ اسرار دینیہ اور احکام شرعیہ سے کماحقہٗ واقف ہونے کے ساتھ طریقت اور حقیقت کے رموز سے بھی پوری طرح باخبر تھے اور آپ سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا ہے۔ جس کے نتیجہ میں بہت سے لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

وصال آپ کا وصال باختلاف تاریخ ۲۷، ۲۸، ۲۹ سنہ ۱۰۳۴ھ روز شنبہ مطابق سنہ ۱۶۲۵ء بوقت اشراق اپنے ہی شہر سرہند میں ہوا۔ آپ کی تدفین بڑے صاحبزادے حضرت محمد صادق کے مزار کے پہلو میں ہوئی جو سرہند کی جانب شمال ایک میل تقریباً ڈیڑھ کیلو میٹر پر واقع ہے۔

تصانیف علوم شریعت اور معارف طریقت میں آپ کی بے شمار تصانیف ہیں ان میں سے صرف وہ تصانیف جنکی مسودہ باقی رہ گئے تھے وہ مرتبۂ شہرت کو پہنچیں تقریباً ۶۰ سے زائد ہیں اور آپ کے کل مکاتیب ۵۳۶ ہیں جو تین جلدوں میں منقسم ہیں۔ جلد اول کا نام "درالمعرفت" اس میں ۳۱۳ مکتوب ہیں۔ اسکو آپکے خلیفہ حضرت مولانا یار محمد "الجدید بدخشی" سنہ ۱۰۲۵ھ میں جمع کیا۔

اور جلد ثانی کا نام نور الخلائق اس میں صرف ۹۹ مکتوب ہیں اس کو آپکے خلیفہ حضرت مولانا عبدالحی حصاریؒ نے سنہ ۱۰۲۸ھ میں جمع کیا۔

جلد ثالث کا نام معرفۃ الحقائق اس میں ۲۲۲ مکتوب ہیں اس کو آپ کے خلیفہ حضرت مولانا محمد ہاشم برہان پوری نے سنہ ۱۰۳۱ھ میں جمع کیا۔ ان مکتوبات میں حقائق و معارف بڑے عمدہ پیرائے پہ بیان کئے گئے ہیں۔ عرب و عجم کے علماء و مشائخ نے ان کو ملاحظہ کرکے آپ کی مجددیت کی تصدیق کی ہے۔ آپ کی تصانیف کی توصیف میں تقریظیں اور رسالے تحریر کئے گئے اور چودھویں صدی میں بھی آپ پر اور آپ کی تصانیف و خدمت خلائق پہ کئی کتابیں لکھی گئی ہیں۔

کرامات آپ کی ذات بہت سی فضیلتوں کی حامل تھی اور آپ سے بے شمار کرامتوں کا ظہور ہوا ہے جن میں چند ملاحظہ ہوں:-

جس وقت مجدد الف ثانی کا شہرۂ کمال درجۂ کمال تک بلند ہوگیا تھا تو ایک جماعت آپ کی شدید مخالفت پہ پوری طرح کمربستہ ہوگئی جس کی انتہا یہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی جیسے بزرگ کو بھی زیادہ مدت تو نہیں مگر کچھ دنوں تک آپ سے اختلاف رہا۔ اس میں آپ کو نہایت اذیتیں پہنچیں مگر آپ صبر و استقلال و ہمت کے دامن کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ اور مردانہ وار تمام مخالفتوں اور مصیبتوں کا مقابلہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ گرفتار ہوکر آگرہ پہنچے اور قید کردیئے گئے۔ دو برس تک آپ جیل خانے میں رہے اور مصائب قید و بند آپ نے پوری طرح برداشت کیا۔

آپ بزرگ تھے اللہ کے دوست تھے، آپ کی ایک بددعا میں قید کرنے والوں کا کہیں ٹھکانا نہ رہ سکتا تھا۔ مگر آپ نے کبھی بددعا نہ کی اور بددعا نہ کرنا بزرگوں کا شیوہ ہے۔

مریدوں نے ہر چند اصرار کیا کہ آپ بادشاہ کے لئے بد دعا کریں مگر آپ نے بد دعا کے لئے ہاتھ نہیں اٹھائے، بلکہ دعا ہی کرتے رہے۔ جانتے اور سمجھتے تھے کہ جہانگیر عادل فرماں روا ہے اور اس قید میں اس کا ہاتھ نہیں ہے بلکہ غلط فہمیوں کا شکار رہے ہے۔

جیل خانہ میں آپ نے اصلاح و تبلیغ کا کام شروع کیا دو برس کی قلیل مدت میں سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں غیر مسلم قیدی آپ کی سعی سے مسلمان ہوئے نیز مسلمان قیدیوں نے گناہوں سے توبہ کی۔

خاندان تیموریہ کے اکثر سلاطین فقیر دوست رہے ہیں یہ محض اتفاق تھا کہ جہانگیر کے ہاتھوں آپ کو پابند سلاخ ہونا پڑا لیکن جب آپکی بے گناہی کا راز فاش ہوا تو جہانگیر اس سے فوراً آپ کی رہائی کا حکم صادر کیا اور آپ کو اپنے سامنے بلاکر بر سر دربار آپ سے اپنے خطاؤں کی معذرت چاہی جو اس کے ہاتھوں آپ کو برداشت کرنی پڑی تھیں۔ جہانگیر آپ کو نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنے پاس رکھا۔ نیز اس نے اپنے نوجوان فرزند ولیعہد سلطنت شہزادہ خرم کو جو آگے چل کر شاہجہاں کے لقب سے زماں روائے ہندوستان ہوا آپکا مرید بنا دیا۔ اس نے اسطرح اپنی غلطیوں کی تلافی کرنے کی کوشش کی۔

حضرت سید غلام علی شاہ دہلوی قادری رح کا بیان ہے کہ ایک روز آپ اپنے مریدوں کے حلقے میں تشریف فرما تھے۔ فرمایا میرے ایک مرید کے گلے میں شرک کا طوق پڑا ہوا نظر آرہا ہے۔ مگر انشاء اللہ وہ راہ راست پہ آجائے گا جتنے مرید تھے یہ سن کر خوف زدہ ہوگئے کہ خدا جانے وہ کون سا مرید ہے اور یہ بلا کس پہ مسلط ہونے والی ہے۔ تھوڑی دیر بعد خود ہی فرمایا وہ مرید شیخ طاہر ہیں۔ یہ سن کر حاضرین مجلس کو اور زیادہ حیرت ہوی لیکن آپ نے جو فرمایا تھا وہ ہو کر ہی رہا۔ کچھ روز بعد شیخ طاہر ایک پری جمال غیر مسلمہ عورت پر فریفتہ ہوگئے تھے۔ حتیٰ کہ جوش عشق میں اسلام بھی ترک کر دیا۔ ہمہ وقت وارفتگی عشق مسلط رہتی تھی شیخ طاہر آپ کے دونوں صاحبزادوں کے استاد بھی تھے اور آپ کو بھی ان کے ساتھ زیادہ محبت تھی۔ اس لئے ان کے مرتد اور مجنوں ہوجانے کا افسوس ہوا۔ آپ کے دونوں صاحبزادوں نے حاضر ہو کر عرض کیا حضرت ہمارے استاد شرک کرکے دریا میں ڈوب رہے ہیں انہیں سنبھا لیئے۔ بہت اصرار پہ آپ نے دعا کی کہ یا الٰہی حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کو کوئی کام دشوار معلوم ہوا اور اس کو کرنے کی قدرت نہ ہو تو میرے توسل سے اللہ تبارک تعالیٰ سے دعا کرے اللہ تعالیٰ ضرور پورا کردے گا۔ لہٰذا میں حضرت کے وسیلہ کو درمیان میں لاکر تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو شیخ طاہر کو اس بلائے بزرگ سے نجات دیدے۔ آپ کی دعا قبول ہوی اور اسی وقت شیخ طاہر حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوگئے۔ اور خلافت پاکر درجۂ کمال کو پہنچے۔

حضرت سید محمد صالح رح کو صبح روانہ کرتے وقت آپنے ھدایت کی کہ سورۂ قریش پڑھتے ہوے جانا اور کوئی مشکل پیش آئے تو مجھے یاد کرلینا۔ وہ رستہ بھول گئے اور سامنے سے ایک شیر نکل آیا۔ آپ کو یاد کیا تو بذات خود سامنے آکر شیر کو بھگا دیا۔

نہ تو زمیں کے لئے ہے، نہ آسماں کے لئے
جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے
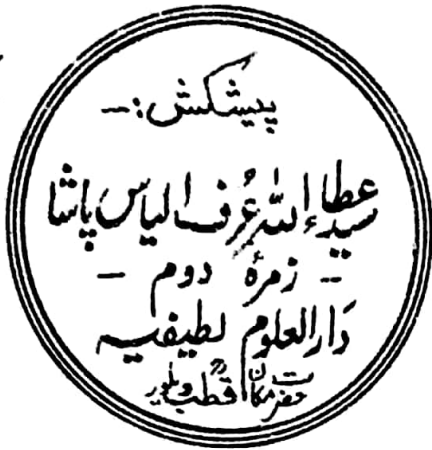
یہ عقل و دل ہے شرر شعلۂ محبت کے
وہ خار و خس کیلئے ہے، یہ نیستاں کے لئے

مقام پرورشِ آہ و نالہ ہے یہ چمن
نہ سیرِ گل کیلئے ہے نہ آشیاں کے لئے

رہے گا راوی و نیل و فرات میں کب تک
ترا سفینہ کہ ہے بحرِ بیکراں کے لئے

نشانِ راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو
ترس گئے ہیں کسی مردِ راہ داں کے لئے

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لئے

ذرا سی بات تھی اندیشۂ عجم نے اسے
بڑھا دیا ہے فقط زیبِ داستاں کے لئے

میرے گلوں میں ہے اک نغمہ جبرئیل آشوب
سنبھال کر جسے رکھا ہے لامکاں کے لئے

الحمد للہ والمنہ ایک نادر ونایاب کتاب "خوارق حیدریہ" کی دوسری قسط جو پہلے اور دوسرے خرقہ پر مشتمل ہے مفہوم خیز ترجمہ کے ساتھ پیش کی جارہی ہے، مذکورہ کتاب مستطاب حضرت مولانا سید شاہ حیدر ولی اللہ نبیرۂ قادری قدس سرہ العزیز کے حیرت انگیز وولولہ انگیز خوارق پر مشتمل ہے جو شروع سے آخر تک دلچسپ ومؤثر اور پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے انشاء اللہ "خوارق حیدریہ" کے خرقے سلسلہ وار آئندہ قسطوں میں ھدیۂ ناظرین ہوتے رہیں گے۔

پی۔ محمد ابوبکر ملیباری قمری

روایتہ ہمائے نثر پرواز اندیشۂ آں شاہ سرفراز درفضائے خاطر پاک ودل ادراک چناں پر و بال زدنی گرفت کہ ایں زمانہ ایست ناہنجار ودوریست ناسازگار، اغلب مردان دروں خود راازجادہ طلبی وحق شناسی دور اند درورطۂ طلب الدنیا جیفة وطالبہا کلاب افتادہ اندیش دریغ باشد کہ حیدر اوقات عزیز خودرا درمیان ایں ناکساں ضائع کند۔ وازطعام وشراب ایشاں بکار برد، بمقالات بے ہودہ ولایعنی ایشاں مشغول باشد۔ پس ہماں بہتر کہ رخت درگوشۂ کہ درانجا ہیچ نشانے از آدمی و آدمی زادگان یافتہ نشود وبردہ نفس را ازطعام وشراب ونعمتہائے شک آمیز بکلی باز دارد وچند روز خوردنی ونوشیدنی اورا مغلوب کند

روایت ہے کہ شاہ سرفراز کی فکر ہُما پرواز نے ضمیر ودل کی فضائے بسیط میں اپنے بال وپر کو یوں مارنا شروع کیا کہ یہ زمانہ خراب اور وقت ناسازگار ہے۔ اکثر وبیشتر لوگ اپنے قلب وباطن کو تلاش راہِ حق اور خداشناسی سے دُور کرتے ہوئے مُردار دنیا کی محبّت کے بھنور میں غرق کردئے ہیں، حیدر کے لئے افسوس کی بات ہوگی کہ وہ بھی اپنے عزیز اوقات کو ان ناکسوں کے درمیان ضائع کرے اور ان کے کھانے پینے کی اشیاء کو استعمال کرے اور ان کی بیہودہ و لایعنی گفتگو میں مشغول رہے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ کسی ایسے مقام کا سفر اختیار کیا جائے کہ جہاں آدمی اور آدم زاد نہ ہو۔ وہاں جاکر نفس کو کھانے، پینے اور مشکوک نعمتوں سے پوری طرح باز رکھا جائے چند دن تک کچھ نہ کھانا اور پینا اس کو مغلوب کرکے رکھ

او ہمیں اندیشہ قطع راہ کردن گرفت، دراین اثناء
درختے دید درمیان بادیہ ضرر و دراز کہ بداں صفت
موصوف بود بلند و بالاراست قد کہ شاخش بالائے
چرخ بریں و بیخش برسر شاخ گاؤ زمین جستی
کہ طول و عرض شاخ و تنہ آواز و رع افزوں
و بالائے آں جائے وسیع و فراغ و موزوں ۔
شاہ را ازاں جائے وسیع بغایت خوش آمد، ازیں
عزم و عہد بالائے درخت سوار شد و گوشہ آں بر
یک شاخے ماوا و مسکن خود اختیار فرمود و لوح
دل پاک را از اندیشہ ماسوی المحبوب محو کرد، بفراغت
و جمعیت تمام در انجا نشست۔ چوں چند برہے برآمد
ناگاہ آواز پر زدن جانورے در گوشش رسید،
نظر بالا کردید در ہوائے مرغ عظیم و جسیم در
طیرانست و در چنگل او حمل گراں بار بود کہ از جامہ
سفید مربع و عقد محکم بروزدہ و در چنگل دیگر مشکے
پر آب آویختہ شدہ، ناگاہ برشتابے پر زدن گرفت
و خود را در خدمت آنسرور رسانید و آں حمل گراں بار
و مشکے پر آب پیش آں حضرت رہا کرد و باز از انجا
پریدن آغاز کرد۔ شاہ ذیجاہ از دست مبارک
چوں آں عقد حمل مذکور باز کرد، دید کہ درو
قند اعلیٰ و سپید و کباب بریاں و دانہائے ارز
بریاں کہ بھندی پھوا می گویند موجود ست

دیگا۔ آپ اسی خیال میں راہ طے کرتے ہوئے چلے جا رہے
تھے کہ اسی اثناء بیچ جنگل میں ایک بہت بڑا درخت دکھائی
دیا جس کی شاخیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں اور جڑ
تحت الثریٰ تک پہنچی ہوئی تھیں۔ اس کا طول و عرض
اور اس کا تنہ و شاخ پھیلے ہوئے تھے۔ اس کے اوپر ایک
وسیع کشادہ اور موزوں و مناسب جگہ تھی۔ حضرت کو
وہ کشادہ جگہ بہت اچھی اور بھلی معلوم ہوئی۔ اسی عزم
دارادہ کے ساتھ درخت پر چڑھ گئے اور ایک گوشۂ شاخ
میں اپنا مسکن بنالیا اور قلب مقدس کی تختی سے
ماسوائے محبوب کے خیال کو مٹاتے ہوئے فراغت و جمعیت
خاطر کے ساتھ وہاں بیٹھ گئے۔ جوں ہی تھوڑی دیر گذری
آپ کے کان میں کسی جانور کے پر مارنے کی آواز سنائی دی
اُوپر نظر کی تو دیکھا کہ ایک بڑا جسیم پرندہ فضا میں پرواز
کر رہا ہے۔ اس کے ایک چنگل میں سفید کپڑے میں لپیٹی ہوئی
اور گھانٹ لگی ہوئی چوکونی گٹھڑی ہے اور دوسرے
چنگل میں پانی سے بھرا ہوا ایک مشکیزہ لٹک رہا ہے۔ پھر
اچانک اس پرندے نے زور زور سے اپنے پروں کو حرکت
دینا شروع کیا اور پانی سے بھرا ہوا مشکیزہ اور وزن دار
گٹھری کو حضرت کی خدمت میں لاکر رکھتے ہوئے وہاں سے
اڑ گیا۔ شاہ ذی جاہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس گٹھری
کی گرہ کھولی اور دیکھا کہ اس میں اعلیٰ قسم کی سفید مصری، تلے
ہوئے کباب اور تلے ہوئے چاول کے دانے جسکو ہندی میں "پھوا"

از دل الیقین منزل معلوم فرمود کہ ایں از کجا آمد
پس تناول کردن گرفت و بعد از تناول آبے، کہ
دراں مشک بود نوش کرد۔ آبے یافت بغایت بامزہ
وشیریں بلکہ آبے بود از جوئے بار فیہا انہار
من ماء غیر آسن' پس شکر حق بجا آورد و
اندیشہ کرد کہ حیدر چند روز بر سر ایں درخت
دریں بادیہ کہ ہیچ نشان افراد آدمی و آدمیاں نیابد
و از طعام و شراب بکلی احتراز نماید نشستہ نفس
را ادبے نماید و رام کند فاما حق تعالیٰ نمی خواہد کہ
حیدر بایں تکلیف مکلف شود۔ پس یقین ہست کہ چند روز
دریں جا اقامت کنم۔ وقت بوقت قسمت مابدیں منوال
دریں حال خواہد فرستاد و بطریق وظیفہ و معتاد
ہر روز فراموش نخواہد کرد۔ پس ایں روش ہم از
قاعدۂ توکل دور ست بجرد اندیشہ از انجا برخاست و
بسر زمین قدم در پیش نہاد۔

کھتے ہیں موجود ہیں۔ آپ نے یقین قلب کے ساتھ جان لیا کہ
یہ چیزیں کہاں سے آئی ہیں۔ لہٰذا اس کو کھانا شروع کیا۔
تناول طعام کے بعد مشکیزہ کے پانی کو نوش فرمایا جس کو آپ
نے بہت ہی مزیدار اور میٹھا پانی محسوس کیا۔ گویا وہ باغ
جنت کی میٹھی نہر کا پانی تھا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا بے انتہا
شکر بجا لایا اور غور کرنا شروع کیا کہ حیدر تو اس جنگل و
بیابان ہیں، جہاں انسانوں کا نام ونشان تک نہیں ہے
اس درخت پر بیٹھکر کچھ دن کے لئے پوری طرح کھانے پینے
سے پرہیز کرتے ہوئے نفس کو مطیع اور ادب سکھانا چاہتا ہے
لیکن حقتعالیٰ انہیں چاہتا ہے کہ حیدر کو ایسی تکلیف سے دوچار
کرے۔ یہ یقین ہے کہ اگر چند دن اسی جگہ قیام کروں تو وقتاً
فوقتاً میرا حصہ اسی طرح اس حال میں آتا رہے گا اور حسب عادت
اللہ تعالیٰ کسی دن فراموش نہیں کریگا۔ یہ روش اصول توکل
کے خلاف ہے۔ اتنا خیال آنا ہی تھا کہ اس جگہ سے اٹھے
اور زمین پر اتر آئے۔

بقیۂ صفحہ ۷۶

وہ داستاں جو امانت ہے دل کے داغوں میں — کہوں تو چاند ستاروں کو نیند آجائے

یہ چند کلمات اگر ایک طرف عظمت رسولؐ کو اجاگر کرتے ہیں تو دوسری طرف اکتساب فیض کی دعوت بھی دے رہے ہیں۔ اس لئے کہ خدا کی معرفت اسی نور کی روشنی میں ممکن ہے۔ خدا کی مستند تعریف وہی ہے، جو اس کے رسول نے بیان فرمائی۔ رسول کا تصور خدا ہر لغزش سے پاک ہے۔ آفتاب رسالت سے ہٹ کر صراط مستقیم کی تلاش عبث و بیکار ہے۔ خدا ہمیں اس نور کی شعاعوں سے فیضیاب کرے۔ آمین

تو مری رات کو مہتاب سے محروم نہ کر — ترے پیمانے میں ہے ماہ تمام اے ساقی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دوسرا خرقہ شاہ بزرگوار کا ایک ندی کے کنارے پہنچنا' جہاں ماہی گیر مچھلی پکڑ رہے تھے۔ آپ کا ان سے مچھلی طلب کرنا اور ان ماہی گیروں کا آپ کو مچھلی نہ دینا، جس پر آپ کا غصہ میں آجانا

روزے آں بدر سریع السیر در اثنائے سیر بجوی رسید کہ آبش از صفا رشک آئینہ چیں و در شیرینی ہم چوں چشمۂ عین و بر لب آں دید کہ چند افراد ماہی گیران دام دراں انداختہ صید ماہی میکنند و دام پر ماہی کشاں کشاں بدر می آرند۔ قضا را شاہ را گرسنگی غالب بود۔ پیش ایشاں رفت و طلب ماہی نمود۔ ہمہ جواب دادند کہ ای درویش ساعتی صبر کن کہ ایں بار دام در آب می اندازیم۔ از قسمت تو ہر چہ کہ در دام بیاید بہ تمام و کمال ترا عاید باشد ہمہ پیش کش خدمت عالی تو نمائیم۔ چوں شاہ بشنیدن ایں تقریر قبول فرمود صیاد دام مالا مال و لبالب ہزار ماہیان خورد و بزرگ بیروں آورد۔ شاہ برپائے خواست و قسمت خویش از و در خواست۔ صیاد حریص کہ گردنش مبتلائے دام حرص بود' و ماہی دلش از قعر طمع گاہے بر نیامدہ بود کہ ایں کرت دام از یمن قسمت آں صیاد دریائے وحدت لبالب و مالا مال ہست' دل ناپاکش رضا ندا و کہ بر حکم الکریم اذا وعد وفا پیشکش آنحضرت نماند۔ پس وعدہ کرت

وہ تیز رفتار بدر کامل اثنائے سفر میں ایک ندی پر پہنچا جس کے پانی کی صفائی اور پاکیزگی آئینۂ چین کے لئے رشک آور تھی، اور جسکی حلاوت و مٹھاس آبحیات کی طرح تھی۔ وہاں آپ نے چند ماہی گیروں کو دیکھا کہ ندی میں جال پھینک رہے ہیں اور کشاں کشاں مچھلیوں سے بھرے ہوئے جال کو باہر نکال رہے ہیں۔ اتفاقاً شاہ بزرگوار کو بھوک معلوم ہوی۔ ان ماہی گیروں کے پاس گئے۔ ان سے ایک مچھلی طلب کی۔ تمام نے یہ جواب دیا کہ بزرگوار عالی کچھ دیر صبر کیجئے۔ ابھی ہم پانی میں جال پھینکتے ہیں' آپ کی قسمت سے جال میں جو بھی آئے گا پورے کا پورا آپ ہی کا ہوگا تمام کو آپکی خدمت عالی میں لے آئینگے۔ شاہ نے یہ بات سنی اور اسکو قبول کرلیا۔ ماہی گیروں نے ہزاروں چھوٹی بڑی مچھلیوں سے بھرپور اور مالا مال جال کو پانی سے باہر نکالا۔ شاہ بزرگوار اٹھے اور ان سے اپنا حصہ طلب کیا۔ یہ حریص ماہی گیر جسکی گردن حرص و آز میں گرفتار تھی اور جسکے دل کی مچھلی حرص و طمع کی پنہائی سے کبھی باہر نہیں آئی تھی' جبکہ اس بار اسی بزرگ کی قسمت ہی کی برکت سے جو دریائے وحدت کا ماہی گیر اور اس سے بھرپور و مالا مال ہے یہ چیز حاصل ہوی تھی اس کا ناپاک دل مچھلی دینے پر آمادہ نہوا۔ الکریم اذا وعد وفا کے

دوّم انداخت و گفت ای درویش قناعت کیش
خدا اندیش این کرت معاف فرما و باز ساعتی
توقف کن که اینک دام در آب اندازیم، از
قسمت تو باز ہرچہ در آب یابد خواہ خورد خواہ
بزرگ خواہ تہی خواہ پر عزم کلی و قصدِ تمام بر آں
منفرعست کہ من و عن پیشکش خدمت تو نمائیم،
شاہ چوں دید کہ صیاد موذی طمع نہاد دست فرمود
کہ نیکو باش۔

صیادَ باز دام درچند چوں دام فلک بر
سر بُرج حوت بر ماہیاں آب فگند و بعد از لحظہ چوں
باز کشید دامی دیدش از بیش بر ماہیان
بزرگ و بطر و فربہ۔ صیاد چوں دید کہ دام بغایت
گراں و ثقیل ہست نیت پاک را بہ بدنیتی مبدل
گردانید۔ ہیچ التفاتے بشاہ نہ نمود۔ شاہ چوں
دید کہ صیاد طمع آباد بر سر مکر و عذر ہست
درجذبہ شدہ گفت ای حریص دروغ وعدہ ایں
بار دام در آب بینداز و ماہیان بسیار برگیر و بہ بیں
کہ شامتِ حرص و بدنیت و عہد شکنی بتو چوں
عاید گرد۔ چوں آں دروغ وعدہ نابکار از ان
صاحب عزّ و وقار صاحب جدت آثار در گوش
گرفت بقہقہہ خنداں شدہ گفت بہ بینم از کرامت
ایں درویش تا چہ آید و دام در آب افگند
چوں بعد از ساعتے باز کشید غالبا دام پُر زماہی

مطابق آپ کی خدمت میں مچھلی پیش نہیں کیا، پھر دوبارہ آپ سے
وعدہ کیا اور کہا کہ اے خدا ترس قناعت پسند درویش، اب کی
بار معاف کیجیئے اور کچھ دیر ٹھہرئیے، اب ہم یہ جال پانی میں
پھینک رہے ہیں آپ کی قسمت سے دوبارہ جو بھی نکلے گا۔ چھوٹی
مچھلی بڑی مچھلی بھرا یا خالی جو بھی ہوگا ہمارا کامل ارادہ
اور پورا عزم یہ ہے کہ من وعن تمام آپ کی خدمت میں
حاضر کردیں۔ شاہ نے ملاحظہ کر لیا کہ ماہی گیر طبعًا حریص
ہے، فرمایا کہ اچھی بات ہے۔

ماہی گیر نے دوبارہ دام فلک کو برج حوتِ پانی
کی مچھلیوں پر پھینکا۔ کچھ دیر بعد جب جال کو کھینچا، تو
دیکھا کہ جال میں بڑی بڑی مچھلیاں پڑی ہیں۔ نیز جب
دیکھا کہ جال بہت وزنی اور بوجھل ہے اپنی پاک نیت
بُری نیت سے بدل دیا اور شاہ کی طرف کوئی توجہ
التفات نہ کیا۔ شاہ نے جب یہ دیکھا کہ یہ حریص ماہی
گیر مکر و فریب سے کام لے رہا ہے، غصّہ میں آکر فرمایا
اے جھوٹے حریص اب کہ جال کو پانی میں ڈال اور
خوب مچھلیوں کو پکڑ، دیکھ تیری بدنیتی حرص و
عہد شکنی کی شامت تجھ پر کیا آتی ہے۔ وہ
جھوٹا نابکار شاہ صاحب بزرگوار کی باتیں
سنا اور قہقہہ لگاتے ہوئے کہا،
دیکھیں اب اس درویش کی کرامت سے کیا
نکل آتا ہے اور جال کو پانی میں پھینکا۔ جب
تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ کھینچا تو جال مچھلیوں

بود، لیکن کہ نشانے براں ز گوشت نبود، بغیر چند
استخوان و پوست نبود۔ دامی دید پر ماہیان خشک،
چوں ہیزم منفعل و شرمندہ و سیاہ رو از پیش آں سرور
شد و شاہ ازاں جا بیشتر سر راہ گرفت از مرشد
لی مع اللہ سر آں شاہ درویش ولی اللہ آید بقادہ، بار
دارم کہ الی الآن ہمچناں بجائے کہ دراں جوی جذبہ از
آں سرور بر سر آں نعیاد واقع شدہ دراں جا غیر از چنیں
ماہیان، ماہیان تازہ و فربہ یافتہ نمی شود، و
بمسافت از انجا ماہیان خوش و فربہ یافتہ می شوند۔

سے بھرا ہوا تھا مگر ان پہ گوشت کا نام و نشان تک نہیں تھا
صرف چند ہڈیوں اور کھال کے کچھ نہیں تھا۔ ماہی گیر نے
جال کو دیکھا کہ اس میں لکڑی کی طرح خشک مچھلیاں ہیں،
بہت شرمندہ اور پشیمان ہو آپ کے پاس دوڑا چلا آیا،
جبکہ شاہ پہلے ہی اس جگہ سے بہت آگے بڑھ گئے تھے۔ اس
دن سے لے کر آج تک ندی کے جس مقام پر آپ نے
غصہ کیا تھا سوائے ان خشک مچھلیوں کے تازہ اور
فربہ مچھلیاں نہیں پائی جاتی ہیں۔ البتہ اس مقام سے
کچھ دوری پر تازہ اور فربہ مچھلیاں حاصل ہوتی ہیں۔

بقیہ شیخ امام ربانی صفحہ ۸۹

ایک مرتبہ شیخ جان محمد جالندھری کے دل میں آیا کہ کاش
آپ مجھے غوث پاک رضی اللہ عنہ کی زیارت کرا دیں۔ آپ انہیں
اسی وقت لیکر کھڑے ہوئے اور فرمایا قطب تارا دیکھو۔ انہوں نے
دیکھا تو انہیں اس تارے میں سے سیاہ خرقہ پہنے ہوئے حضرت
غوث پاکؒ کی سواری نمودار ہوئی اور آپ کے سامنے آ گئی۔ حضرت
مجدد الف ثانیؒ نے جھک کر سلام عرض کیا۔ غوث پاک رضی اللہ
عنہ نے فرمایا کہ تم سرہند میں مرجع خلائق ہو۔

حضرت امام ربانی کی جدوجہد اور طریق کار سے بہت
کچھ رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں اور اس طریق کار کے لئے ہر جگہ
راستہ کھلا ہوا ہے۔ عموماً علماء اور خصوصاً اسلامی ممالک کے لئے
احیائے دین کی جدوجہد میں آپ کی رہنمائی کیمیا ثابت ہوگی۔
یہ وہ کیمیا ہے جس سے اس پرفتن دور میں جو بدعت و خرافات
سے بھرا ہوا ہے اسکی بیخ کنی کی جا سکتی ہے۔
دعا ہے کہ خدا ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلنے
کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب پروفیسر ایم اے کوڈوری
الحاج محمد جلال صاحب
صدر شعبۂ عربی فارسی اردو اسلامیہ کالج عمرآباد

فارغین لطیفیہ سے خطاب

فارغ لطیفیہ کے عہد لطیف بن جا
لطف نبیؐ سے شیر دین حنیف بن جا

بحر لطیفیہ سے سیراب تو ہوا ہے
باطل کی قوتوں کا واحد حریف بن جا

دنیا کی ہر ذلالت دم توڑ کر رہیگی
اللہ کی نظر میں اتنا شریف بن جا

امیؐ لقب کے علم نورانیت کو لیکر
بے نور اس جہاں میں شمع حنیف بن جا

اللہ کے سخن کا بن مصرعۂ درخشاں
ایمان کا قافیہ بن حق کی ردیف بن جا

گمراہیوں کی جانب جاتا ہے اب زمانہ
اللہ کے نبیؐ کا سچا خلیف بن جا

وارث علوم حق کے عرض جلال یہ ہے
دین محمدی کا سچا وصیف بن جا

زیر نظر مکتوب میں زبدۃ العارفین الحاج الحافظ محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری المشہور بہ حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز نے اپنے کلکِ جوہر سلک سے پند و نصائح پر مشتمل ایک خط اپنے ایک عقیدتمند کے نام لکھا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ مکتوب مکتوباتِ لطیفی کا ایک جز ہے جو ہدیۂ ناظرین ہے۔

سلام و دعا کے بعد معلوم ہو کہ بتاریخ
۲۵ ذی الحجہ ۱۲۶۳ھ کو تمہارا محبت نامہ دستیاب ہوا۔ جو
کدورت آمیز مضامین سے پُر تھا جس میں بھائیوں کے اختلاف اور
تنگیٔ روزگار اور دنیا کی بے وفائی کی جانب اشارہ ہو رہا تھا۔
غرض تم نے اس میں ماسوی اللہ چیزوں کی آرزو کی تھی ـــ
سعادت آثار! تمہیں معلوم ہو جانا چاہئے کہ ماسویٰ چیزوں کا
تصور دل کو تاریک اور زنگ آلود کر دیتا ہے۔ خدا کی یاد سے
ظلمت زائل ہو جاتی ہے اور اس میں جلا آ جاتی ہے۔ لہٰذا تمہیں
چاہئے توبہ کے ذریعے رجوع بحق ہوں کیونکہ رزاقِ مطلق
جیسا کہ خود بیان فرماتا ہے وما من دابۃ فی الارض
الا علی اللہ رزقہا یعنی زمین پر موجود ہر جاندار کا
رزق اللہ کے ذمہ ہے۔۔ دیکھو شکم مادر میں
ناف کے ذریعہ اور پیدائش کے بعد جوبن سے بغیرسی
سوال کے غذا مہیا فرماتا ہے۔ پھر کمانے کا شعور اور قوت
د توفیق عطا فرمایا اس پر غور کریں (سعدی) ــ

عدیم زمیں سفرۂ عام اوست
چہ دشمن بریں خوانِ یغما چہ دوست

لیکن مومن کو دنیا میں اس طرح رہنا چاہئے جیسا کہ کوئی
حاجتمند رفع حاجت کے لئے بیت الخلا کو بصد کراہت و
نفرت جاتا ہے اور فارغ ہوتے ہی فوراً نکل آتا ہے۔ اسمیں
اس کو خوشی و رغبت نام کو نہیں ہوتی۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کئی دن اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھ
رکھتے تھے اور کبھی کھجور کی باریک دانوں پر تو کبھی کیکر کی
پتیوں پر قناعت فرماتے تھے۔ اور مہینوں آپ کے گھر سے
دھنواں نہیں نکلتا اور نہ چراغ جلتا تھا۔ امیر المومنین حضرت
عمر فاروق رضی اللہ عنہ با وجود خلیفہ ہونے کے، مدینۂ منورہ میں
اینٹ بنا کر فروخت کرتے اور اسی سے اپنا گزر فرماتے ــ
اویس قرنی علیہ الرحمہ جو خیر التابعین کہلاتے ہیں مسکینوں کی
طرح زندگی بسر کرتے تھے جس کی وجہ سے آپ کو لوگ دیوانہ
سمجھتے۔ کبھی کبھی وہ ایک ایک دو دو سال روپوش ہو جاتا

کرتے۔ معلوم نہیں ہوتا تھا کہاں رہتے ہیں اور کیا کھاتے
ہیں۔ اور غذا کا یہ عالم تھا کہ راستے میں پڑی ہوئی خام
کھجوریں چن چن کر کھاتے اور لباس بھی گھوڑے پہ پڑے ہوئے
کپڑوں کا ہوتا تھا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جو مرقات (شرح
مشکوٰۃ) مسبح الازہر اور حزب الاعظم جیسی مایۂ ناز کتابوں
کے مصنف ہیں ان کا یہ عالم تھا کہ صحرائے مکہ سے ہڈیاں
چن کر فروخت کر کے اپنا رزق حاصل کرتے تھے۔ اس سے
بڑھ کر غریبی کیا ہو سکتی ہے۔

انتہائی مفلسی فاقہ کشی ہے جو بھی رات فاقہ
سے گذرتی ہے وہ درویش کے لئے شب معراج ہوتی ہے
یہاں تک کہ کہا گیا ہے جو نماز حالت سیری میں ادا کی
جاتی ہے اس کو شیطان اپنے پہلو میں لیتا ہے اور جو
شخص بھوکا رہتا ہے شیطان اس سے کوسوں دور
بھاگتا ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ وہ
ہمیں اور تمہیں دنیوی لذتوں اور چرب و شیریں
غذاؤں اور منقش و رنگین لباسوں اور طلب عزت
وجاہت اور امراء اور اغنیاء کے قرب سے
جو فنا کے سوا کوئی چارہ نہیں رکھتے اور جن سے آخرت
خراب ہو جاتی ہے دھوکے میں نہ آئیں اور ہمارے
سینوں کو اپنی محبت سے معمور رکھے اور موت کو یاد
کرنے نیز خوف آخرت کو پیش نظر رکھنے کی توفیق
بخشے کیونکہ ع

کار این است غیر ایں ہمہ ہیچ

اصل کام تو یہی ہے باقی سب ہیچ ہے۔ زیادہ کیا لکھوں

اللہ معکم اینما کنتم

۴۸۶

اختلاف الائمة حق ورحمة

بقلم :
مولوی سید محمد برهان الدین العنطری الجزری
اُستاذ دار العلوم لطیفیه حضرت مکان ویلور

الحمد لله الذی شید ارکان دینه بانبیائه ورسله والصلوٰة والسلام علی من ارسله بالملة الحنیفیة السهلة السمحاء والشریعة المطهرة الغراء ارسله رحمة للعٰلمین مبینا لهم صراط الخیر لیسلکوه وطریق السعادة لیتبعوه ونظام الحیاة لیعرفوه ارسله نبراسا مصباحا مضیأ سراجا وهاجا نورا باهرا ساطعا یهدی الضالین ویرشد الحائرین وینقذهم من الغوایة الی الهدایة ویخرجهم من الظلمات الشیطانیة الی الانوار الربانیة ویرتقی بهم من وهدة الجهل والخسران الی ذروة الحق والعرفان ویرفعهم من حضیض الکفر الی اوج الایمان والاحسان وعلی اله و اصحابه الجیل المثالی الذین قال تعالی فی حقهم السابقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان وقال صلی الله علیه وسلم فی حقهم اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم خصوصا علی الخلفاء الاربعة المهدیین والائمة الاربعة المجتهدین الذین اختلافهم حق ورحمة وتوسیعة للامة جزاهم الله خیر الجزاء فی الاختلاف فان اختلج فی صدرك انه کیف یکون الاختلاف رحمة وحقا۔ فاعلم ارشدك الله ان جمیع اقوال الائمة المجتهدین حق متصل بعین الشریعة المطهرة وجمیع المجتهدین متشارکون فی اغترافهم من عین الشریعة الکبریٰ۔ فان الشریعة المطهرة کالشجرة العظیمة المنتشرة فی اطرافها المختلفة واقوال مجتهدیها کفروعها واغصانها ولا یوجد فرع بلا اصل ولا ثمرة بلا غصن وقد اجمع اهل الحق علی ان من اخرج قولا من اقوال علماء الشریعة عنها فان ذالك عن قصوره وقلة تدبره وبعد طوله عن المعرفة الحقیقة۔ واجمعوا ایضا علی انه لا یسمی احد عالما ما لم یتدبر ویتفکر علی منازع اقوال العلماء ویعرف من این اخذوها من الکتاب والسنة لا من ردها عدوانا وظلما۔ ومن رفع رأسه واضاء نبراسه الی اقوال علماء الشریعة المطهرة لا یجترئ علی رد قول من اقوالهم ولا مسئلة من مسائلهم الا ما خالف نصا او اجماعا ولکن لا یکاد یجد ذلك فی کلام واحد منهم فی طول عمره وان اجتهد عن ساق جدّه الی ان قام علیه القیامة۔ غایة ما فی

الباب ان هذا المسکین لم یطلع علی دلیلهم ولم یقف علی مدارکهم لانه وجدها مخالفة للکتاب والسنة حتی اذا وجد مقلد مسئلة من مسائل امامه مخالفة لحدیث وجده لایجوز علیه ان یردها حتی یطلع علی مدرك امامه۔ ومن ادعی ان بعض المسائل المسطورة فی الکتب المتداولة خارجیة عن الشریعة فعلیه البیان۔ هاتوا برهانکم ان کنتم صادقین۔ فان اعتقادنا فی جمیع الائمة المجتهدین من الامة المحمدیة۔ انه لایقول واحد منهم قولا الا بعد نظره وفکره وامعانه فی الدلائل والبراهین فان المراد من المجتهد من کان کلامه مندرجًا تحت اصل من اصول الشریعة ولیس هناك قول خارجا عن قواعد الشریعة وانما اقوالهم کلها بین قریب واقرب وبعید وابعد وشعاء مشکوٰة النبوة یشملهم کلهم وان تفاوتوا فی الاقتباس من شعاعها۔ وما قالوا قولا ولامسلة من عند انفسهم وحوادثات نفوسهم حاشاهم عن ذلك فانا نعتقد ان جمیع ائمة المسلمین علی هدی من ربهم فی کل حین وان اقوال المجتهد حجة عند مقلده کما ان الکتاب والسنة حجتان عند المجتهد ولایجترئ علی الطعن والانکار فیما استنبطه الائمة المجتهدون من الکتب والسنة بطریق الاجتهاد والاستحسان من عرف مقدارهم ومأخذ استناطهم کما لایجترئ علی الطعن والانکار فیما جاءت به الانبیاء مع اختلاف شرائعهم ولکن لایعرف مقدارهم الا امثالهم۔

ما للضفادع خیشوم لنوفرة
بل للدخاخل من بعد لها شمم

وما من حکم استنبطه المجتهد الا وهو متفرع من الکتب اوالسنة اومنهما معا ولا یقدح و لا یعیب فی صحة ذلك الحکم جهل من لم یشم رائحة الاجتهاد والاستنباط ومن رأی فی احادیث الشریعة اواقوال علمائها تناقضا فهو ضعیف النظر ینبغی ان یعالج۔

ولوکان عالما بالادلة التی استند و مال الیها المجتهد لحمل کل حدیث اوقول علی موضعه وما اختلف الائمة المجتهدون فی الاجتهاد والاستنباط الا باختلاف الصحابة الکرام فیهما۔ وما اختلفوا فیهما الا باختلاف جواب رسول الله صلی الله علیه وسلم عند سؤالهم ایاه۔ وما اختلف جوابه الا باطلاعه وتوقفه علی حقیقة سائله فان من المعلوم ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یخاطب الناس علی قدر عقولهم ومقامهم۔

ولا ینکر هذا الامن اطفأ نبراسه ولم یرفع الی الاحادیث رأسه فالائمة المجتهدون رحمهم الله ومقلدوهم قلدوا رسول الله صلی

علیہ وسلم فان اقوال الائمۃ کالشروحات لاقوال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وافعالہ وتقریراتہ۔ واقوالہ وتقریراتہ وافعالہ کالتفسیر للقرآن المجید علی مصداق قولہ تعالی لتبین للناس ما نزل الیھم وما امر صلی اللہ علیہ وسلم بامر فیہ حرج لامتہ لانہ بعث رحمۃ للعالمین فالصحابۃ الکرام اخذوا من مشکاۃ النبوۃ بلاواسطۃ والائمۃ العظام اقتبسوا منھا بالواسطۃ۔ فاختلفوا کما اختلفوا ولا بعد ولامستنکر فی ان یکون لنھر واحد قناۃ کثیرۃ وانبوبۃ مختلفۃ۔

لانہ لم یکن الفقہ مدونا فی زمنہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یکن البحث فی احکام الشریعۃ یومئذ مثل البحث من ھولاء الائمۃ الکرام لانھم اجتھدوا وشمروا عن ساق الجد واثبتوا الارکان والشروط والآداب کل شئی ممتازا عن الآخر بدلائلہ وبراھینہ وافرضوا بعض الصور وتکلموا علی ذلک و حدّوا ما یقبل الحد وحصروا ما یقبل الحصر وفتشوا العلل والاسباب وبینوھا بالسبر والتقسیم جزاھم اللہ خیر الجزاء فان حفظ الدین وحمایتہ واجب علی کل مکلف حتی الامکان ولایمکن حمایۃ الدین مالم یکن لہ قاعدۃ و اصول۔

واما الصحابۃ رضی اللہ عنھم اقتبسوا الاحکام من مشکاۃ النبوۃ فانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یتوضاء فیرون وضوئہ فیاخذون بہ من غیر ان یبین ان ھذا رکن وذاک سنۃ۔ وکان یصلی فیرون صلوتہ فیصلون کما رأوہ یصلی کما قال صلی اللہ علیہ وسلم صلّوا کما رأیتمونی اصلّی وکان یحج فیرون حجہ فیحجون کما رأوہ وھذا کان غالب حوالہ صلی اللہ علیہ وسلم وما بیّن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فروض الوضوء ستۃ اواربعۃ وقلّما کان الصحابۃ یسئالونہ عن ھذہ الاشیاء وکان صلی اللہ علیہ وسلم یستفتیہ الناس فی الوقائع والحادثۃ فیفتیھم ویرفعون الیہ القضایا فیقضی فیھا ویری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعلون فعلا فان کان معروفا یمدحہ وان کان منکرا فینکر علیہ وکان فتواہ وقضاؤہ فی الاجتماعات فی اغلب الاحوال ولذا کان الشیخان ابوبکر وعمر رضی اللہ عنھما اذا لم یکن لھما علم فی الواقعۃ یسئالان الناس عن حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عنھا کما قال ابوبکر رضی اللہ عنہ فی الجدّۃ ما سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فیھا بشئ فلما صلی الظھر سأل الناس وقال ایکم سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجدّۃ شیئا

فقال المغیرة ابن شعبة انا قال ماذا قال
اعطاها رسول الله صلی الله علیه وسلم السدس قال العلم
ذلك احد غیرك فقال محمد بن سلمه صدق ،
فاعطاها ابوبکر السدس وکما سأل عمر رضی الله عنه
عن الوباء ثم رجع الی خبر عبد الرحمان ابن عوف وکما
فی قصة رجوع الی موسیٰ عن باب عمر وسؤاله عن
الحدیث وشهادة ابی سعید له وامثال هذه
کثیرة مرویة فی کتب الاحادیث - والحاصل ان
هذه کانت عادة النبی واصحابه فرأی کل صحابی
ماسیره الله له من عباداته وافعاله واقضیته
وتقریراته صلی الله علیه وسلم - فحفظها وعقلها وعرف
لکل شیء وجها من قبل شمول القرائن علیه
وحفوفها به فحمل بعضها علی الاباحة وبعضها
علی الاستحباب وبعضها علی النسخ لعلامات
وامارات کانت کافیة عنده ولم یکن عندهم
الا وجدان الاطمینان من غیر التفات الی طرق
الادلة فانقضی عصره الکریم والصحابة علی
هذه الحال ثم لما فتحت البلاد والامصار و
علت کلمت الله العلیاء فی النواحی والاقطار تفرقوا
فی البلاد وصار کل واحد امام ناحیة من تلك النواحی
فکثرت الوقائع والحادثات ودارت المسائل المشکلات
فاستفتوا فیها فاجاب کل واحد منهم علی حسب
ماحفظه من رسول الله صلی الله علیه وسلم فان لم
یجد فیما عنده من الکتاب او السنة مایصلح للجواب

اجتهد برأیه کما یعلم من حدیث معاذ بن
جبل رضی الله عنه لما بعثه الی الیمن قال معاذ بن جبل
رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم لما بعثه
الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لك قضاء
قال اقضی بکتاب الله قال فان لم تجد فی کتاب الله
قال فبسنة رسول الله قال فان لم تجد فی سنة
رسول الله قال اجتهد برأیی ولا الو - قال فضرب
رسول الله صلی الله علیه وسلم علی صدره وقال الحمد
لله الذی وفق رسول رسول الله بما یرضی به رسول الله
رواه الترمذی وابوداؤد والدارمی وکما روی البیهقی
فی المدخل عن ابن عباس رضی الله عنهما ان رسول الله
صلی الله علیه وسلم قال مهما اوتیتم من کتاب الله
فالعمل به واجب لا عذر لاحد فی ترکه فان لم یکن
فی کتاب الله فسنة لی ماضیة فان لم یکن فی سنة
لی فما قال اصحابی لان اصحابی کالنجوم فی السماء
فایما اخذتم به فقد اهتدیتم -

فانه عرف العلة التی ادار رسول الله صلی الله علیه وسلم الحکم
علیها فی منصوصاته فطرد الحکم حیث وجدها
فلم یقصروا فی موافقة غرضه علیه الصلوٰة والسلام
فعند هذا وقع الاختلاف علی ضروب ومناهج منها
ان صحابیا سمع حکما فی قضیة او فتوی ولم
یسمعه الآخر فاجتهد برأیه فی ذلك وحکم بحکم
وهذا علی وجوه ایضا فمن هذه الوجوه ان یقع
اجتهاده موافقها للحدیث الذی عند الآخر -

وثانیھا ان تقع منھما المناظرۃ ویظھر الحدیث با لوجہ الذی یقع بہ غلبۃ الظن فیرجع عن اجتھادہ الی الحدیث - وثالثھا انہ یبلغہ الحدیث لکن لا علی الوجہ الذی یقع بہ غلبۃ الظن فلم یترک اجتھادہ بل اظھر الشک فی صحۃ الحدیث۔ ورابعھا ان لا یصل الحدیث الیہ اصلا۔

واضمحل فی نظرھم بعض الاقوال وان کان ماثورا عن کبار الصحابۃ فعند ھذا صار لکل واحد منھم مذھب مستقل علی حیالہ فنھض فی کل بلد امام - مثل سعید بن المسیب وسالم بن عبداللہ فی المدینۃ و بعدھما الزھری والقاضی یحیی بن سعید وربیعۃ ابن ابی عبدالرحمن فیھا مثل عطاء ابن ابی رباح بمکۃ زادھا اللہ شرفا - ومثل ابراھیم النخعی والشعبی بکوفۃ ومثل الحسن البصری بالبصرۃ ومثل طاؤس ابن کیسان بالیمن ومثل مکحول بالشام رحمھم اللہ فاظمأ اللہ رجالا الی علومھم فرغبوا فیھا واخذوا عنھم الحدیث وفتاوی الصحابۃ واقاویلھم و مذاھب ھؤلاء وتحقیقاتھم من عند انفسھم و استفتی منھم المستفتون ودارت المسائل بینھم ورفعت الیھم الاقضیۃ فکان لبعض التابعین جمعوا ابواب الفقہ وکان لھم فی کل باب اصول تلقوھا من السلف وکانوا یذھبون الی ان اھل الحرمین اثبت الناس فی الفقہ واصل مذھبھم فتاوی عمر وعثمان وقضایاھما وفتاوی عبداللہ بن عمر وعائشۃ وابن عباس وقضایا قضاۃ المدینہ مجمعوا من ذلک ما یسرہ اللہ لھم ثم نظروا نظر اعتبار وتفتیش فما کان منھا مجمعا علیہ بین علماء المدینۃ فانھم یاخذون علیہ بنواجذھم وما کان فیہ اختلاف -

عندھم یاخذون باقویھا وارجحھا اما الکثرۃ من ذھب الیہ منھم او لغیرھا من المرجحات واذا لم یجدوا فیما حفظوا منھم جواب لمسئلۃ تتبعوا الایماء والاقتفاء فحصل لھم مسائل کثیرۃ فی کل باب -

وکان لبعضھم یرون ان عبداللہ بن مسعود واصحابہ اثبت الناس فی الفقہ کما قال علقمۃ لمسروق ھل احد منھم اثبت من عبداللہ بن مسعود وقال الامام الاعظم ابوحنیفۃ رحمہ اللہ، ابراھیم افقہ من سالم ولولا فضل الصحبۃ لقلت ان علقمۃ افضل من عبداللہ بن عمر - واصل مذھبھم فتاوی عبداللہ بن مسعود، و قضایا علی، وفتاواہ وقضایا قاضی شریح وغیرہ من قضاۃ کوفۃ رحمھم اللہ مجمعوا من ذلک ما یسرہ اللہ لھم ثم صنعوا فی آثارھم کما صنع ھؤلاء الذین تقدم ذکرھم وخرجوا کما خرجوا من اختلافھم نشأ اختلاف الفقھا

والائمة المجتهدين فانهم اخذوا عمن اجتمعوا معه منهم صفة الوضوء والغسل والصلوٰة والحج والنكاح والبيوع وسمعوا قضايا قضاة البلدان وفتاوى مفتيها وسألوهم عن المسائل واجتهدوا فيها ثم صاروا كبراء قوم فذهبوا على منوال شيوخهم و لم يقصّروا فى تتبع الايماء والاقتضاء فكان منهم من يتمسك بالمسند والمرسل من حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم ويستدل باقوال الصحابة و التابعين لانهم علموا انها اما احاديث منقولة من رسول الله صلى الله عليه وسلم اقتصروا ها فجعلوها موقوفة واما مستنبطة استنبطوها من المنصوص وهم احسن صنعا فى كل ذلك ممن يجيئ بعدهم لانهم اكثر اصابة واقدم زمانا واوعى علما واقرب الى مشكاة النبوة فتعين العمل بها الا اذا اختلفوا وكان حديث رسول الله يخالف قولهم مخالفة ظاهرة وكذا اذا اختلفت احاديث رسول الله فى مسئلة رجعوا الى اقوال الصحابة فان قالوا بنسخ لبعضها او بصرفه عن ظاهره او لم يصرحوا فى ذلك لبشئ ولكن انفقوا على تركه وعدم القبول بموجبه اتبعوهم فى كل ذلك وكذا اذا اختلفت مذاهب الصحابة والتابعين فى مسئلة فالمختار عندكل امام مذهب اهل بلده وشيوخه لانهم اعرف بالصحيح من اقاويلهم من السقيم وقلبه اميل الى فضلهم وتبحرهم وشرفهم فان مذهب عمر وعثمان وابن عمر وابن عباس واصحابهم مثل سعيد بن المسيب احق بالاخذ من غيره عند اهل المدينة لانها مأوى الفقهاء فى كل عصر ولذلك ترى مالكا رحمه الله يلازم محجتهم وقد اشتهر عنه انه يتمسك باجماع اهل المدينة ومذهب عبدالله بن مسعود واصحابه وقضايا شريح وفتاوى ابراهيم احق بالاخذ عند اهل الكوفة من غيره - فان اتفق اهل البلد على شيئ اخذوا عليه بنواجذهم -

وان اختلفوا اخذوا باقويها وارجحها ثم الهم الله فى قلوب العلماء تدوين العلوم فاول من صنف فى الحديث ورتبه على الابواب مالك رحمه الله بالمدينة وابن جريج بمكة وربيع بن صبيح بالبصرة وسفيان الثورى بالكوفة والاوزاعى بالشام وهشيم بواسط ومعمر باليمن وجرير بن عبد الحميد بالرى وابن المبارك بخراسان سنة بضع واربعين ومأة وهولاء كانوا فى عصر واحد -

واول من افرد المسند دون الموقوفات والمقاطع على رأس المأتين عبدالله بن موسىٰ بالكوفة ومسدد بالبصرة واسد بن موسىٰ و نعيم بن حماد الخزاعى بمصر واختلف فى اول

من صنف المسند من ھولاء فقال الدارقطنی نعیم وقال الخطیب اسد بن موسیٰ وکان مالک رحمہ اللہ اثبتھم فی حدیث المدنیین عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واوثقھم اسنادا واعلمھم بقضایا عمر واقاویل عبداللہ بن عمر وعائشۃ واصحابھم من الفقہاء السبعۃ وبہ وبامثالہ قام علم الروایۃ والفتوی وکان الامام الاعظم رحمہ اللہ الزمھم بمذھب ابراھیم واقرانہ لایجاوزہ الا ماشاء اللہ وکان اشھر اصحابہ ذکرا ابا یوسف وولی القضاء فی ایام ھارون الرشید وکان احسنھم تصنیفا محمد بن الحسن الشیبانی وکان تفقہ علی ابی حنیفۃ وابی یوسف ثم خرج الی المدینۃ فقراء الموطاء علی مالک ثم رجع الی نفسہ فطبق مذھب صحابہ علی الموطا مسلۃ مسلۃ وھما لایزلان علی محجۃ ابراھیم النخعی حتی الامکان کما کان الامام الاعظم یفعل ذلک وانما کان اختلافھم فی احد شیئین اما ان یکون لشیخھما تخریج علی مذھب ابراھیم النخعی یزاحمانہ فیہ او یکون ھناک لابراھیم ونظرائہ اقوال مختلفۃ یخالفان فی ترجیح بعضھا علی بعض فصنف محمد وجمع رأی ھولاء الثلاثۃ فتوجہ اصحاب الامام الاعظم الی تصانیفہ تلخیصا وتقریبا وتأسیا واستدلالا فنسمی ذلک مذھب ابی حنیفۃ ونشأ الشافعی رحمہ اللہ فی

اوائل ظھور المذھبین وترتیب اصولھما وفروعھما فوجدا ما الم یرض بھما فوضع الجمع بین المختلفات اصولا ودونھا فی کتاب وھذا اول کتاب فی اصول الفقہ فبین ان الصحابۃ والتابعین لم یزل شانھم یطلبون الحدیث فی المسئلۃ فاذا لم یجد واتمسکوا بنوع آخر من الاستدلال ثم اذا ظھر علیھم الحدیث رجعوا من اجتھادھم الی الحدیث فنزع الشافعی فی اخذ الفقہ من الرأس فاسس الاصول وفرع الفروع وصنف الکتب فاجاد وافاد واجتمع علیھا الفقہاء وتصرفوا اختصارا وشرحا واستدلالا وتخریجا ثم تفرقوا فی البلدان فکان ھذا مذھب الشافعی فعلمت فیما تلونا علیک انہ لیس مذھب من مذاھب الائمۃ المجتھدین خارجا من اقسام الشرعیۃ۔ فان الشرعیۃ منقسمۃ علی ثلاثۃ اقسام نحن نجد تلک الاقسام اذا فتشنا کتب الاحادیث الاول ما اتی بہ الوحی من الاحادیث مثل حدیث یحرم من الرضاع مایحرم من النسب فانہ کالقرآن من حیث انعقاد الاجماع علی عدم مخالفتہ۔ الثانی ما اباح الحق تعالی لنبیہ ان یسنہ علی رأیہ ھو علی وجہ الارشاد لامتہ مثل حدیث لوقلت نعم لوجبت۔ ولم تستطیعوا فی جواب من قال لہ فی فریضۃ الحج اکل عام یا رسول اللہ قال لا ولو قلت نعم۔ لوجبت۔ وقد

کان صلی اللہ علیہ وسلم یخفف علی امتہ وینہاہم عن
کثرۃ السؤال ویقول اترکونی ما ترکتکم فلکونہ رحمۃ
للعالمین ما سکت عن اشیاء الا رحمۃ وتوسیعۃ
لامتہ لا لذہول ولا نسیان الثالث ما جعلہ الشارع
فضیلۃ لامتہ وتادیبا لہم فان فعلوا حازوا الفضیلۃ
وان ترکوہ فلا حرج ومثالہ کثیر۔

وعلمت ایضا ان السنۃ مبینۃ لما اجمل
فی القرآن کما ان الصحابہ والتابعین والائمۃ
المجتہدین واتباعہم بینوا لنا ما فی السنۃ من
الاجمال ومحال ان یخرج شیئ من اقوال المجتہدین
عن الشریعۃ لانہم بنوا قواعد مذاہبہم علیہا
ولکل واحد منہم قوۃ وملکۃ علی ان ینتزع الادلۃ
الشرعیۃ علی مذہبہ ومن نازع فی ہذا فہو جاہل
بمقام الائمۃ الکرام۔ فواللہ لقد کانوا علماء بالحقیقۃ
والشریعۃ لا کما یظنہ بعض الجہال فان جمیع
اقوال المجتہدین قد استضائت من انوار الشریعۃ
وکیف یصح خروج شی من مذاہبہم عنہا مع
اطلاعہم علی مواد اقوالہم من الکتاب والسنۃ و
اقوال الصحابۃ۔ ولو لم یختلف الصحابۃ الکرام والائمۃ
العظام لضاقت علینا الارض بما رحبت فان فی
اختلافہم خیرا کثیرا۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

فعلیک بتقلید واحد من الائمۃ الاربعۃ
المجتہدین اعنی الامام الاعظم ابا حنیفۃ والامام
مالکا والامام الشافعی والامام احمد بن حنبل لانہم
ہم الذین دام تدوین مذہبہم الی عصرنا ہذا۔ وان
کان غیرہم من المجتہدین علی الحق وکانوا نوابا لرسول
اللہ فی ہدایۃ امتہ الی الشریعۃ المطہرۃ فان مرتبۃ
الاجتہاد المطلق قد ختمت بالائمۃ الاربعۃ حتی
اوجب العلماء تقلید واحد من ہؤلاء الکرام لان الشریعۃ
لا تعرف الا بالنقل والاستنباط۔ والنقل لا یستقیم
الا باخذ کل طبقۃ ممن قبلہا بالاتصال ولا بد فی
الاستنباط من المعرفۃ بمذاہب المتقدمین من
الصحابۃ والتابعین وتبع التابعین فاذا تعین الاعتماد
علی اقاویل السلف فلا بد ان تکون اقوالہم التی یعتمد
علیہا مرویۃ بالاسناد الصحیح ومدونۃ فی کتب
مشہورۃ۔ والا لم یصح الاعتماد ولیس مذہب فی
ہذہ الاربعۃ فان مرتبۃ الاجتہاد مرتبۃ عالیۃ
لا یصعد الیہا الا ذو حظ عظیم ذلک فضل اللہ
یوتیہ من یشاء۔

غیر ہذہ الائمۃ بہذہ الصفۃ الا

لان المجتہد من لہ ملکۃ یقتدر بہا
علی استنباط کل حکم شرعی فرعی عن دلیلہ۔ و
شرطہ ان یحوی علم الکتاب بمعانیہ اللغویۃ من
المفردات والمرکبات وخواصہا فی الافادہ وبمعانیہ
الشرعیہ کالمعانی الموثرۃ فی الاحکام وبوجوہہ
من الخاص والعام والمشترک والموول والظاہر
والنص والمفسر والمحکم والخفی والمشکل والمجمل

والمتشابه والحقيقة والمجاز والصريح و الكناية والامر والنهى والناسخ والمنسوخ وان يعرف وجوه القياس بطرقها المختلفة وان يكون قصده بالاجتهاد معرفة الاحكام وتعليمها لا التعصب والشهرة والرياء والسمعه وينبغى ان يكون صاحب تورع خائفا من الله فانه امين الشرع وان يحوى علم السنة بطرقها واقتباسها كاقسام الكتاب التى تقدم ذكرها۔ فاين لك المرتبة القصوى فضلا عن المرتبة العليا۔ فلا تغتر بخيالك القاصر وبفهمك الخاسر انك قد وصلت الى مرتبة الاجتهاد فلا حوجاء لك الى تقليد المجتهد ومتى متعت لك مرتبة الاجتهاد ومتى صرت مجتهدا فى الفروع و متى صرت بارعا فى الفنون كلها وما علمنا احدا ادعى له مرتبة مطلق الاجتهاد بعد هولاء الاربعة الا الامام محمد بن جرير الطبرى ولكن لم يسلم العلماء له ذلك وجميع من ادعى الاجتهاد المطلق۔ انما مراده المطلق المنتسب الذى لا يخرج عن قواعد امامه كابن القاسم واصبغ مع مالك وكمحمد وابى يوسف مع ابى حنيفة وكالمزنى والربيع مع الشافعى رحمهم الله اذ ليس فى قوة احد بعد الائمة الاربعة ان يتكلم الاحكام ويستخرجها

من الكتاب والسنة فيما نعلم۔ ومن ادعى ذلك فعليه ان ليستخرج لنا شيئا لم يسبق لاحد من الائمة تخريجه۔ ومع هذا لا ندعى ان هذا الليس بممكن۔ بل ممكن۔ لان قدرة الله واسعة۔ لا سيما والقرآن لا تنقضى عجائبه واحكامه فى نفس الامر ولكن ما رأينا و لا سمعنا باحد انه وصل الى مرتبة الاجتهاد المطلق بعد هولاء الاربعة رحمهم الله۔ ولكنهم مع اصولهم الى هذه المرتبة العلياء كانوا يحثون اصحابهم على العمل بظاهر الكتاب والسنة ويقولون اذا رأيتم كلامنا يخالف ظاهر الكتاب او السنة فاعملوا بهما واضربوا بكلامنا الحائط وانما قالوا ذلك احتياطا وادبا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم والشريعة المطهرة وهذا الكلام نفسه يدل على كمال ورعهم وكمال خشوعهم وكمال خوفهم مع الله وكمال وقوفهم على الكتاب والسنة جزاهم الله خير الجزاء۔

فان اختلافهم رحمة الامة وتوسيعة لهم من جانب الله۔ فان انكار احدهم يوذى الى انكار الصحابة وانكار الصحابة يودى الى انكار رسول الله صلى الله عليه وسلم وانكاره يودى الى انكار النص نعوذ بالله من ذلك وما ينطق عن الهوى۔ ان هو الا وحى يوحى فاياك و ان تنكر كلام واحد من المجتهدين الكرام او تضعفه بفهمك الضعيف السخيف فان فهمك اذا وزن او قرن بفهم واحد منهم كان فهمك كالهباء المنثور فلا تكن كالثعلب مع الاسد۔ والسابقون السابقون اولئك المقربون۔

فالتقليد واجب لمن ليس له اهلية التحقيق۔ وان لم ترى على ذلك فسلم الاذان رأوه بالابصار۔ اللهم اجعلنا من المقلدين الفائزين المتقين۔

جناب مولوی محمد نعیم اختر صاحب اعجازی
(مبارکپوری)
استاذ مدرسہ لطیفیہ حضرت مکان۔ ویلور

"اختلاف الائمہ حق و رحمت" کے عنوان پر مولانا سید محمد برہان الدین صاحب عنطری نے زبان عربی میں ایک عمدہ مقالہ سپرد قلم کیا ہے۔ لیکن حضرت ناظم صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی یہ تمنا رہی کہ اس مضمون کی افادیت سے غیر عربی داں طبقہ بھی محروم نہ رہے اور اس کا بیان اردو زبان میں ہو جائے حضرت قبلہ کے خواہش کی تصویر قارئین کرام کے سامنے حاضر ہے۔

نعیم اعجازی

عنوان کو دیکھ کر ممکن ہے کسی کے دل میں یہ شبہ گذرے کہ اختلاف کو رحمت اور آسانی کا نام کیونکر دیا جاسکتا ہے لیکن امید ہے کہ زیر نظر تحریر کو غور و فکر کے ساتھ پڑھنے کے بعد یہ شبہ غبار راہ بنکر اڑ جائے گا' خدا کرے ایسا شبہ کرنے والوں کو ھدایت مل جائے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ائمہ مجتہدین کے تمام اقوال صادق و حق ہیں اور شریعت مطہرہ کے دائرہ میں ہیں۔ تمام ائمہ کرام شریعت کبریٰ کے چشمے سے سیرابی حاصل کرنے میں برابر کے شریک ہیں' اس لئے کہ شریعت مطہرہ ایک ایسے درخت کے مانند ہے جسکی شاخیں ہر چہار جانب پھیلی ہوی ہیں' اور اقوال ائمہ اس درخت کی شاخیں ہیں۔ اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت کہ فرع کا وجود بغیر اصل کے پایا جائے۔ شاخ بلا درخت کے موجود ہو اور پھل بغیر ڈالی کے نکل آئے۔ تمام علماء محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کسی آدمی کے ذہن میں اقوال ائمہ پر کوئی اعتراض سر اٹھا رہا ہے اور وہ کسی ایک قول کو بھی شریعت سے خارج سمجھتا ہے تو اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ حقیقتہً ائمہ کے قول میں ضعف و کمزوری ہے۔ بلکہ یہ معترض کی عقل کا قصور ہے۔ خود اسکی عقل نے معرفت حقیقہ کی رہنمائی نہیں کی۔ علماء کرام اس پر بھی متفق ہیں کہ کسی بھی آدمی کو۔ "زمرۂ علماء" میں داخل کرنے کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ اسے یہ معلوم ہو کہ ائمہ مجتہدین نے اپنے مسائل کو کس آیت و حدیث سے اخذ کیا ہے؟ تعصب و عناد کی عینک چڑھا کر اعتراض کرنے والوں کو عالم کا درجہ دینا علماء محققین کے نزدیک جائز نہیں۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ اگر کسی شخص نے ائمہ کرام کے اقوال کو سمجھنے میں

اپنی فہم وادراک کی قوت کو صرف کیا ہے تو یقیناً ایسا شخص ائمہ کرام کے ایک قول کو بھی شریعت مطہرہ سے علیحدہ سمجھنے پہ آمادہ نہیں ہو سکتا۔ سوائے ان مسائل کے جو اجماع ونص کے مخالف ہوں۔ لیکن یقین کلی ہے کہ ائمہ کرام کا ایک مسئلہ بھی ایسا نہیں ہے جو اجماع ونص کے خلاف ہے۔ چاہے اسکی یہ تلاش وجستجو قیامت کی صبح تک جاری رہے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ یہ بیچارہ دیدۂ حکمت کی محرومی کی وجہ سے ان ائمہ مجتہدین کے دلائل وبراہین سے روشناس نہ ہو سکے۔ ایسا نہیں ہے کہ ائمہ کے اقوال کتاب وسنت کے خلاف ہیں۔ اگر کسی مقلد نے اپنے امام کے کسی قول کو کتاب وسنت کے خلاف پایا تو اس کا رد کرنا اسوقت جائز ہے جبکہ وہ اچھی طرح یہ جان لے کہ یہ مسئلہ کہاں سے اخذ کیا گیا ہے۔ اگر کوئی اس بات کا مدعی ہے کہ کچھ مسائل ایسے ہیں جو شریعت کبریٰ سے ٹکرا رہے ہیں تو اس کے دعوی کی صداقت اسوقت ثابت ہو گی جبکہ وہ دلیل پیش کرے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ امت محمدیہ کے مجتہدین اپنے کسی قول کو بلا نظر وفکر اور دلیل وبرہان سے ثابت کئے بیان نہیں کرتے اور نہ تو کسی مسئلہ کے بیان کرنے میں خواہش نفسانی کا دخل ہوتا ہے۔ اس لئے کہ مجتہد وہ ہے جس کا کلام شریعت کے اصول کی زنجیر سے جکڑا ہوا اور ائمہ میں سے کسی کا بھی کوئی قول اس زنجیر سے آزاد نہیں ہے۔ مجتہدین کے اقوال شریعت کی اصل سے قریب ہیں یا اقرب بعید ہیں یا ابعد نہ کہ خارج۔ شارع نبوت نے ہر ایک قول کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا ہے۔ اگرچہ ائمہ کے اقتباس میں تفاوت ہے حاشا وکلا یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ انہوں نے کوئی قول خواہش نفس کی رہنمائی میں بیان کیا ہے۔

ہمارا یہ بھی اعتقاد ہے کہ تمام مجتہدین ہر لمحہ من جانب اللہ ہدایت یافتہ ہیں۔ جس طرح کہ ہر مجتہد کے پاس کتاب و سنت حجت ہوتی ہے اسی طرح ہر مقلد کے نزدیک اس کے امام کا قول حجت ودلیل ہے۔ جو شخص ائمہ مجتہدین کے طریقہ استنباط وماخذ یعنی جو مسائل قرآن وسنت سے اخذ کئے گئے ان کی مقدار کا سمجھنے والا ہو وہ یقیناً ائمہ کرام کو طعن وتشنیع کا نشانہ نہیں بنا سکتا اور نہ تو ان کے اقوال کا منکر ہو سکتا ہے جس طرح کہ انبیاء کرام کو اگرچہ ان کی شریعتیں مختلف ہیں طعن وتشنیع نہیں کر سکتا۔ ائمہ کرام کے ماخذ کو وہی سمجھ سکتا ہے جیسے ائمہ مجتہدین جیسا شعور واحساس ملا۔ جیسے کہ دخاخل یعنی بھونرا نوفرہ کے درخت سے دور رہ کر بھی اس کی خوشبو پالیتا ہے لیکن ضفدع یعنی مینڈک قوت شامہ کے نہ ہونے کی وجہ سے درخت کے نیچے رہتے ہوئے شمیم گل سے محروم رہتا ہے۔

مجتہد نے جو بھی مسئلہ اخذ کیا ہے وہ یا تو کتاب سے مستنبط ہے یا سنت سے یا ان دونوں سے۔ ساتھ ساتھ جو شخص اجتہاد واستنباط کی قوت سے نا آشنا ہو اگر اسے ائمہ کرام کے مسائل سمجھ میں نہ آئیں تو اس کی کم فہمی سے ائمہ کے اقوال کی صحت پہ کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اگر کسی کو احادیث

نوعیہ میں یا علماء کے اقوال میں تناقص نظر آئے یہ آپکی کوتاہ نظری ہے۔ اس کے نظر و فکر کے لئے علاج ضروری ہے کیونکہ اگر وہ شخص علماء کے ادلّہ سے واقف ہوتا تو ان کے اقوال کو انکی جگہوں پر رکھ لیتا۔

ائمہ کرام کے اجتہاد و استنباط میں جو اختلاف رونما ہوا وہ صحابۂ کرام کے اختلاف کی وجہ سے ہوا اور صحابہ میں جو اختلاف واقع ہوا وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے جواب میں اختلاف ہونے کی وجہ سے ہے۔ اور حضورؐ کے جواب میں جو اختلاف ہے وہ سائل کی کیفیت وحقیقت پر مطلع ہونے کی وجہ سے ہے۔ اور یہ تو بالکل بدیہی بات ہے جیسے ہر صاحب بصیرت جانتا ہے کہ حضورؐ لوگوں سے ان کی سمجھ کے اعتبار سے کلام فرماتے تھے۔ اس کا انکار وہی کریگا جسے احادیث کے رموز واسرار کی واقفیت حاصل نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ائمہ مجتہدین اور ان کی تقلید کرنے والے درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید کرتے ہیں۔ اور انہیں کے دامن سے وابستہ ہیں۔ اس لئے کہ اقوال ائمہ صحابہ کے اقوال کی تشریح کرتے ہیں۔ اور اقوال صحابہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال، اقوال وتقریرات کی تشریح کرتے ہیں اور حضور کے افعال واقوال وتقریرات قرآن کی تعبیر کرتے ہیں جیساکہ قرآن نے خود اسکی طرف ہماری رہنمائی کی ہے" لتبین للناس" الخ تاکہ آپ لوگوں سے بیان فرمادیں جو ان پر نازل کیا گیا۔ حضور نے امت کو کسی ایسے امر کا حکم نہیں دیا جس میں حرج ہے۔ اس لئے کہ انہیں نوع کائنات کے لئے رحمت بناکر مبعوث کیا گیا۔ وما ارسلنٰک الّا رحمۃ للعالمین" البتہ صحابہ وائمہ میں فرق یہ ہے

کہ صحابۂ کرام نے مسائل کو بلا واسطہ لیا ہے اور ائمہ کرام نے بھی شمع رسالت سے مسائل کی شعاعوں کو اخذ کیا ہے۔ مگر صحابۂ کرام درمیان میں واسطہ بنے ہیں۔ اس لئے ائمہ میں جو اختلاف ہوا وہ صحابہ کے اختلاف کی وجہ سے ہوا ہے، اور ایسا تو قطعاً ممکن ہے کہ ایک ہی ندی سے کئی ایک نہریں نکلیں۔

مسائل کی تدوین حضور کے زمانہ میں نہیں ہوی تھی، اور نہ تو صحابۂ کرام کے درمیان احکام شرعیہ کے بارے میں ایسی بحث تھی جیسی کہ ائمہ کرام کے درمیان ہے۔ ائمہ نے اجتہاد کیا اور اپنی تمام کاوشوں کو صرف کر کے ارکان، آداب، شروط کا اثبات دلیل وبرہان کے ذریعہ ایک کو دوسرے سے ممتاز کر کے کیا بعض صورتوں کو پیش کر کے اس پر کلام کیا۔ جو حد کے لائق ہے اسے حد کی منزل میں رکھا اور جو حصر کے قابل ہے اسے حصر کا مقام دیا۔ ان لوگوں نے اسباب وعلل کو سبر اور تقسیم کے ذریعہ بیان کیا تاکہ مفہوم کی اچھی طرح وضاحت ہو جائے خدا انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

ہر مؤمن پر دین کا تحفظ اور اسکی عظمت کی نگہبانی حتی الامکان واجب وضروری ہے اور دین کا تحفظ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ اس کے لئے کوئی قاعدہ اور اصول موجود ہو۔ زمانۂ رسالت میں دین کے لئے خاص قاعدہ واصول موجود نہیں تھا۔ مثلاً حضورؐ وضو فرماتے تھے تو صحابۂ کرام اس طریقہ کو دیکھ کر اسی پر عمل کرتے۔ حضور نماز پڑھتے تھے تو صحابہ بھی نماز پڑھتے میں حضورؐ کا انداز اختیار کرتے۔ صحابہ نے

جیسے حضورؐ کو حج کرتے دیکھا ویسے ہی انہوں نے بھی حج کیا۔
اور جیسا کہ خود رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نماز اس طرح
پڑھو جیسے مجھے دیکھتے ہو۔ اس وقت حضورؐ نے یہ بیان نہیں
فرمایا کہ یہ سنت ہے، وہ رکن ہے۔ رسولؐ نے کبھی بھی یہ نہیں
فرمایا کہ وضو کے فرائض چھے ہیں یا چار ہیں اور نہ تو صحابہ ہی نے
اس کے بارے میں سوال کیا۔ لوگ رسولؐ سے مسئلہ کے
بارے میں سوال کرتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جواب فرماتے تھے،
اور رسولؐ اگر صحابہ کو کچھ کرتے ہوئے دیکھتے اور وہ فعل
شرعاً محمود ہوتا تو اس پر تعریف کرتے لیکن اگر روح اسلام کے
خلاف ہوتا تو اس کا رد فرماتے تھے۔ اور اسے بھی یاد رکھئے
کہ حضورؐ کے فتاوے عموماً محفل صحابہ میں رونما ہوتے تھے۔
اسی لئے حضرت صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ
عنہما اگر کسی مسئلہ کے بارے میں علم نہ رکھتے تو لوگوں سے سوال
کرتے کہ اس کے بارے میں رسولؐ کا فرمان کیا ہے؟ جیسا کہ
حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جدّۃ (دادی) کے حصہ کے متعلق
معلوم نہ تھا کہ کتنا ہے۔ تو انہوں نے بعد نماز ظہر لوگوں سے سوال
کیا کہ جدہ کے حصہ کے بارے میں رسولؐ کی حدیث کس کو معلوم
ہے؟ فوراً حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کھڑے ہو کر جواب دیا کہ رسولؐ
نے ان کو سدس مال دیا ہے۔ حضرت صدیق اکبر نے پھر سوال
کیا تمہارے علاوہ کسی اور کو اس کا علم ہے؟ فوراً محمد بن
مسلمہ نے فرمایا کہ ہاں مغیرہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ ایسے ہی حضرت
عمر فاروق کو وباء (بیماری) کے متعلق حضورؐ کی کوئی حدیث
معلوم نہ تھی تو عبدالرحمٰن بن عوف کے بیان کے بعد اس
پر عمل کیا۔ ایک بار حضرت ابوموسیٰ حضرت فاروق اعظم سے
ملاقات کے لئے گئے۔ اور دروازے کے پاس تین آواز دینے پر
جب کوئی جواب نہ ملا تو واپس چلے گئے اور ان کا یہ فعل حدیث رسولؐ
کے مطابق تھا۔ جب حضرت عمر نے اس حدیث کے بارے میں حضرت
ابوموسیٰ سے سوال کیا تو انہوں نے اس حدیث کو بیان کیا اور حضرت
ابوسعید خدری نے اس کی صداقت پر شہادت دی۔ اس طرح
کی بہت سی احادیث کتابوں میں موجود ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مذکورۂ بالا عادتیں رسول اور
صحابہ کرام میں موجود تھیں اور ہر ایک صحابی نے رسولؐ کے
فرمودات افعال، عبادات اور قضایا کو دیکھ کر سن کر اپنے
ذہن میں محفوظ کر لیا تھا۔ اور ہر ایک کی علت کو بھی قرائن حالیہ
سے قلب نظر میں اتار لیا تھا۔ اسی لئے امارات وعلامات سے
بعض کو مستحب بعض کو نسخ اور بعض کو اباحت پر محمول کیا۔
صحابۂ کرام کی نظر صرف اطمینان قلب پر مرکوز رہتی تھی۔ انہیں
دلائل وبراہین کی ضرورت نہ تھی۔ کسی بھی بات کو تسلیم کرنے
کے لئے صرف اتنا ضروری تھا کہ یہ رسولؐ کا فرمان ہے۔ ان کو
اس کی حاجت نہیں تھی کہ یہ کیوں ہے؟ اور کیسے ہے؟ یہاں
تک کہ دور رسالت ختم ہو گیا اور صحابۂ کرام اسی اصول پر کاربند
رہے۔ پھر جب دوسرے شہروں پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا اور اللہ
کے احکام تمام اطراف میں پھیل گئے اور ہر ایک نواحی میں ایک
ایک صحابی امام بنائے گئے، پھر ان اماموں کو لوگوں کے طرح طرح
کے مسائل سے سابقہ پڑا تو ان لوگوں نے سوالوں کے جوابات
اسی کلام کی روشنی میں دیا جس کو مشکوٰۃ نبوت سے حاصل کیا

کیا تھا۔ لیکن اگر کسی ایسے مسئلے سے سابقہ پڑتا جس کا جواب کتاب وسنت میں نہیں ہے تو اس کے لئے کتاب وسنت کے حدود میں رہ کر اجتہاد کرتے اور مسئلہ اخذ کرتے۔ جیسا کہ معاذ بن جبل کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے جس وقت انہیں یمن کا گورنر بنا کر بھیجا گیا تھا۔

جب حضورؐ نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا حاکم مقرر کیا تو ان سے سوال فرمایا کہ جب تمہارے سامنے مقدمات پیش کئے جائیں گے تو تم فیصلہ کیسے کرو گے؟ جواب دیا: کتاب اللہ سے پھر سوال کیا اگر اس میں جواب نہ ملے تو؟ کہا سنت سے۔ اس کے بعد پھر صدائے رسولؐ گونجی: اگر سنت رسول میں بھی اس کا جواب موجود نہ ہو تو عرض کیا: اجتہاد کروں گا۔ اور اجتہاد میں اپنی ساری فکر ونظر کو نچوڑوں گا۔ حضرت معاذ کے اس جواب پر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لبہائے مقدس پر تبسم کی ایک لکیر پھیل گئی۔ اور فرمایا اس خدا کا شکر واحسان ہے جس نے رسول اللہ کے مقرر کردہ قاضی کو اسی بات کی توفیق دی جسے اللہ کا نبی پسند کرتا ہے۔ اس حدیث کی روایت کی فہرست میں ترمذی، دارمی اور ابو داؤد ہیں۔ اور جیسا کہ بیہقی نے مدخل میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کتاب اللہ سے تمہیں جو دیا گیا ہے اس پر عمل کرنا واجب ہے، اس کا تارک ایسا مجرم ہوگا جس کا کوئی بھی عذر قابل قبول نہیں۔ اور اگر کوئی مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملے تو میری سنت ماضیہ میں تلاش کرو۔ ۔۔۔ درس

۔۔۔ اگر اس میں بھی نہ ملے تو اس پر عمل کرو جسے میرے صحابہ نے اپنایا ہے، اس لئے کہ میرے صحابہ ستاروں کے مثل ہیں جو آسمان میں جگمگاتے ہیں۔ تم جس صحابی کے بھی قول کو اخذ کرو گے ہدایت پاؤ گے۔"

صحابہ کرام نے اس علت کو خوب اچھی طرح پہچان لیا تھا جس کی بنا پر رسول اپنے منصوصات میں حکم لگاتے تھے، اسی لئے یہ لوگ بھی جہاں جہاں اس علت کو پاتے حکم لگا دیتے تھے اور رسول کے مقاصد کی موافقت میں کوئی کوتاہی اور کمی نہیں کرتے تھے۔ اب یہیں سے اختلاف کا آغاز متعدد قسموں پر ہوا۔ اختلاف کی پہلی قسم یہ ہے کہ رسول کے حکم وقضا کو ایک صحابی نے سنا اور دوسرے نے نہ سنا تو اس نے اس میں اجتہاد کیا اور اپنی رائے سے حکم لگایا۔ خود اس کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ ان میں سے پہلی قسم یہ ہے کہ انہوں نے اجتہاد کر کے جو رائے قائم کی وہ حدیث کے حکم کے بالکل موافق ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ دونوں صحابی کے درمیان مباحثہ ہوا۔ اگر مباحثہ میں ان کو ظن غالب مل جاتا تو اپنے اجتہاد سے رجوع کر کے حدیث کے حکم کو تسلیم کر لیتے اور اس پر عمل کرتے۔ تیسری قسم یہ ہے کہ ان کو حدیث تو مل جاتی لیکن اس انداز سے نہیں کہ اس سے ظن غالب حاصل ہو۔ تو یہ اپنے اجتہاد ہی پر قائم رہتے۔ چوتھی قسم یہ ہے کہ انہیں حدیث ہی نہیں ملتی۔

اختلاف کی دوسری قسم یہ ہے کہ صحابۂ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی فعل کو کرتے ہوئے دیکھا

تو بعض نے قربت پر محمول کیا اور بعض نے اباحت کی منزل میں رکھا، تیسری قسم، عبارت میں وہم کا اختلاف ہوا۔ چوتھی قسم، سہو و نسیان میں اختلاف۔ پانچویں قسم ضبط میں اختلاف۔ چھٹی قسم، حکم کی علت میں اختلاف۔ ساتویں قسم جمع بین الحدیثین میں اختلاف۔ اس سے معلوم ہوا کہ خود صحابۂ کرام کے مذاہب میں اختلاف ہوا۔ باوجودیکہ یہ امت بہترین امت ہے، ہدایت یافتہ اور ہدایت کرنے والی ہے۔ شمع رسالت کے فیضان سے سیراب ہے۔ آج تک ہم نے نہیں سُنا کہ ان اختلافات کے باوجود کسی صحابی نے دوسرے صحابی سے مخاصمت کیا اور ایک دوسرے کو غبی الذہن اور کم فہم کہا۔ اور پھر اگر ان کے درمیان اختلاف نہ ہوتا تو رسول کے اس قول کا کوئی فائدہ باقی نہ رہتا" اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم" رسول مقدس کا ان لوگوں کو ستاروں سے تشبیہ دینا اس بات کی اہم ترین دلیل ہے کہ ہر ایک صحابی اپنی جگہ ایک مستقل ستارہ ہے اور ہر ایک کے لئے مستقلاً قدم راسخ ہے۔ ہر ایک حق پر ہے۔ ان میں سے کسی کے دامن پر ضلالت و گمراہی کا دھبہ تک نہیں ہے۔

جس طرح سے کہ صحابہ نے شمع رسالت سے روشنی حاصل کیا اسی طرح اللہ نے جتنی توفیق بخشی ہر ایک تابعی نے صحابہ سے حاصل کیا۔ اور احادیث رسول ؐ اور صحابۂ کرام کے مذاہب کو ذہن نشین کر لیا۔ مختلف فیہ چیزوں کو اکٹھا کیا اور بعض کو بعض پر ترجیح دی اور بعض اقوال ان کی نظر میں اگرچہ وہ کبار صحابہ سے مروی تھے کمزور و مضمحل ہوگئے۔ تو اس وقت ہر ایک تابعی کے لئے ایک مستقل مذہب بن گیا۔ اور ہر ایک شہر میں ایک مستقل امام ہوگئے۔ جیسا کہ مدینہ میں سعید بن مسیب و سالم بن عبداللہ ان کے بعد زہری اور قاضی یحییٰ بن سعید، ربیعہ بن ابی عبدالرحمن مکہ میں عطاء بن رباح، کوفہ میں ابراہیم نخعی اور شعبی۔ بصرہ میں حسن بصری۔ یمن میں طاؤس بن کیسان۔ شام میں مکحول رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

اس دور میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے چند نفوس قدسیہ کو علم کے طلب کی پیاس دیدی اور یہ لوگ اُن تابعیوں کے پاس جا کر احادیث رسول، مذاہب صحابہ اور اُن کے اقوال کے ساتھ ساتھ خود تابعیوں کے تحقیقات کو حاصل کیا۔ تابعیوں نے بھی اجتہاد میں وہی طریقہ اپنایا تھا جو صحابہ نے اختیار کیا تھا۔ یعنی جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو کتاب و سنت سے فیصلہ صادر کرتے۔ اور نہ ملنے کی صورت میں اجتہاد کرتے۔ اسی دور میں بعض تابعین نے ابواب فقہ کو جمع کیا۔ اور ہر ایک باب کیلئے ایک اصول مقرر کیا جسے انہوں نے اپنے اسلاف سے حاصل کیا تھا۔

ان لوگوں کا خیال تھا کہ فقہ میں اہل حرمین سب سے زیادہ معتبر ہیں۔ اور ان کے مذہب کی اصل حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فتاوے اور مدینہ کے قاضیوں کے فتاوے پر ہے۔ ان تابعیوں نے جس قدر اللہ نے توفیق بخشی فتووں کو جمع کیا اور پھر اس پر غور و فکر کیا اور جس پر علماء مدینہ کا اجماع ہوتا اُسے لے لیا اور اسی کو مرکز بنا لیا۔ نیز جن پر اختلاف ہوا اس میں سے اقوی کو لے لیا۔ اور اگر ان تمام میں جواب نہ ملا تو ایماءً و اقتضاءً کو سامنے رکھ کر اجتہاد کیا۔ اسی لئے ان لوگوں

کے درمیان ہر باب میں بہت سے مسائل پیش آئے بعض تابعین
عبداللہ ابن مسعود اور ان کے تلامیذ کو مسائل فقہ میں فوقیت
دیتے ہیں جیسا کہ علقمہ نے مسروق سے کہا "کیا مسائل فقہیہ کے
جاننے والوں میں عبداللہ ابن مسعود سے زیادہ کوئی اثبت ہے۔
(یعنے کوئی نہیں ہے) امام اعظم نے فرمایا' ابراہیم نخعی سالم سے
زیادہ افقہ ہیں۔ اگر صحبت کی فضیلت آڑے نہ آتی تو میں یہ
کہتا کہ علقمہ عبداللہ ابن عمر سے زیادہ افضل ہیں۔ ان لوگوں کے
مذہب کی اصل فتاوی عبداللہ ابن مسعود' قضایا علی' فتاوی قاضی
شریح اور کوفہ کے دوسرے قاضیوں کے فتاوے پر ہے۔ ان
فتاوے میں سے جس قدر اللہ نے توفیق دی اسے محفوظ کر لیا۔
پھر ان لوگوں نے اسی طرح مرتب کیا جیسے کہ پہلے کے لوگوں نے
کیا تھا۔ ان لوگوں نے بھی استنباط کیا' جس طرح کہ پہلے کے
لوگوں نے استنباط کیا تھا۔ ان لوگوں کے اختلاف ہی کی وجہ
سے ائمہ کرام کے درمیان اختلاف ہوا۔ اس لئے کہ ائمہ کرام
نے تابعیوں سے صفت وضو' صفت غسل' صفت صلوٰۃ
صفت حج' اور نکاح و بیوع کے مسائل کو سنا شہر کے قاضیوں
کے فتاوے کو بھی اخذ کیا اور ان سے مسائل بھی دریافت کیا۔
اور خود ان ائمہ کرام نے بھی اجتہاد کیا۔ پھر یہی لوگ رہنما بنکر
قوم کے سامنے ظاہر ہوے۔ ان لوگوں نے وہی روش' وہی
انداز اختیار کیا' جو ان کے اسلاف یعنی تابعیوں نے اختیار
کیا تھا۔ نیز اقتضاء و ایماء کی تلاش میں احساس علیل کو دخل
نہیں ہونے دیا۔ اور حتی الامکان کوئی کوتاہی نہیں کی۔ ان
میں سے بعض وہ لوگ تھے جنہوں نے حدیث مرسل' اور
حدیث مسند سے دلیل اخذ کیا اور اقوال صحابہ و تابعین کو
بھی لیا۔ اس لئے کہ ائمہ کرام کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ اقوال
صحابہ و تابعین یا تو رسول سے منقول شدہ احادیث ہیں اور
صحابہ و تابعین نے اس کو اختصار کر کے موقوف بنا دیا ہے۔
یا پھر تو وہ مستنبط شدہ اقوال ہیں جنہیں منصوص سے استنباط
کیا گیا ہے۔ اور یہی لوگ بعد کے لوگوں کا اعتبار کرتے ہوئے
زیادہ جاننے والے اور ٹھیک ٹھیک سمجھنے والے اور زمانہ کا
اعتبار کرتے ہوے قدیم بھی تھے۔ علم کے میدان میں بڑے
ذی فہم اور دانشور تھے۔ نیز شمع رسالت سے بھی بالکل
قریب تھے۔ انہیں خصوصیات کی وجہ سے ان کے اقوال پر عمل
کرنا متعین ہوگیا۔ مگر جب ان کے اقوال اور حضور کی احادیث کے
درمیان ظاہراً اختلاف ہوا اور ایسے ہی جب حضور کی حدیث
کسی ایک مسئلہ میں مختلف ہو جاتی تو قول صحابہ کی طرف رجوع
کرتے' اور صحابۂ کرام نے ان احادیث میں سے بعض کو نص قرار
دیا اور بعض کو ان کے ظاہر سے ہٹا دیا یا صحابہ نے ان مختلف
فیہ احادیث کی صراحت نہیں کی' لیکن وہ لوگ اس حدیث
کے چھوڑنے پر متفق ہوگئے۔ اور جب ائمہ کرام نے صحابہ کی
اتباع کیا تو ایسے ہی ایک مسئلہ میں ائمہ اور تابعین کے مذاہب
مختلف ہوگئے۔

ہر عالم کے نزدیک یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ اپنے شہر کے
علماء و شیوخ کا مذہب ہی زیادہ قابل اعتبار ہے۔ اس لئے
کہ یہ لوگ ان صحابہ و تابعین کے اقوال سے واقف ہیں جیسے
حضرت عمر' عثمان' عبداللہ بن عمر' عبداللہ بن عباس رضی اللہ

تعالیٰ عنہم اوران کے تلامذہ جیسے حضرت سعید بن مسیب کے مذاہب
اہل مدینہ کے نزدیک زیادہ معتبر ہیں۔ کیونکہ مدینہ ہر زمانے میں فقہائے
کرام کا مرجع وماویٰ رہا ہے۔ اسی لئے آپ دیکھتے ہیں کہ امام مالک
رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا صحابہ کے اقوال کو لازم قرار دیتے ہیں۔
اور یہ بہت مشہور بات ہے کہ امام مالک اجماع اہل مدینہ کو تسلیم
کرتے ہیں۔ عبداللہ ابن مسعود اوران کے تلامذہ کے فتاوے قاضی
شریح کے فتاوے اہل کوفہ کے نزدیک سب سے زیادہ معتبر ہیں۔ اگر
علماء شہر کسی مسئلہ پر متفق ہوجاتے تو ائمہ کرام اس کو مضبوطی
سے پکڑ لیتے اور اگر اختلاف ہوتا تو سب سے قوی اور راجح قول کو
لے لیتے۔

پھر اللہ نے علماء کرام کے قلوب میں تدوین علوم کا جذبہ
ڈال دیا۔ سب سے پہلے جنہوں نے علم حدیث کو مدون کیا، وہ
امام مالک ہیں، مدینہ میں ابن جریج ہیں۔ مکہ میں اور ربیع بن
صبیح بصرہ میں۔ سفیان ثوری کوفہ میں۔ اوزاعی شام میں۔
ہشیم واسط میں۔ معمر یمن میں۔ جریر بن عبدالحمید رَے میں۔
ابن مبارک خراسان میں۔ اور یہ کام تقریباً ۱۴۳ھ میں ہوا ہے۔
مسند حدیث کی تدوین دو صدی ہجری کے شروع میں ہوئی۔ اور
سب سے پہلے جنہوں نے مدون کیا، وہ ہیں عبداللہ بن موسیٰ کوفہ میں۔
مسدد بصرہ میں۔ اسد بن موسیٰ اور نعیم بن حماد خزاعی مصر میں
ان دونوں حضرات کی تقدیم میں اختلاف ہے۔

دارقطنی نے کہا پہلے نعیم ہیں اور خطیب نے کہا اسد بن موسیٰ
پہلے ہیں۔ مدینہ کے راویوں سے جن لوگوں نے روایت حاصل کی
ان میں امام مالک کا مقام ثقہ میں بہت بلند ہے۔ امام مالک
فتاویٰ عمر فتاویٰ عبداللہ بن عمر فتاویٰ عائشہ اور فقہائے
سبعہ کے اقوال سے زیادہ واقف تھے۔

امام اعظم نے ابراہیم نخعی اوران کے زمانہ کے مذاہب
کو قبول کیا مگر کبھی کبھی اس سے تجاوز بھی کرجاتے تھے۔ امام صاحب
کے تلامذہ میں سب سے مشہور ابویوسف تھے۔ ہارون رشید نے
ان کو منصب قضاۃ سپرد کیا تھا۔ تصنیف کے میدان میں امام صاحب
کے شاگرد امام محمد ابن الحسن شیبانی سب سے زیادہ مشہور تھے۔
انہوں نے امام اعظم اور امام ابویوسف رحمہما اللہ سے علم فقہ حاصل
کیا اور مدینہ جاکر امام مالک رحمۃ اللہ سے موطا پڑھا۔ پھر خود اپنے
نفس کی طرف رجوع کرلیا اور اپنے اصحاب کے مذہب کو موطا پر
تطبیق دی۔ امام ابویوسف اور امام محمد بھی امام اعظم کی طرح
حتی الامکان ابراہیم نخعی کے مذہب کی اتباع کرتے تھے۔ ان
تینوں کے درمیان اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا بھی تو بہت
ہلکا۔ امام محمد نے کتاب تحریر کیا اور اس میں ابراہیم نخعی، امام
اعظم اور امام ابویوسف کے مذاہب کو جمع کیا۔ اس کے بعد امام
اعظم کے تلامذہ نے امام محمد کی تصنیف کو اپنا مرکز بنایا۔ کسی نے
اس کی تلخیص کی۔ کسی نے تقریب کیا اور اس سے دلائل اخذ
کیا۔ ان تمام اسباب کی بنیاد پر اس کا نام مذہب ابوحنیفہ رکھا گیا۔

مذہب امام مالک اور مذہب ابوحنیفہ کے
ظہور کے آغاز ہی میں حضرت امام شافعی اس میدان میں تشریف
لائے اور چند ایسے امور ان کی نظر میں آئے جسے ان کی طبیعت
نے پسند نہیں کیا۔ تو انہوں نے مختلفات کو جمع کرنے کا ایک
اصول بنایا اور اُسے کتاب کی شکل دے دی اور اسی کتاب

کو اصول فقہ کی پہلی کتاب ہونے کا درجہ ملا۔ انہوں نے بیان فرمایا کہ صحابہ و تابعین کا دستور یہ تھا کہ وہ ہر مسئلہ کو کتاب و سنت میں تلاش کرتے۔ اگر کوئی مسئلہ اس میں نہ ملتا تو اجتہاد کرکے اس کا فیصلہ کر دیتے۔ پھر اجتہاد کے بعد بھی کوئی حدیث اس مسئلہ کے متعلق مل جاتی تو اجتہاد کو ترک کر کے حدیث پر عمل کرتے۔ امام شافعی نے از سر نو اصول فقہ کی تدوین کا بیڑہ اٹھایا اور اصول فقہ کی بنیاد ڈالی۔ فروع کی تفریع کی۔ اور کتابیں تصنیف کیں۔ انہوں نے نہایت ہی لائق تحسین کام کیا۔ قوم مسلم کو اس سے بہت فائدہ پہونچا۔ اسی پر علماء و فقہاء جمع ہو گئے۔ بعض نے ان کی تصنیف کو مختصر کیا۔ بعض نے اس کی شرح لکھی۔ بعض نے اس سے دلیل حاصل کیا اور دوسرے شہروں میں اقامت اختیار کی۔ یہی امام شافعی کا مذہب ہو گیا۔

مذکورۂ بالا تحریر سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ ائمہ مجتہدین میں سے کسی کا بھی مذہب روح اسلام سے الگ نہیں ہے۔ کیونکہ ہم جب کتابوں کی چھان بین کرتے ہیں تو شریعت کی ہمیں تین قسم ملتی ہے۔ اول وہ ہے جسے وحی نے بیان کیا۔ مثل اس حدیث کے کہ "جو نسب سے حرام ہو جاتا ہے" وہ رضاعت سے بھی حرام ہو جاتا ہے"۔ اور یہ قرآن کے مثل ہے جس طرح کہ قرآن کے ساتھ عدم مخالفت پر اجماع ہے۔ اسی طرح اس پر بھی اجماع ہے۔

ثانی وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ حلال کر دیا ہے کہ وہ اپنی امت کی ہدایت کے واسطے جس چیز کو چاہیں سنت بنا دیں۔ مثلاً ایک بار حضورؐ نے فرمایا لو قلت نعم لوجبت ولم تستطیعوا یہ جملہ حضور کی زبان مبارک سے اس وقت نکلا ہے جبکہ ایک سائل نے سوال کیا یا رسول اللہؐ کیا حج ہم پر ہر سال فرض ہے؟ حضورؐ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا "اگر میں ہاں کہہ دوں تو ضرور فرض ہو جائے گا اور تم لوگ اسکی استطاعت نہیں رکھتے" حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم حتی الامکان امت کے لئے سہولت و آسانیاں مہیا فرماتے تھے۔ کثرت سوال سے بھی منع فرماتے اور یہ بھی فرماتے تھے۔ کہ جب میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں تو تم بھی مجھے چھوڑ دو۔ یعنی ارشاد یہ فرماتے تھے کہ جب کسی مسئلہ کا میں تمہیں حکم نہیں دیتا تو تم اس کے بارے میں سوال نہ کرو۔ حضور نے اگر چند چیزوں سے سکوت ... فرمایا' تو یہ بھی امت کی آسانی و سہولت کے لئے تھا۔ اس لئے کہ آپ کائنات کے لئے رحمت بن کر مبعوث کئے گئے اور حضورؐ کا سکوت فرمانا قصداً و عمداً تھا نہ کہ غفلت و نسیان کی وجہ سے۔

ثالث وہ ہے کہ شارع نے اسے امت کے لئے فضیلۃ بنایا۔ اگر اس پر عمل ہو تو ثواب ہے۔ ورنہ ترک میں کوئی حرج بھی نہیں۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔

مندرجۂ بالا تحریر سے یہ بات بھی معلوم ہوی کہ جس طرح سنتِ رسولؐ مجملات قرآن کا بیان ہے۔ اسی طرح صحابہ و تابعین' ائمہ مجتہدین اور ان کے متبعین کے اقوال سنت کے مجملات کا بیان ہیں۔ اور یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ ائمہ کے اقوال کا شریعت سے باہر ہونا محال ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ائمہ کے مذاہب کی بنیاد شریعت مطہرہ پر

ہے اور ہر ایک ائمہ کے اندر اپنے مذہب پر دلیل قائم کرنے کا ملکہ موجود ہے۔ پھر جو فرد بشر ان واضح تشریحات کے باوجود منازعت کرے وہ یقیناً ائمہ کرام کے مقام سے ناآشنا ہے۔ قسم وحدہٗ لاشریک کی وہ لوگ شریعت وحقیقت سے خوب اچھی طرح واقف تھے۔ نہ کہ جیسا بعض جہلاء گمان کرتے ہیں۔ کیونکہ مجتہدین کے تمام اقوال انوار شریعت سے روشن ہیں۔ اور کیسے ہو سکتا ہے ان کے مذاہب میں کوئی مسئلہ شریعت سے خارج ہو جبکہ وہ لوگ کتاب وسنت اور اقوال صحابہ سے اپنے مذہب کے مواد پر خوب واقف ہیں۔ اگر ائمہ کرام اور صحابۂ عظام کے درمیان اختلاف رونما نہ ہوتا تو ہمارے لئے عمل کی زمین تنگ ہو جاتی۔ حالانکہ وہ کشادہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے اختلاف ہی میں ہماری بھلائی وبہتری ہے — اللہ انہیں جزائے خیر دے۔

ائمہ اربعہ یعنی حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام مالک حضرت امام شافعی، حضرت امام حنبل میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا ضروری ہے۔ اس لئے کہ اس دور میں انہیں کے مذاہب مدون ہیں۔ اگرچہ ان کے علاوہ دوسرے ائمہ بھی حق پر تھے اور امت کی ہدایت کیلئے رسول کے نائب تھے۔ ان ائمہ اربعہ کے بعد سے مجتہد مطلق کا مرتبہ ختم ہو چکا۔ اسی لئے علماء کرام نے انہیں چار میں سے کسی ایک پر تقلید کرنے کو لازم قرار دیا ہے۔ کیونکہ شریعت بغیر نقل واستنباط کے پہچانی نہیں جا سکتی اور نقل کے لئے ضروری ہے کہ ہر طبقہ اپنے سے پہلے کے طبقہ سے اتصال کے ساتھ اخذ کرے۔

اور استنباط کے لئے متقدمین کے مذاہب کو پہچاننا لازمی ولابدی ہے۔ جب اقاویل سلف پر اعتماد متعین ہو گیا تو ان کے اقوال کا صحیح اسناد کے ساتھ مروی ہونا اور کتب مشہورہ میں مدون ہونا ضروری ہے ورنہ اعتماد ہی صحیح نہ ہوگا۔ اور اس دور میں سوائے ان چاروں مذاہب کے کوئی اور مذہب باقی نہیں ہے۔

مطلق مرتبۂ اجتہاد ایک بہت اہم اور اونچا مقام ہے۔ اس مقام کو وہی حاصل کر سکتا ہے جس کو اللہ کا فضل ملجائے۔ کیونکہ مجتہد وہ ہوتا ہے جس کے اندر یہ ملکہ ہو کہ وہ ہر شرعی فرعی حکم کو اس کی دلیل سے استنباط کر سکے اور اس کی شرط یہ ہے کہ قرآن کے بارے میں اس کا علم بالکل حاوی ہو۔ یعنی معنیٰ لغویہ جیسے مفردات، مرکبات اور اس کے خواص کے بارے میں بھی پورا پورا علم ہو۔ اس کے شرعی معنی سے بھی واقف ہو جیسے کہ احکام میں اثر کرنے والے معانی۔ اس کے وجوہ سے بھی آشنا ہو مثلاً خاص، عام، مشترک، مؤول، ظاہر، نص، مفسر محکم، خفی، مشکل، مجمل، متشابہ، حقیقت، مجاز، صریح، کنایہ امر، نہی، ناسخ، منسوخ، قیاس کو مختلف طرق کے ساتھ اس کے وجوہ سے بھی واقف ہو۔ مجتہد کا مقصد ومنشاء اجتہاد سے احکام کی معرفت اور اس کا سکھانا ہو نہ کہ تعصب، عناد، شہرت وناموری اور مکروفریب ہو۔ مجتہد کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ صاحب ورع ہو۔ اس کو اللہ کا ڈر اور خوف ہو، کیونکہ مجتہد شریعت کا امین ہوتا ہے۔ قرآن کے ساتھ ساتھ احادیث نبویہ کے طرق واقسام کا بھی سمجھنے والا ہو، جیسا کہ کتاب کی معرفت کے شرائط میں گذرا۔

اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اے منکرین تقلید! تمہارے لئے مرتبۂ قصوی ہی کہاں ہے کہ مرتبۂ علیا سمجھا جائے۔ تم چھوٹی سی فکر پہ غرور نہ کرو۔ اور ایسی سمجھ ایسا تدبر جو خسران کی طرف لے جائے اس پہ نہ اتراؤ۔ ورنہ تمہارا بھی حال ویسا ہی ہوگا جیسا کہ لومڑی کا شیر کے ساتھ ہوا۔

اس پر نہ اکڑو کہ تم نے مرتبۂ اجتہاد کو پا لیا ہے اس لئے ائمہ مجتہدین کی تقلید سے آزاد ہو۔ بتاؤ تمہیں مرتبۂ اجتہاد کی سہولت کب ملی ہے۔ فروع میں کب مجتہد بن گئے۔ ہر فنون پر ملکہ تمہیں کب حاصل ہو گیا۔ ہمیں نہیں معلوم کہ سوائے امام محمد طبری کسی اور نے مرتبۂ اجتہاد کا دعویٰ ان چاروں کے بعد کیا ہے لیکن علماء نے امام محمد طبری کے اس دعوی کو ٹھکرا دیا۔ اگر کسی نے مطلق اجتہاد کا دعویٰ کیا تو اسکی مراد یہی ہے کہ اپنے امام کے مقرر کردہ قوانین کو سامنے رکھ کر اجتہاد کیا۔ جیسا کہ امام مالک کے مذہب میں ابن القاسم اور اصبغ نے مطلق اجتہاد کا دعویٰ تو کیا مگر اپنے امام کے مذہب کے قوانین کے اندر رہ کر۔ امام اعظم کے ساتھ امام محمد اور ابو یوسف نے امام شافعی کے ساتھ مزنی اور ربیع نے بھی دعوی مطلق اجتہاد کا کیا مگر اپنے اپنے امام کے قوانین کی روشنی میں۔

ہم نہیں جانتے کہ ان چاروں کے بعد کوئی احکام کو کتاب وسنت سے استنباط کرنے کی از سر نو طاقت رکھتا ہو۔ اگر کوئی اس کا دعوی کرتا ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ کوئی ایک بھی مسئلہ ایسا اخذ کرے جو اس سے پہلے کے ائمہ نے اخذ نہیں کیا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ایسا ناممکن ہے کیونکہ اللہ کی قدرت بہت وسیع ہے، خصوصاً قرآن نفس الامر میں اپنے معانی واحکام کے اعتبار سے کوئی حد نہیں رکھتا۔ لیکن ہم نے آج تک یہ نہیں سنا کہ ان ائمہ اربعہ کے بعد کسی نے اس مرتبہ کو حاصل کیا۔

ائمہ کرام اس مرتبۂ علیا کے پا لینے کے باوجود اپنے تلامذہ سے تاکید کرتے تھے کہ کتاب وسنت کے ظاہر پر عمل کرو۔ اور وہ لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ اگر ہمارے اقوال کتاب یا سنت کے مخالف ہوں تو انہیں چھوڑ کر کتاب وسنت پر عمل کرو۔ ان ائمہ کرام کا یہ کہنا احتیاطاً تھا۔ شریعت کبریٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادب واحترام کی وجہ سے تھا۔ اور ان کا یہی فرمان ان کے کمال ورع وکمال خشوع پر دلالت کرتا ہے اور کمال خوف کی علامت ونشانی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان پر اپنے انوار و تجلیات کی بارش برسائے آمین! کیونکہ ان لوگوں کا اختلاف امت کے لئے رحمت ہے، ورمن جانب اللہ ان لوگوں کے لئے وسعت تھی۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک کا انکار نہ کرو، کیونکہ ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار، انکار صحابہ ہے، اور انکار صحابہ انکار رسول ہے، اور انکار رسول انکار نص ہے۔ (خدا اس تصور سے بھی محفوظ رکھے) وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ" کم فہمی اور نادانی کی وجہ سے منکر کیوں بنتے ہو؟ تمہارے فہم وادراک کی وقعت ہی کیا ہے۔ اگر اس کا موازنہ کیا جائے تو گرد راہ ثابت ہوگی۔ والسابقون السابقون اولئک المقربون" معلوم ہوا کہ جو تحقیق کی قوت سے محروم ہے اس کیلئے تقلید ہی میں نجات ہے۔ اگر تمہاری آنکھوں نے چاند نہیں دیکھا چاند تمہاری نظروں سے روپوش رہا تو جنہوں نے دیکھا ہے انکی بات تسلیم کرلو۔ اللھم اجعلنا من المتقین الفائزین المتقین والحمد للہ رب العالمین۔

ترجمہ از
افضل العلماء مولوی ابوالمکارم
سید مصطفیٰ حسین بخاری
قادری کڈپوی فاضل لطیفیہ

جنرل سکریٹری انجمن
دائرۃ المعارف مکان
حضرت قطب ویلور قدس سرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخزن السلاسل

پانچویں قسط ۵

تصنیف انیف

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن ثانی قادری بیجاپوری قدس سرہ العزیز

ناظرین اللطیف کے لئے یہ مخزن السلاسل محتاج تعارف کتاب نہیں، کیونکہ یہ سالنامۂ اللطیف میں مسلسل چار سال سے ترجمہ کے ساتھ شائع ہوتی آرہی ہے۔ اب اسکی پانچویں قسط ترجمہ کے ساتھ پیش کی جارہی ہے۔ جو بخاریہ کے چھ۶ اور سہروردیہ کے اٹھائیس۲۸ سلاسل پر مشتمل ہے۔

صاحب کتاب حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن ثانی قادری بیجاپوری قدس سرہ العزیز نے ایک سو اکانوے سلاسل میں جہاں اپنے ہمشیر زادہ سید شاہ کریم اللہ قادری قدس سرہ کو اجازت وخلافت سے سرفراز کیا تھا وہیں اپنے نبیسہ حضرت سید شاہ عبداللطیف قادری بیجاپوری قدس سرہ کو بھی نوازا جو خانوادۂ اقطاب ویلور قدس اسرارہم کے پہلے بزرگ ہوتے ہیں۔ الحمدللہ مذکورہ ایکسو اکانوے سلاسل میں اجازت وخلافت کا سلسلہ ہنوز آپ کی اولاد امجاد میں جاری ہے ــــ تقدس مآب مرشدنا اعلیحضرت مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز اور آپ کے دونوں برادران عزیز فضیلت مآب حضرت مولانا ابوالصالح عمادالدین سید شاہ محمد ناصر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی ــــ عزت مآب حضرت مولانا ابوالحسن صدرالدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی B.A ناظم دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز کو اسمیں اجازت وخلافت حاصل ہے۔

ابوالمکارم بخاری

اما الخرقة البخارية فستة

احدها البسها الفقير شاه ابوالحسن من ابن
عم امه السيد نور الله وهو من ابيه السيد علی محمد
وهو من السيد محمد وهو من ابيه السيد جلال
ماه عالم- وهو من السيد حسن وهو من
ابيه السيد عبد الغفور، وهو من ابيه السيد
احمد وهو من ابيه السيد راجو وهو من ابيه
السيد محمد بن عبد الله الملقب بشاه عالم
من عند الله وهو من ابيه السيد برهان الدين
ابی محمد عبد الله المشهور بقطب العالم وهو من ابيه
السيد ناصر الدين محمود وهو من ابيه الشيخ
العارف صاحب المعارف قطب اقطاب العلمين
السيد جلال الحق والشرع والدين ابی عبد الله
الحسين الحسينی البخاری مخدوم جهانيان وهو
من ابيه السيد احمد وهو من ابيه السيد حسين البخاری
وهو من ابيه ابی المويد السيد علی وهو من ابيه
السيد جعفر وهو من شمس الائمة السيد محمد
وهو من ابيه ناصر الدين السيد محمود البخاری
وهو من ابيه السيد احمد وهو من السيد
عبد الله وهو من ابيه السيد علی الاشقر
وهو من ابيه المرتضى الاعظم السيد جعفر
وهو من ابيه الامام علی الهادی وهو من ابيه

خرقہائے بخاریہ چھ ہیں

پہلا خرقہ جس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچازاد
بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے
وہ سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم[1] سے
وہ سید حسن، وہ اپنے والد سید عبد الغفور
سے وہ اپنے والد سید احمد سے، —
وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ اپنے والد
سید محمد بن عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم
سے وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد
عبد اللہ المشہور بہ قطب عالم سے وہ اپنے والد
سید ناصر الدین محمود سے، وہ اپنے والد شیخ
عارف صاحب معارف قطب الاقطاب عالمین
سید جلال الدین ابو عبد اللہ حسین حسینی
بخاری مخدوم جہانیاں سے آپ اپنے
والد سید احمد سے وہ اپنے والد سید حسین بخاری
سے وہ اپنے والد ابو المؤید سید علی سے وہ اپنے
والد سید جعفر سے وہ شمس الائمہ سید محمد
سے وہ اپنے والد ناصر الدین سید محمود بخاری
سے وہ اپنے والد سید احمد سے وہ سید عبد اللہ
سے، وہ اپنے والد سید علی اشقر سے، وہ اپنے
والد مرتضیٰ اعظم سید جعفر سے، وہ اپنے
والد امام علی ہادی سے، وہ اپنے والد

[1] بادشاہ کو کہتے ہیں۔

الامام محمدتقی الجواد. وھومن ابیہ
الامام علی موسیٰ رضا وھومن ابیہ
الامام موسی الکاظم وھومن ابیہ
الامام جعفر صادق وھومن ابیہ
الامام محمد باقر وھومن ابیہ الامام
علی زین العابدین وھومن ابیہ اشرف الشہداء
ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبداللہ
الحسین وھومن ابیہ اسد اللہ الغالب
امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ
وجھہٗ وھومن خاتم النبیین رسول رب
العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین
صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہٖ وسلم
وھومن امرذی النورالمبین بواسطۃ
الروح الامین۔

امام محمد تقی جواد سے، وہ اپنے والد
امام علی موسیٰ رضا سے، وہ اپنے والد
امام موسیٰ کاظم سے، وہ اپنے والد
امام جعفر صادق سے، وہ اپنے والد
امام محمد باقر سے، وہ اپنے والد امام
علی زین العابدین سے، وہ اپنے والد
اشرف شہداء محبوب خیر الانبیاء امام ابو عبداللہ
حسین سے، آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب
امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ
سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ
وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم سے اور
آپ نے نورِ مبین کے حکم سے بواسطۂ روح
امین خرقہ پہنا ہے۔

الثانیة لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن من
ابن عم امہ السید نوراللہ وھو من ابیہ
السید علی محمد وھو من السید محمد وھو
من ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من
ابیہ السید الحسن وھو من السید عبدالغفور
وھو من ابیہ السید احمد وھو من ابیہ السید
راجو وھو من ابیہ السید محمد بن عبداللہ
الملقب بشاہ عالم من عند اللہ وھو من
ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبداللہ
المشھور بقطب العالم وھو من اخ
جدہ السید صدرالدین ابی الفضل محمد
وھو من ابیہ الشیخ العارف صاحب المعارف
قطب الاقطاب العالمین السید جلال الحق
والشرع والدین الحسین الحسینی البخاری
مخدوم جہانیان وھو من عمہ صدرالدین
محمد البخاری وھو من ابیہ جلال الدین الحسین
البخاری وھو من ابیہ ابی المؤید السید
علی وھو من ابیہ السید جعفر وھو من ابیہ
شمس الائمہ السید محمد وھو من
ابیہ ناصرالدین محمود البخاری وھو من
ابیہ السید احمد وھو من ابیہ السید
عبداللہ وھو من السید علی الاشقر وھو
من ابیہ المرتضی الاعظم السید جعفر

دوسرا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ
کے چچازاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا
ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد
سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم
سے، وہ اپنے والد سید حسن سے وہ سید عبدالغفور
سے، وہ اپنے والد سید احمد سے، وہ اپنے والد
سید راجو سے، وہ اپنے والد سید محمد بن عبداللہ
الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید
برہان الدین ابومحمد عبداللہ المشہور
بہ قطب العالم سے، وہ اپنے دادا کے بھائی
سید صدرالدین ابوالفضل محمد سے،
وہ اپنے والد شیخ عارف صاحب معارف،
قطب اقطاب عالمین سید جلال الدین
حسین حسینی بخاری مخدوم
جہانیاں سے، آپ اپنے چچا صدرالدین
محمد بخاری سے وہ اپنے والد سید جلال الدین
حسین بخاری سے، وہ اپنے والد ابوالمؤید
سید علی سے، وہ اپنے والد سید جعفر سے، وہ
اپنے والد شمس الائمہ سید محمد سے، وہ
اپنے والد ناصرالدین محمود بخاری سے، وہ
اپنے والد سید احمد سے، وہ اپنے والد سید
عبداللہ سے، وہ اپنے والد سید علی اشقر
سے، وہ اپنے والد مرتضیٰ اعظم سید جعفر سے

وھومن ابیہ الامام علی الھادی وھومن ابیہ الامام محمد الجواد وھومن ابیہ الامام علی موسی الرضا وھومن ابیہ الامام موسی الکاظم وھو من ابیہ جعفر الصادق وھومن ابیہ الامام محمد الباقر وھومن ابیہ الامام علی زین العابدین وھومن ابیہ اشرف الشھداء ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبداللہ الحسین وھومن ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھومن خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذوالنور المبین بواسطۃ روح الامین۔

وہ اپنے والد امام علی ہادی سے، وہ اپنے والد امام محمد جواد سے، وہ اپنے والد امام علی موسیٰ رضا سے، وہ اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے، وہ اپنے والد جعفر صادق سے، وہ اپنے والد امام محمد باقر سے، وہ اپنے والد امام علی زین العابدین سے، وہ اپنے والد اشرف شہداء و محبوب خیر الانبیاء امام ابو عبداللہ حسین سے، آپ اپنے والد اسداللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے، آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم سے، اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الثالث لبسها الفقیر شاہ ابو الحسن

من ابن عم امه السیّد نور الله وهو من ابیه السید علی محمد وهو من السید محمد وهو من ابیه السید جلال ماه عالم وهو من ابیه السید حسن وهو من ابیه السید عبد الغفور وهو من ابیه السید احمد وهو من ابیه السید راجو وهو من ابیه السید محمد بن عبد الله الملقب بشاه عالم من عبد الله وهو من ابیه السید برهان الدین ابی محمد عبد الله المشهور بقطب العالم وهو من اخیه شمس الدین السید حامد وهو من جده الشیخ العارف صاحب المعارف قطب الاقطاب العالمین السید جلال الحق والشرع والدین الحسین الحسینی البخاری مخدوم جهانیاں وهو من عمه السید اوحد الدین وهو من ابیه جلال الدین الحسین البخاری وهو من ابیه ابی المؤید السید علی وهو من ابیه السید جعفر وهو من ابیه شمس الائمه السید محمد وهو من ابیه ناصر الدین السید محمود البخاری وهو من ابیه السید احمد وهو من ابیه السید

تیسرا خرقہ جسکو فقیر ابو الحسن نے اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سیّد علی محمد سے، وہ سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے، وہ اپنے والد سید حسن سے وہ اپنے والد سید عبد الغفور سے، وہ اپنے والد سید احمد سے، وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ اپنے والد سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین، ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ قطب عالم سے، وہ اپنے بھائی شمس الدین سید حامد سے وہ اپنے دادا شیخ عارف صاحب معارف قطب اقطاب عالمین سید جلال الدین حسین حسینی بخاری مخدوم جہانیاں سے، آپ اپنے چچا سید اوحد الدین سے، وہ اپنے والد سید جلال الدین حسین بخاری سے، وہ اپنے والد ابو المؤید سید علی سے، وہ اپنے والد سید جعفر سے، وہ اپنے والد شمس الائمہ سید محمد سے، وہ اپنے والد ناصر الدین سید محمود بخاری سے، وہ اپنے والد سید احمد سے، وہ اپنے والد سید عبد اللہ

عبداللہ وھو من ابیہ السید علی الاشقر وھو من ابیہ المرتضی الاعظم السید جعفر وھو من ابیہ الامام علی الھادی وھو من ابیہ الامام محمد الجواد وھو من ابیہ الامام علی موسی الرضا وھو من ابیہ الامام موسی الکاظم وھو من ابیہ الامام جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام محمد الباقر وھو من ابیہ الامام علی زین العابدین وھو من ابیہ اشرف الشھداء ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبداللہ الحسین وھو من ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

سے وہ اپنے والد سید علی اشقر سے، وہ اپنے والد مرتضیٰ اعظم سید جعفر سے وہ اپنے والد امام علی ہادی سے، وہ اپنے والد امام محمد جواد سے، وہ اپنے والد امام علی موسیٰ رضا سے، وہ اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے وہ اپنے والد امام جعفر صادق سے، وہ اپنے والد امام محمد باقر سے، وہ اپنے والد امام علی زین العابدین سے وہ اپنے والد اشرف شہداء محبوب خیر الانبیاء امام ابو عبداللہ حسین سے آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح الامین خرقہ پہنا ہے۔

الرّابعۃ لبسها الفقیر شاه ابو الحسن
من ابن عم امه السید نور الله وهو
من ابیه السید علی محمد وهو من
السید محمد وهو من ابیه السید جلال
ماه عالم وهو من السید شبیر محمد بن احمد
وهو من جده السید عرب شاه وهو من
ابیه السید محمد زاهد وهو من اخیه
السید محمد بن عبد الله الملقب بشاه عالم
من عند الله وهو من ابیه السید برهان
الدین ابی محمد عبد الله المشهور بقطب العالم
وهو من الشیخ احمد کهتو وهو من الشیخ
العارف صاحب المعارف قطب اقطاب العالمین
السید جلال الحق والشرع والدین الحسین
الحسینی البخاری مخدوم جهانیاں وهو
من ابیه السید احمد وهو من ابیه جلال
الدین السید حسین البخاری وهو
من ابیه السید جعفر وهو من ابیه
شمس الائمه السید محمد وهو من ابیه
ناصر الدین محمود البخاری وهو من ابیه
السید احمد وهو من ابیه السید عبد الله
وهو من ابیه السید علی الاشقر وهو
من ابیه المرتضی الاعظم السید

چوتھا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے
اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نور اللہ سے
پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ
سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال
ماہ عالم سے، وہ سید شبیر محمد ابن احمد سے
وہ اپنے دادا سید عرب شاہ سے، وہ اپنے
والد سید محمد زاہد سے، وہ اپنے بھائی
سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم
سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد
عبد اللہ المشہور بہ قطب عالم سے
وہ شیخ احمد کھتو سے، وہ شیخ عارف صاحب
معارف قطب اقطاب عالمین سید
جلال الدین حسین حسینی بخاری مخدوم
جہانیان سے آپ اپنے والد سید احمد سے
وہ اپنے والد سید جلال الدین حسین
بخاری سے، وہ اپنے والد سید جعفر
سے وہ اپنے والد شمس الائمہ سید
محمد سے، وہ اپنے والد ناصر الدین
محمود بخاری سے، وہ اپنے والد
سید احمد سے، وہ اپنے والد سید عبد اللہ
سے، وہ اپنے والد سید علی اشقر سے،
وہ اپنے والد مرتضی اعظم سید جعفر

جعفر وھو من ابیه الامام علی الھادی وھو من ابیه الامام محمد تقی الجواد وھو من ابیه الامام علی موسی الرضا وھو من ابیه الامام موسی الکاظم وھو من ابیه الامام جعفر الصادق وھو من ابیه الامام محمد الباقر وھو من ابیه الامام علی زین العابدین وھو من ابیه اشرف الشھداء ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبد اللہ الحسین وھو من ابیه اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیه وعلی اٰلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین ۔

سے، وہ اپنے والد امام علی ہادی سے، وہ اپنے والد امام محمد تقی جواد سے، وہ اپنے والد علی موسیٰ رضا سے، وہ اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے، وہ اپنے والد امام جعفر صادق سے، وہ اپنے والد امام محمد باقر سے، وہ اپنے والد امام علی زین العابدین سے وہ اپنے والد اشرف شہداء محبوب خیر الانبیاء امام ابو عبد اللہ حسین سے، آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے ۔

الخامسة لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن
من ابن عم امه السید نور اللہ وهو من ابیه
السید علی محمد وهو من السید محمد وهو
من ابیه السید جلال ماہ عالم وهو
من السید شیر محمد ابن احمد وهو من
جده السید عرب شاہ وهو من ابیه
السید محمد زاهد وهو من اخیه السید
محمد بن عبد اللہ الملقب بشاہ عالم من
عند اللہ وهو من ابیه السید برهان
الدین ابی محمد عبد اللہ المشهور بقطب
العالم وهو من السید محمود الشیرازی
وهو من الشیخ العارف صاحب المعارف قطب
الاقطاب العالمین السید جلال الحق والشرع
والدین الحسین الحسینی البخاری مخدوم
جهانیان وهو من عمه صدر الدین
السید محمد البخاری وهو من ابیه السید
جلال الدین الحسین البخاری وهو من ابیه
ابی المؤید السید علی وهو من ابیه السید
جعفر وهو من ابیه شمس الائمه السید
محمد وهو من ابیه ناصر الدین السید
محمود البخاری وهو من ابیه السید احمد
وهو من ابیه السید عبد اللہ وهو من

پانچواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے
اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نور اللہ سے
پہنا ہے وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے
وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ سید شیر محمد
ابن احمد سے وہ اپنے دادا سید عرب
شاہ سے، وہ اپنے والد سید محمد
زاہد سے وہ اپنے بھائی سید
محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم
سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین،
ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ قطب
عالم سے، وہ سید محمود شیرازی
سے، وہ شیخ عارف صاحب معارف قطب
اقطاب عالمین سید جلال الدین حسین
حسینی بخاری مخدوم جہانیاں سے
آپ اپنے چچا صدر الدین سید محمد
بخاری سے، وہ اپنے والد سید
جلال الدین حسین بخاری سے، وہ
اپنے والد ابو المؤید سید علی سے، وہ
اپنے والد سید جعفر سے، وہ اپنے والد شمس الائمہ
سید محمد سے، وہ اپنے والد ناصر الدین سید
محمود البخاری سے، وہ اپنے والد سید احمد
سے، وہ اپنے والد سید عبد اللہ سے، وہ

ابیہ السید علی الاشقر وھو من ابیہ المرتضیٰ الاعظم السید جعفر وھو من ابیہ الامام علی الھادی وھو من ابیہ الامام محمد الجواد وھو من ابیہ الامام علی موسی الرضا وھو من ابیہ الامام موسی الکاظم وھو من ابیہ الامام جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام محمد الباقر وھو من ابیہ الامام زین العابدین وھو من ابیہ اشرف الشھداء ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبداللہ الحسین وھو من ابیہ اسداللہ الغالب امیرالمؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

اپنے والد سید علی اشقر سے، وہ اپنے والد مرتضیٰ اعظم سید جعفر سے، وہ اپنے والد امام علی ہادی سے، وہ اپنے والد امام محمد جواد سے، وہ اپنے والد امام علی موسیٰ رضا سے، وہ اپنے والد موسیٰ کاظم سے، وہ اپنے والد امام جعفر صادق سے، وہ اپنے والد امام محمد باقر سے، وہ اپنے والد امام زین العابدین سے، وہ اپنے والد اشرف شہداء محبوب خیر الانبیاء امام ابو عبداللہ حسین سے آپ اپنے والد اسداللہ الغالب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے، اور آپ نے نورِ مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

السادسۃ لبسھا الفقیر شاہ ابوالحسن من ابن عم امہ السید نوراللہ وھو من ابیہ السید علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من السید شیر محمد بن احمد وھو من جدہ السید عرب شاہ وھو من ابیہ السید محمد زاھد وھو من اخیہ السید محمد بن عبداللہ الملقب بشاہ عالم من عنداللہ وھو من ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبداللہ المشھور بقطب العالم وھو من ابی الفتوح محمد بن عبداللہ الشیرازی وھو من شرف الدین السید حسین المشھدی وھو من الشیخ العارف صاحب المعارف قطب الاقطاب العالمین السید جلال الحق والشرع والدین الحسین الحسینی البخاری مخدوم جھانیاں وھو من ابیہ کبیرالدین السید احمد وعمہ صدرالدین السید محمد واوحدالدین السید محمود وھم من والدھم جلال الدین السید حسین البخاری وھو من ابیہ ابی المؤید السید علی وھو من ابیہ السید جعفر وھو من ابیہ شمس الائمہ السید محمد وھو من ابیہ ناصرالدین محمود

چھٹا خرقہ جس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ سید محمد سے وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ سید شیر محمد ابن احمد سے، وہ اپنے دادا سید عرب شاہ سے، وہ اپنے والد سید محمد زاھد سے، وہ اپنے بھائی سید محمد ابن عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم سے وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبداللہ المشہور بہ قطب عالم سے، وہ ابوالفتوح محمد ابن عبداللہ شیرازی سے وہ شرف الدین سید حسین مشہدی سے، وہ شیخ عارف صاحب معارف قطب الاقطاب عالمین سید جلال الدین حسین حسینی بخاری مخدوم جہانیان سے، آپ اپنے والد کبیرالدین سید احمد اور اپنے چچا صدرالدین سید محمد اور اوحدالدین سید محمود سے، آپ تمام اپنے والد جلال الدین سید حسین بخاری سے وہ اپنے والد ابوالمؤید سید علی سے، وہ اپنے والد سید جعفر سے، وہ اپنے والد شمس الائمہ سید محمد سے، وہ اپنے والد

البخاری وهو من ابیه السید احمد
وهو من ابیه السید عبد الله وهو
من ابیه السید علی الاشقر وهو من ابیه
المرتضیٰ الاعظم السید جعفر وهو من
ابیه الامام علی الهادی وهو من ابیه
الامام محمد الجواد وهو من ابیه الامام
علی موسیٰ الرضا وهو من ابیه الامام
موسیٰ الکاظم وهو من ابیه الامام
جعفر الصادق وهو من ابیه الامام محمد
الباقر وهو من ابیه الامام علی زین
العابدین وهو من ابیه اشرف الشهداء
ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبد الله
الحسین وهو من ابیه اسد الله الغالب
امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم الله
وجهه وهو من خاتم النبیین رسول رب
العالمین شفیع المذنبین محمد
الامین صلی الله علیه وعلیٰ آله واصحابه
وسلم وهو من امر ذی النور المبین بواسطة
الروح الامین۔

ناصر الدین محمود بخاری سے، وہ
اپنے والد سید احمد سے، وہ اپنے والد سید
عبداللہ سے، وہ اپنے والد سید علی اشقر سے
وہ اپنے والد مرتضیٰ اعظم سید جعفر سے
وہ اپنے والد امام علی ہادی سے، وہ
اپنے والد امام محمد جواد سے، وہ اپنے
والد امام علی موسیٰ رضا سے، وہ اپنے والد
امام موسیٰ کاظم سے، وہ اپنے والد امام
جعفر صادق سے، وہ اپنے والد امام
محمد باقر سے، وہ اپنے امام علی
زین العابدین سے، وہ اپنے والد اشرف
شہداء، محبوب خیر الانبیاء، امام ابو عبداللہ
حسین سے آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب
امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ
وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب
العالمین شفیع المذنبین محمد
امین صلے اللہ علیہ وعلےٰ آلہ واصحابہ
وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے
حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

اما الخرقة السهروردية فثمانية وعشرون

احدها لبسها الفقير شاه ابو الحسن من
خاله السيد اسمٰعیل بن السید میران
وھو من ابیه السید میران وھو من السید
عبد الله وھو من ابیه السید وجیه الدین
حید رعلی الثانی وھو من حاجی حمید
المعروف بالشیخ محمد غوث وھو من
الشیخ ظھور حاجی حضور وھو من الشیخ
ابی الفتح ھدایة الله سرمست وھو
من الشیخ قاضن وھو من الشیخ
رکن الدین جونپوری وھو من الشیخ
با بوتاج الدین البخاری وھو من ابی عبد الله
الحسین الحسینی البخاری مخدوم جہانیان
وھو من جلال السید حسین البرکی
وھو من الشیخ صدر الدین ابی الفضل
وھو من الشیخ ابی البرکات بہاؤ الدین
ذکریا وھو من الشیخ شھاب الدین
السھروردی وھو من عمه شیخ الاسلام
مربی الانام مرشد الکرام قدوة العظام
ضیاؤ الدین الشیخ ابی النجیب السھروردی
وھو من عمه وجیه الدین ابی حفص عمر

خرقہائے سہروردیہ اٹھائیس ۲۸ ہیں

پہلا خرقہ جس کو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنے
ماموں سید اسمٰعیل ابن سید میراں سے پہنا ہے
وہ اپنے والد سید میراں سے، وہ اپنے سید عبد اللہ
وہ اپنے والد سید وجیہ الدین حیدر علی
ثانی سے، وہ حاجی حمید المعروف بہ شیخ
محمد غوث سے، وہ شیخ ظہور حاجی حضور
سے وہ شیخ ابو الفتح ہدایت اللہ
سرمست سے وہ شیخ قاضن سے، وہ
شیخ رکن الدین جونپوری سے،
وہ شیخ بابو تاج الدین بخاری
سے، وہ ابو عبد اللہ حسین حسینی
بخاری مخدوم جہانیان سے
وہ جلال سید حسین برکی سے،
وہ شیخ صدر الدین ابو الفضل
سے، وہ شیخ ابو البرکات بہاؤ الدین
ذکریا سے، وہ شیخ شہاب الدین،
سہروردی سے، وہ اپنے چچا شیخ
الاسلام مربی انام مرشد کرام قدوۂ
عظام ضیاؤ الدین شیخ ابو النجیب
سہروردی سے آپ اپنے چچا وجیہ الدین ابو حفص

السہروردی وھومن ابیہ محمد بن عبداللہ المعروف بعَمّوِیَہ ومن احمد الاسود الدینوری وھومن ممشاد علو الدینوری وھومن سید الطائفۃ ابوالقاسم الجنید البغدادی وھومن خالہ السر السقطی وھومن معروف الکرخی وھومن داؤد الطائیؒ وھومن حبیب العجمی وھومن الحسن البصری وھومن اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ وھومن خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمدن الامین صلی اللہ علیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

عمر سہروردی سے وہ اپنے والد محمد ابن عبداللہ المعروف بہ عَمّوِیَہ اور احمد الاسود دینوری سے وہ ممشاد علو الدینوری سے، وہ سید الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے، وہ معروف کرخی سے وہ داؤد طائی سے، وہ حبیب عجمی سے، وہ حسن بصری سے، وہ اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الثانية لبسها الفقير شاه ابوالحسن
من ابن عم امه السيد نور الله وهو من
ابيه السيد علي محمد وهو من السيد
محمد وهو من ابيه السيد جلال ماه
عالم وهو من ابيه السيد حسن وهو من
ابيه السيد عبد الغفور وهو من ابيه
السيد احمد وهو من ابيه السيد راجو
وهو من ابيه السيد محمد ابن عبد الله
الملقب بشاه عالم من عند الله وهو من
ابيه السيد برهان الدين ابی محمد
عبد الله المشهور بقطب العالم وهو من
ابيه ناصر الدين السيد محمود وهو من
ابيه السيد جلال الدين ابی عبد الله الحسين
الحسيني البخاري مخدوم جهانيان وهو
من ابيه كبير الدين السيد احمد وهو
من ابيه جلال الدين الحسين الحسيني
البخاري وهو من الشيخ بهاؤ الدين
ابی محمد ذكريا الاسدي القرلشي وهو
من الشيخ شهاب الدين ابی عبد الله عمر
البكري السهروردي وهو من عمه شيخ
الاسلام مربی الانام مرشد الكرام قدوة
العظام ضياؤ الدين الشيخ ابی النجيب

دوسرا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی
والدہ کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے،
وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے
وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے، وہ اپنے
والد سید حسن سے، وہ اپنے والد سید
عبد الغفور سے، وہ اپنے والد سید احمد سے
وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ اپنے
والد سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بشاہ
عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین
ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ قطب عالم
سے، وہ اپنے والد ناصر الدین سید
محمود سے، وہ اپنے والد سید
جلال الدین ابو عبد اللہ الحسین الحسینی
بخاری مخدوم جہانیاں سے، وہ اپنے
والد کبیر الدین سید احمد سے، وہ
اپنے والد جلال الدین حسین حسینی
بخاری سے، وہ شیخ بہاؤ الدین ابو محمد
ذکریا اسدی قریشی سے، وہ شیخ
شہاب الدین ابو عبد اللہ عمر البکری
سہروردی سے، وہ اپنے چچا شیخ
الاسلام، مربی انام، مرشد کرام، قدوۂ
عظام ضیاؤ الدین شیخ ابو النجیب

السهروردی وهو من ابیه محمد
بن عبد الله المعروف بعمویه وهو من
احمد الاسود الدینوری وهو من ممشاد
علو الدینوری وهو من سید الطائفة
ابو القاسم الجنید البغدادی وهو من خاله
السری سقطی وهو من معروف الکرخی
وهو من الامام علی موسی الرضاء وهو
من ابیه الامام موسی الکاظم وهو
من ابیه الامام جعفر الصادق وهو من
ابیه الامام محمد الباقر وهو من ابیه
الامام علی زین العابدین وهو من ابیه
اشرف الشهداء ومحبوب خیر الانبیاء
الامام ابی عبد الله الحسین وهو من ابیه
اسد الله الغالب امیر المومنین علی
ابن ابی طالب کرم الله وجهه وهو من
خاتم النبیین رسول رب العالمین ،
شفیع المذنبین محمدن الامین
صلی الله علیه وعلی آله واصحابه وسلم
وهو من امر ذی النور المبین بواسطة
الروح الامین ۔

سہروردی سے، وہ اپنے والد محمد
بن عبد اللہ المعروف بہ عمویہؒ سے اور،
احمد الاسود دینوری سے وہ ممشاد
علو الدینوری سے وہ سید الطائفہ ابو
القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے
ماموں سری سقطی سے وہ معروف
کرخی سے وہ امام علی موسیٰ رضا سے وہ اپنے
والد امام موسیٰ کاظم سے وہ اپنے والد
امام جعفر صادق سے، وہ اپنے والد امام
محمد باقر سے وہ اپنے والد امام علی
زین العابدین سے، وہ اپنے والد اشرف
شہداء محبوب خیر الانبیاء امام ابو عبد اللہ
حسین سے آپ اپنے والد اسد اللہ،
الغالب امیر المومنین علی ابن ابی
طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ
خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمدؐ امین صلے
اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم سے
اور آپ نے نورِ مبین کے حکم سے
بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے ۔

الثالثة لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن
من ابن عم امه السید نور اللہ وھو من ابیه
السید علی محمد وھو من السید محمد وھو
من ابیه السید جلال ماہ عالم وھو من
السید حسن وھو من ابیه السید عبدالغفور
وھو من ابیه السید احمد وھو من ابیه
السید راجو وھو من ابیه السید محمد بن
عبداللہ الملقب بشاہ عالم من عند اللہ
وھو من ابیه السید برھان الدین ابی
محمد عبداللہ المشھور بقطب العالم و
ھو من اخ جدہ السید صدرالدین ابی
الفضل محمد بن احمد بن الحسین
الحسینی البخاری وھو من اخیه السید
جلال الدین الحسین الحسینی البخاری
المخدوم جھانیان وھو من ابی الفتح رکن
الدین ثلث مراۃ فی الیقظة ومرتین
فی المنام ووجد کلتیھما علی الرأس بعد ما
استیقظ وھو من ابیه صدرالدین ابی
الفضل وھو من ابیه الشیخ بھاؤالدین
ابی محمد ذکریا الاسدی القرشی وھو من
الشیخ شھاب الدین ابی عبداللہ عمر
البکری السھروردی وھو من عمه شیخ

تیسرا خرقہ جس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی
والدہ کے چچازاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے
وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد
سے وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے
وہ سید حسن سے وہ اپنے والد سید عبدالغفور
سے، وہ اپنے والد سید احمد سے، وہ اپنے والد
سید راجو سے، وہ اپنے والد سید محمد ابن
عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ
اپنے والد سید برہان الدین ابومحمد عبداللہ
المشہور بہ قطب عالم سے، وہ اپنے
دادا کے بھائی سید صدرالدین ابوالفضل
محمد بن احمد ابن حسین حسینی بخاری
سے، وہ اپنے بھائی سید جلال الدین
حسین حسینی بخاری مخدوم
جہانیان سے، آپ نے ابوالفتح
رکن الدین سے (بیداری میں تین مرتبہ اور خواب
میں دو مرتبہ حاصل کیا۔ بیداری کے بعد آپ
نے دونوں خرقوں کو سر پہ پایا) وہ اپنے والد
صدرالدین ابوالفضل سے، وہ اپنے والد شیخ
بہاؤالدین ابومحمد ذکریا اسدی قرشی سے
وہ شیخ شہاب الدین ابوعبداللہ عمر
البکری سہروردی سے، وہ اپنے چچا شیخ

الاسلام مربی الانام مرشد الکرام قدوۃ العظام ضیاء الدین الشیخ ابی النجیب السهروردی وهو من عمه وجیه الدین ابی حفص عمر السهروردی وهو من ابیه محمد عبد الله المعروف بعمویه وهو من احمد الاسود الدینوری وهو من ممشاد علو الدینوری وهو من سید الطائفۃ ابو القاسم الجنید البغدادی وهو من خاله السری السقطی وهو من معروف الکرخی وهو من داؤد الطائی وهو من حبیب العجمی وهو من الحسن البصری وهو من اسد الله الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم الله وجهہٗ وهو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی الله علیہ و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ وسلم وهو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

الاسلام مربی انام مرشد کرام قدوۂ عظام ضیاء الدین شیخ ابو النجیب سہروردی سے آپ اپنے چچا وجیہہ الدین ابوحفص عمر سہروردی سے، وہ اپنے والد محمد عبد اللہ المعروف بہ عمویہ سے وہ احمد الاسود دینوری سے وہ ممشاد علو دینوری سے وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے، وہ اپنے ماموں سری سقطی سے، وہ معروف کرخی سے، وہ داؤد طائی سے وہ حبیب عجمی سے وہ حسن بصری سے، وہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلے اللہ علیہ وآلہٖ و اصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الرابعة لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن
من ابن عم امہ السید نوراللہ وھو من
ابیہ السید علی محمد وھو من السید
محمد وھو من السید جلال ماہ عالم
وھو من ابیہ السید حسن وھو من ابیہ
السید عبدالغفور وھو من ابیہ السید
احمد وھو من ابیہ السید راجو وھو
من ابیہ السید محمد بن عبداللہ الملقب
بشاہ عالم من عنداللہ وھو من ابیہ
السید برھان الدین ابی محمد عبد اللہ
المشھور بقطب العالم وھو من شمس الدین
حسین البخاری وھو من جدہ السید
جلال الدین ابی عبداللہ الحسین البخاری
مخدوم جھانیاں وھو من السید جلال
الدین الحسین البرکی وھو من ابی الفتح
رکن الدین وھو من ابیہ صدر الدین
ابی الفضل وھو من الشیخ بھاؤ الدین
ابی محمد ذکریا الاسدی القریشی وھو
من الشیخ شھاب الدین ابی عبداللہ البکری
وھو من عمہ شیخ الاسلام مربی الانام
مرشد الکرام قدوۃ العظام ضیاء الدین الشیخ
ابی النجیب السھروردی وھو من عمہ

چوتھا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ
کے چچا زاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے۔
وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ سید محمد
سے، وہ سید جلال ماہ عالم سے، وہ اپنے
والد سید حسن سے، وہ اپنے والد سید عبدالغفور
سے، وہ اپنے والد سید احمد سے، وہ
اپنے والد سید راجو سے، وہ اپنے
والد سید محمد ابن عبداللہ الملقب بہ شاہ
عالم سے، وہ اپنے والد سید برھان
الدین ابو محمد عبداللہ المشہور بہ
قطب عالم سے، وہ شمس الدین حسین
بخاری سے، وہ اپنے دادا سید
جلال الدین ابو عبداللہ حسین بخاری
مخدوم جہانیاں سے، وہ سید جلال الدین
حسین برکی سے وہ ابوالفتح رکن الدین
سے، وہ اپنے والد صدر الدین ابوالفضل
سے، وہ شیخ بہاؤ الدین ابو محمد
ذکریا اسدی قریشی سے، وہ شیخ
شہاب الدین ابو عبداللہ البکری سے
وہ اپنے چچا شیخ الاسلام مربی انام
مرشد کرام قدوۂ عظام ضیاؤ الدین
شیخ ابوالنجیب سہروردی سے آپ اپنے

وجیہ الدین ابی حفص عمر السہروردی
وھومن الشیخ الاخی فرح الزنجانی وھومن
ابی العباس النہاوندی وھومن ابی
عبداللہ من خفیف وھومن ابی محمد
بن رویم وھومن سید الطائفہ ابو
القاسم الجنید البغدادی وھومن خالہ
السری السقطی وھومن معروف الکرخی
وھومن الامام علی موسی الرضاء وھو
من ابیہ الامام موسی الکاظم وھو
من ابیہ الامام جعفر الصادق وھومن
ابیہ الامام محمد الباقر وھومن ابیہ
الامام زین العابدین وھومن ابیہ
اشرف الشھداء ومحبوب خیر الانبیاء
الامام ابی عبداللہ حسین وھومن
ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین
علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ وھو
من خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ
علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم وھومن امر
ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

چچا وجیہہ الدین ابوحفص عمر سہروردی سے
وہ شیخ اخی فرح زنجانی سے وہ ابو
العباس نہاوندی سے وہ ابوعبداللہ ابن خفیف
سے وہ ابومحمد ابن رویم سے، وہ
سید الطائفہ ابوالقاسم جنید
بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری
سقطی سے وہ معروف کرخی سے وہ امام
علی موسیٰ رضا سے وہ اپنے والد
امام موسیٰ کاظم سے وہ اپنے والد
امام جعفر صادق سے وہ اپنے والد
امام محمد باقر سے وہ اپنے والد امام
علی زین العابدین سے وہ اپنے والد
اشرف شہداء و محبوب خیر الانبیاء امام
ابوعبداللہ حسین سے آپ اپنے والد،
اسداللہ الغالب امیر المؤمنین علی
ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ آپ
خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ
علیہ و علی آلہ و اصحابہ وسلم
سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح
امین خرقہ پہنا ہے۔

الخامسة لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن
من ابن عم امه السید نوراللہ وھو من
ابیه السید علی محمد وھو من السید
محمد وھو من السید جلال ماہ عالم وھو
من ابیه السید حسن وھو من ابیه السید
عبدالغفور وھو من ابیه السید احمد وھو
من ابیه السید راجو وھو من ابیه السید
محمد بن عبداللہ الملقب بشاہ عالم من
عنداللہ وھو من ابیه السید برھان الدین
ابی محمد عبداللہ المشھور بقطب
العالم وھو من السید شرف الدین الحسینی
المشھدی وھو من السید جلال الدین
الحسین الحسینی البخاری مخدوم جھانیاں
وھو من الشیخ امام الدین[1] الکازرونی
وھو من اخیه الشیخ امین الدین[2] وھو
من عمه الشیخ اوحد الدین[3] عبداللہ بن
مسعود البلیانی وھو من الشیخ اصیل
الدین ابی الحسن بن محمد الشیرازی وھو
من الشیخ رکن الدین ابی الغنائم محمد
بن مفضل بن ابی القاسم الخصیب السحاسی
الابھری وھو من الشیخ قطب الدین ابی
الرشید احمد بن محمد بن الحصی الابھری

پانچواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ
کے چچا زاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے
وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ سید
محمد سے، وہ سید جلال ماہ عالم سے، وہ
اپنے والد سید حسن سے، وہ اپنے والد سید
عبدالغفور سے، وہ اپنے والد سید احمد سے
وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ اپنے والد
سید محمد ابن عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم
سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد
عبداللہ المشہور بہ قطب عالم سے، وہ
سید شرف الدین حسینی مشہدی سے، وہ
سید جلال الدین حسین حسینی بخاری
مخدوم جہانیاں سے وہ شیخ امام
الدین گازرونی سے، وہ اپنے بھائی
شیخ امین الدین سے، وہ اپنے چچا
شیخ اوحد الدین عبداللہ ابن مسعود
بلیانی سے، وہ شیخ اصیل الدین
ابو الحسن ابن محمد شیرازی سے
وہ شیخ رکن الدین ابو الغنائم محمد
ابن مفضل ابن ابو القاسم خصیب
السحاسی ابہری سے وہ شیخ قطب الدین
ابو الرشید احمد بن محمد ابن حصی الابہری

[1] قوام الدین [2] قوام الدین [3] وھو من الشیخ [4] الشیخ ضیاء الدین

وهو من الشيخ الاسلام مربي الانام
مرشد الكرام قدوة العظام ضياء الدين
الشيخ ابي النجيب السهروردي وهو
من عمه وجيه الدين ابي حفص عمر
السهروردي وهو من الشيخ اخي فرح
الزنجاني وهو من ابي العباس النهاوندي
وهو من ابي عبد الله بن خفيف وهو
من ابي محمد بن رويم وهو من سيد
الطائفة ابي القاسم الجنيد البغدادي
وهو من خاله السري السقطي وهو
من معروف الكرخي وهو من داؤد الطاي
وهو من حبيب العجمي وهو من الحسن
البصري وهو من اسد الله الغالب
امير المومنين علی بن ابی طالب كرم الله
وجهه وهو من خاتم النبيين شفيع
المذنبين محمدن الامين صلی الله
عليه وعلی اله واصحابه وسلم وهو
من امر ذی النور المبين بواسطة
روح الامين ۔

سے وہ شیخ الاسلام مربی انام مرشد
کرام قدوۂ عظام ضیاؤ الدین شیخ
ابو النجیب سہروردی سے آپ اپنے
چچا وجیہہ الدین ابو حفص عمر سہروردی
سے وہ شیخ اخی فرح الزنجانی سے
وہ ابو العباس نہاوندی سے، وہ
ابو عبداللہ ابن خفیف سے، وہ
ابو محمد ابن رویم سے، وہ سید
الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی
سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے
وہ معروف کرخی سے، وہ داؤد طائی
سے وہ حبیب عجمی سے وہ حسن
بصری سے وہ اسد اللہ الغالب
امیر المومنین علی ابن ابی طالب
کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد
امین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ
وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے
حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

السادسة لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن من ابن عم امه السیّد نور الله وهو من ابیه السید علی محمّد وهو من السیّد محمد وهو من ابیه جلال ماہ عالم و هو من السیّد شیر محمد بن احمد وهو من جده السید عرب شاہ وهو من ابیه السید محمد زاهد وهو من اخیه السید محمد بن عبد الله الملقب بشاہ عالم من عند الله وهو من ابیه السید برهان الدین ابی محمد عبد الله المشهور بقطب العالم وهو من السید محمود الشیرازی وهو من السید جلال الدین ابی عبد الله الحسین الحسینی البخاری مخدوم جهانیان وهو من الشیخ شرف الدین محمود شاہ بن حسن التلنسری الساکن شوکارة بلدة من بلاد فارس والسید المشهور المذکور قد وصل سنة ثمان واربعین وسبع مائة الی هذا الشیخ العظیم وقراء علیه العوارف بتمامه وهو کان حنیئذ ابن مائة واثنتین وثلثین سنة وهو من الشیخ شهاب الدین ابی عبد الله عمر البکری السهروردی وهو من عمه شیخ الاسلام

چھٹا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے، وہ سید شیر محمد ابن احمد سے، وہ اپنے دادا سید عرب شاہ سے، وہ اپنے والد سید محمد زاہد سے، وہ اپنے بھائی سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور بقطب عالم سے وہ سید محمود شیرازی سے وہ سید جلال الدین ابو عبد اللہ حسین حسینی بخاری مخدوم جہانیاں سے، وہ شیخ شرف الدین محمود شاہ ابن حسن تلنسری ساکن شوکارہ (جو بلاد فارس کا ایک شہر ہے) سے (سید مشہور یعنے مخدوم جہانیاں ۷۴۸ھ میں شیخ عظیم کی خدمت میں پہنچے اور پوری عوارف کو آپکے سامنے پڑھا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ایکسو بتیس ۱۳۲ سال تھی) وہ شیخ شہاب الدین ابو عبد اللہ عمر البکری سہروردی سے وہ اپنے چچا شیخ الاسلام مربی انام مرشد کرام

مربی الانام مرشد الکرام قدوۃ العظام ضیاء الدین الشیخ ابی النجیب السہروردی وھومن عمہ وجیہ الدین ابی حفص عمر السہروردی وھومن ابیہ محمد بن عبد اللہ المعروف بالعَمّوَیْہ وھومن احمد الاسود الدینوری وھومن ممشاد علو الدینوری وھومن سید الطائفۃ ابی القاسم الجنید البغدادی وھومن خاله السری السقطی وھومن معروف الکرخی وھومن الامام علی موسی الرضا وھومن ابیہ الامام موسی الکاظم وھومن ابیہ الامام جعفر الصادق وھومن الامام محمد الباقر وھومن ابیہ علی زین العابدین وھومن ابیہ اشرف الشہداء ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبد اللہ الحسین و ھومن ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ وھومن خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ واصحبہ وسلم وھومن امن ی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

قدوۂ عظام ضیاءُ الدین شیخ ابو النجیب سہروردی سے، وہ اپنے چچا وجیہہ الدین ابو حفص عمر سہروردی سے، وہ اپنے والد محمد بن عبد اللہ المعروف بہ عَمّوَیْہ سے، وہ احمد الاسود دینوری سے، وہ ممشاد علو دینوری سے، وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے وہ معروف کرخی سے امام علی موسیٰ رضا سے وہ اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے وہ اپنے والد امام جعفر صادق سے، وہ امام محمد باقر سے، وہ اپنے والد امام علی زین العابدین سے وہ اپنے والد اشرف شہداء محبوب خیر الانبیاء امام ابو عبد اللہ حسین سے آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

السابعة لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن
من ابن عم امه السید نور اللہ وھو
من ابیه السید علی محمد وھو من السید
محمد وھو من ابیه السید جلال ماہ
عالم وھو من السید شیر محمد بن احمد
وھو من جدہ السید عرب شاہ وھو من
ابیه السید محمد زاھد وھو من اخیه
السید محمد بن عبداللہ الملقب بشاہ عالم
وھو من ابیه السید برھان الدین ابی
محمد عبداللہ المشھور بقطب العالم
وھو من السید سکندر بن مسعود وھو
من السید جلال الدین ابی عبداللہ الحسین
الحسینی البخاری مخدوم جھانیان
وھو من الشیخ الصالح البربری وھو من
الشیخ الفقیه البصال العدلی وھو
من الشیخ رشید الدین البغدادی وھو
من الشیخ شھاب الدین ابی عبداللہ
عمر البکری السھروردی وھو من عمه
شیخ الاسلام مربی الانام مرشد
الکرام قدوۃ العظام ضیاء الدین
الشیخ ابی النجیب السھروردی و
ھو من عمه وجیه الدین ابی حفص

ساتواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے
اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نوراللہ سے
پہنا ہے وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ
اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ سید
شبیر محمد ابن احمد سے، وہ اپنے دادا
سید عرب شاہ سے، وہ اپنے والد محمد
سید محمد زاہد سے، وہ اپنے بھائی
سید محمد ابن عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم
سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد
عبداللہ المشہور بہ قطب عالم سے، وہ
سید سکندر ابن مسعود سے، وہ سید
جلال الدین ابو عبداللہ حسین حسینی
بخاری مخدوم جہانیاں سے، وہ
شیخ صالح بربری سے، وہ شیخ فقیہہ
بصال عدلی سے، وہ شیخ رشید
الدین بغدادی سے، وہ شیخ شہاب
الدین ابو عبداللہ عمر البکری سہروردی
سے، وہ اپنے چچا شیخ الاسلام
مربی انام مرشد کرام قدوۂ عظام
ضیاء الدین شیخ ابو النجیب
سہروردی سے، وہ اپنے چچا
وجیہہ الدین ابو حفص عمر سہروردی

عمر السهروردي وهو من ابيه
محمد بن عبد الله المعروف
بعموية وهو من احمد الاسود
الدينوري وهو من ممشاد علو الدينوري
وهو من سيد الطائفه ابو القاسم
الجنيد البغدادي وهو من خاله
السري السقطي وهو من معروف
الكرخي وهو من داؤد الطائي وهو من
حبيب العجمي وهو من الحسن البصري
وهو من اسد الله الغالب امير المومنين
علي بن ابي طالب كرم الله وجهه و
هو من خاتم النبيين رسول رب
العالمين شفيع المذنبين محمد
الامين صلى الله عليه وعلى آله و
اصحابه وسلم وهو من امر ذي النور
المبين بواسطة الروح الامين۔

سے وہ اپنے والد محمد ابن عبداللہ
المعروف بہ عُمَوَیہ سے، وہ
احمد الاسود دینوری سے،
وہ ممشاد علو دینوری سے
وہ سید الطائفہ ابو القاسم
الجنید البغدادی سے وہ اپنے
ماموں سری سقطی سے، وہ معروف
کرخی سے، وہ داؤد طائی سے
وہ حبیب عجمی سے، وہ حسن بصری
سے وہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین
علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ
سے آپ خاتم النبیین رسول رب
العالمین شفیع المذنبین محمد
امین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و
اصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور
مبین کے حکم سے بواسطہ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الثامنة لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن
من ابن عم امه السید نوراللہ وھو من
السید علی محمد وھو من السید محمد
وھو من ابیه السید جلال ماہ عالم وھو
من السید شیر محمد بن احمد وھو ومن
جدہ السید عرب شاہ وھو من اخیه السید
محمد بن عبداللہ الملقب بشاہ عالم من
عنداللہ وھو من ابیه السید برھان الدین
ابی محمد عبداللہ المشھور بقطب العالم
وھو من الشیخ تاج الدین البھکری وھو من
السید جلال الدین الحسین الحسینی البخاری
مخدوم جھانیان وھو من الشیخ الصالح
البربری وھو من الشیخ الفقیه البصال
العدلی وھو من رشید الدین البغدادی
وھو من الشیخ شھاب الدین ابی عبداللہ
عمر البکری السھروردی وھو من شیخ
الاسلام مربی الانام مرشد الکرام
قدوۃ العظام ضیاء الدین الشیخ ابی
النجیب السھروردی وھو من عمه وجیه
الدین ابی حفص عمر السھروردی وھو
من الشیخ اخی فرج الزنجانی وھو من
ابی العباس النھاوندی وھو من ابیه

آٹھواں خرقہ جس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے
اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے
وہ سید علی محمد سے، وہ سید محمد سے، وہ
اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے، وہ سید
شیر محمد ابن احمد سے، وہ اپنے دادا سید
عرب شاہ سے وہ اپنے بھائی سید محمد ابن
عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے
والد سید برہان الدین ابو محمد عبداللہ
المشہور بہ قطب عالم سے، وہ
شیخ تاج الدین بھکری سے، وہ
سید جلال الدین حسین حسینی
بخاری مخدوم جہانیان سے، وہ
شیخ صالح بربری سے وہ شیخ فقیہ
بصال عدلی سے وہ رشید الدین
بغدادی سے، وہ شیخ شہاب الدین ابو
عبداللہ عمر البکری سہروردی سے وہ
شیخ الاسلام مربی انام مرشد کرام
قدوۂ عظام ضیاء الدین شیخ
ابوالنجیب سہروردی سے آپ
اپنے چچا وجیہہ الدین ابو حفص عمر
سہروردی سے وہ شیخ اخی فرج
زنجانی سے وہ ابوالعباس نہاوندی سے

عبداللہ بن خفیف وھو من ابی محمد بن رویم وھو من سید الطائفۃ ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ السری السقطی وھو من المعروف الکرخی وھو من الامام علی موسی الرضا وھو من ابیہ الامام موسی الکاظم وھو من ابیہ الامام جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام محمد الباقر وھو من ابیہ الامام علی زین العابدین وھو من ابیہ اشرف الشہداء ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبداللہ الحسین وھو من ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمدن الامین صلے اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ روح الامین۔

وہ اپنے والد عبداللہ خفیف سے وہ ابو محمد ابن رویم سے، وہ سید الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی سے، وہ اپنے ماموں سری سقطی سے وہ معروف کرخی سے، وہ امام علی موسیٰ رضا سے، وہ اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے، وہ اپنے والد امام جعفر صادق سے وہ اپنے والد امام محمد باقر سے، وہ اپنے والد امام علی زین العابدین سے، وہ اپنے والد اشرف شہداء محبوب خیر الانبیاء امام ابو عبداللہ حسین سے آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطہ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

التاسعة لبسها الفقیر شاہ ابو الحسن
من ابن عم امه السید نور اللہ وھو من
ابیه السید علی محمد وھو من السید
محمد وھو من ابیه السید جلال ماہ
عالم وھو من السید شیر محمد بن احمد
وھو من جدہ السید عرب شاہ وھو من
ابیه السید محمد زاھد وھو من اخیه
السید محمد بن عبد اللہ الملقب بشاہ
عالم من عند اللہ وھو من ابیه السید
برھان الدین ابی محمد بن عبد اللہ المشھور
بقطب العالم وھو من الشیخ احمد
کھتو وھو من السید جلال الدین ابی
عبد اللہ الحسین الحسینی البخاری مخدوم
جھانیاں وھو من الشیخ نجم الدین
اصفھانی وھو من الشیخ شھاب
الدین ابی عبد اللہ عمر البکری السھروردی
وھو من عمه شیخ الاسلام مربی
الانام مرشد الکرام قدوۃ العظام
ضیاء الدین الشیخ ابی النجیب السھروردی
وھو من عمه وجیه الدین ابی حفص
عمر السھروردی وھو من الشیخ اخی
فرح الزنجانی وھو من ابی العباس

نواں خرقہ جس کو فقیر شاہ ابو الحسن نے
اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ
سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے
وہ سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال
ماہ عالم سے، وہ سید شیر محمد ابن احمد
سے، وہ اپنے دادا سید عرب شاہ سے،
وہ اپنے والد سید محمد زاھد سے، وہ اپنے
بھائی سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ
شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان
الدین ابو محمد بن عبد اللہ المشہور بہ
قطب عالم سے، وہ شیخ احمد کھتو سے
سید جلال الدین ابو عبد اللہ حسین
حسینی بخاری مخدوم جہانیاں
سے وہ شیخ نجم الدین اصفہانی
سے وہ شیخ شہاب الدین ابی عبد اللہ
عمر البکری سہروردی سے، وہ
اپنے چچا شیخ الاسلام مربی انام
مرشد کرام قدوۂ عظام،
ضیاء الدین شیخ ابو النجیب سہروردی
سے آپ اپنے چچا وجیہ الدین ابو حفص
عمر سہروردی سے وہ شیخ اخی
فرح زنجانی سے، وہ ابو العباس

النہاوندی وھومن ابی عبداللہ بن خفیف وھومن ابی محمد بن رویم وھومن سید الطائفۃ ابی القاسم الجنید البغدادی وھومن خالہ السری السقطی وھومن معروف الکرخی وھومن داؤد الطای وھو من حبیب العجمی وھومن الحسن البصری وھومن اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ وھومن خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھومن امرذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

نہاوندی سے وہ ابوعبداللہ ابن خفیف سے وہ ابو محمد ابن رویم سے، وہ سید الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی سے، وہ اپنے ماموں سری سقطی سے، وہ معروف کرخی سے، وہ داؤد طائی سے، وہ حبیب عجمی سے، وہ حسن بصری سے، وہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطہ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

العاشرہ لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن من ابن عم امه السید نوراللہ وھو من ابیه السید علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیه السید جلال ماہ عالم وھو من ابیه السید حسن وھو من ابیه السید عبدالغفور وھو من ابیه السید احمد وھو من ابیه السید راجو وھو من ابیه السید محمد بن عبداللہ الملقب بشاہ عالم من عنداللہ وھو من ابیه السید برھان الدین ابی محمد عبداللہ المشھور بقطب العالم وھو من شمس الدین ابی عبداللہ بن قوام وھو من الشیخ ابی المعروف اسمٰعیل بن ابراھیم الجبرتی وھو من الشیخ الصالح جمال الدین محمد بن ابی بکر الضحاعی و ھو من الشیخ برھان الدین علوی وھو من الشیخ رضی الدین ابی احمد ابراھیم بن محمد بن ابی بکر الطبری المکی وھو من کمال الدین محمد بن عمر القسطلانی وھو من الشیخ شھاب الدین ابی عبداللہ العمر البکری السھروردی وھو من عمه شیخ الاسلام صدر الانام مرشد الکرام قدوۃ

دسواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ اپنے والد سید حسن سے، وہ اپنے والد سید عبدالغفور سے، وہ اپنے والد سید احمد سے، وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ اپنے والد سید محمد ابن عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبداللہ المشہور بہ قطب العالم سے، وہ شمس الدین ابو عبداللہ ابن قوام سے، وہ شیخ ابو المعروف اسمٰعیل ابن ابراہیم جبرتی سے، وہ شیخ صالح جمال الدین محمد ابن ابوبکر ضحاعی سے وہ شیخ برہان الدین علوی سے وہ شیخ رضی الدین ابو احمد ابراہیم ابن محمد ابن ابوبکر طبری مکّی سے، وہ کمال الدین محمد ابن عمر قسطلانی، سے وہ شیخ شہاب الدین ابو عبداللہ عمر البکری سہروردی سے وہ اپنے چچا شیخ الاسلام مربی انام مرشد کرام

العظام ضیاء الدین الشیخ ابی النجیب
السهروردی وهومن عمه وجیه الدین
ابی حفص عمر السهروردی وهومن
ابیه محمد بن عبد الله المعروف
بعمّوَیه وهومن احمد الاسود
الدینوری وهومن ممشاد علو الدینوری
وهومن سید الطائفة ابی القاسم
الجنید البغدادی وهومن خاله
السری السقطی وهومن معروف الکرخی وهو
من الامام علی موسی الرضاء وهومن
ابیه الامام موسی الکاظم وهومن ابیه الامام
جعفر الصادق وهومن ابیه الامام محمد
الباقر وهومن ابیه الامام علی بن العابدین
وهومن ابیه اشرف الشهداء ومحبوب خیر
الانبیاء الامام ابی عبد الله الحسین وهومن
ابیه اسد الله الغالب امیر المومنین علی
بن ابی طالب کرم الله وجههٗ وهومن خاتم
النبیین رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمد ن الامین صلے الله علیه
وعلیٰ اٰله واصحابه وسلم وهومن امر
ذی النور المبین بواسطة الروح الامین۔

قدوۂ عظام ضیاء الدین شیخ ابو
النجیب سہروردی سے وہ اپنے چچا
وجیہ الدین ابو حفص عمر سہروردی
سے، وہ اپنے والد محمد بن عبد اللہ
المعروف بہ عمّوَیہ سے، وہ احمد الاسود
دینوری سے، وہ ممشاد علو دینوری
سے، وہ سید الطائفہ ابو القاسم
جنید البغدادی سے، وہ اپنے ماموں
سری سقطی سے وہ معروف کرخی
سے وہ امام علی موسیٰ رضا سے وہ
اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے، وہ
اپنے والد امام جعفر صادق سے، وہ
اپنے والد امام محمد باقر سے وہ اپنے والد امام علی زین العابدین
سے اپنے والد اشرف شہداء و محبوب خیر
الانبیاء امام ابو عبد اللہ حسین سے آپ اپنے
والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین
علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ
خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمد امین صلے اللہ علیہ و علیٰ
آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور
مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنایا ہے۔

الحادیۃ عشر لبسہا الفقیر شاہ ابوالحسن من ابن عم امہ السید نوراللہ وھو من ابیہ السید علی محمد وھو من السید محمد وھو من السید جلال ماہ عالم وھو من السید شیر محمد بن احمد وھو من ابیہ السید عرب شاہ وھو من اخیہ السید محمد بن عبداللہ الملقب بشاہ عالم من عبداللہ وھو من ابیہ السید برہان الدین ابی محمد عبداللہ المشہور بقطب العالم وھو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبداللہ الشیرازی وھو من الشیخ زین الدین ابی البکر الخوانی وھو من الشیخ نورالدین عبدالرحمٰن القرشی وھو من جمال الدین الکورانی وھو من الشیخ تاج الدین الحسن وھو من الشیخ بدر الدین الطوسی وھو من الشیخ عبدالصمد النظری وایضاً لبسہا الکورانی من الشیخ نجم الدین اصبہانی وھو الشیخ عبدالصمد النظری المذکور وھو من نجیب الدین ابی الحسن علے بن برغش بن عبداللہ وھو من الشیخ شہاب الدین ابی حفص عمر السہروردی البکری

گیارھواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ سید شیر محمد ابن احمد سے وہ اپنے والد سید عرب شاہ سے وہ اپنے بھائی سید محمد ابن عبداللہ الملقب بہ شاہِ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبداللہ المشہور بہ قطب عالم سے وہ شیخ ابوالفتوح احمد ابن عبداللہ شیرازی سے، وہ شیخ زین الدین ابو بکر خوانی سے وہ شیخ نور الدین عبدالرحمٰن قرشی سے، وہ جمال الدین کورانی سے وہ شیخ تاج الدین حسن سے وہ شیخ بدر الدین طوسی سے وہ شیخ عبدالصمد نظری سے،

نیز اسی خرقہ کو کورانی نے شیخ نجم الدین اصفہانی سے پہنا ہے۔ وہ مذکورہ شیخ عبدالصمد نظری سے، وہ نجیب الدین ابو الحسن علی ابن برغش ابن عبداللہ سے، وہ شیخ شہاب الدین ابوحفص عمر سہروردی البکری سے

وهو من عمه شيخ الاسلام مربي الانام
مرشد الكرام قدوة العظام ضياء الدين
الشيخ ابي النجيب السهروردي وهو من
عمه وجيه الدين ابي حفص عمر
السهروردي وهو من الشيخ اخي فرج
الزنجاني وهو من ابي العباس النهاوندي
وهو من عبد الله بن خفيف وهو
من ابي محمد بن رويم وهو من سيد
الطائفة ابي القاسم الجنيد البغدادي
وهو من خاله السري سقطي وهو
من معروف الكرخي وهو من داؤد
الطائي وهو من حبيب العجمي وهو
من الحسن البصري وهو من اسد الله
الغالب امير المومنين علي بن ابي طالب
كرم الله وجهه وهو من خاتم النبيين
رسول رب العالمين شفيع المذنبين
محمدن الامين صلى الله عليه وعلىٰ اله
واصحابه وسلم وهو من امر ذي النور
المبين بواسطة الروح الامين۔

وہ اپنے چچا شیخ الاسلام مربی انام مرشد
کرام قدوۂ عظام ضیاء الدین
شیخ ابو النجیب سہروردی سے آپ
اپنے چچا وجیہ الدین ابو حفص عمر
سہروردی سے وہ شیخ اخی فرج
الزنجانی سے وہ ابو العباس نہاوندی
سے وہ عبد اللہ ابن خفیف سے وہ
ابو محمد ابن رویم سے وہ سید الطائفہ
ابو القاسم جنید بغدادی سے
وہ اپنے ماموں سری سقطی سے وہ
معروف کرخی سے وہ داؤد طائی
سے وہ حبیب عجمی سے وہ حسن
بصری سے وہ اسد اللہ الغالب
امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب
کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمد امین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ
واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے
حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الثانیۃ عشر لبسہا الفقیر شاہ ابو الحسن

من ابن عم امہ السیّد نوراللہ وھو من ابیہ السیّد علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من ابیہ السید حسن وھو من ابیہ السید عبد الغفور وھو من ابیہ السید احمد وھو من ابیہ السید راجو وھو من ابیہ السید محمد بن عبد اللہ الملقب بشاہ عالم من عند اللہ وھو من ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبد اللہ المشھور بقطب العالم وھو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبد اللہ الشیرازی وھو من الشیخ معین الدین السید اشرف الحسینی وھو من الشیخ معین الدین نصر اللہ وھو من ابیہ ظھیر الدین الشیخ عبد الرحمٰن ابی النجاش وھو من ابیہ الشیخ نجیب الدین ابی الحسن علی بن برغش بن عبد اللہ وھو من الشیخ شھاب الدین ابی حفص عمر البکری السھروردی وھو من عمہ شیخ الاسلام مربی الانام مرشد الکرام قدوۃ العظام ضیاء الدین

بارھواں خرقہ

جسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے، وہ اپنے والد سید حسن سے، وہ اپنے والد سید عبد الغفور سے، وہ اپنے والد سید احمد سے، وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ اپنے والد سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ شاہِ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ قطب عالم سے وہ شیخ ابو الفتوح احمد بن عبد اللہ شیرازی سے وہ شیخ معین الدین سید اشرف حسینی سے، وہ شیخ معین الدین نصر اللہ سے، وہ اپنے والد ظہیر الدین شیخ عبد الرحمٰن ابو النجاش سے، وہ اپنے والد شیخ نجیب الدین ابو الحسن علی ابن برغش ابن عبد اللہ سے، وہ شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر البکر سہروردی سے، وہ اپنے بچا شیخ الاسلام مربی انام مرشد کرام قدوۂ عظام ضیاؤ الدین،

الشیخ ابی النجیب السھروردی وھو
من محی الدین السید عبد القادر بن
صالح موسیٰ بن عبد اللہ بن یحییٰ
الزاھد الحسینی الجیلانی وھو من
الشیخ ابی سعید علی بن مبارک المخزمی
وھو من الشیخ ابی الحسن علی بن محمد
المقدسی الھنکاری وھو من الشیخ ابی
الفرح یوسف الطرطوسی وھو من ابی
الفضل عبد الواحد بن عبد العزیز
الیمنی وھو من ابی بکر محمد الشبلی
وھو من سید الطائفۃ ابی القاسم
الجنید البغدادی وھو من خالہ السری
السقطی وھو من معروف الکرخی وھو
من الامام علی موسیٰ الرضا وھو من ابیہ
الامام موسیٰ الکاظم وھو من ابیہ الامام
جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام محمد
الباقر وھو من ابیہ الامام علی زین العابدین
وھو من ابیہ اشرف الشھداء محبوب خیر
الانبیاء الامام ابی عبد اللہ الحسین وھو
من ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین
علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ وھو
من خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد ن الامین
صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین

شیخ ابو النجیب سہروردی سے آپ محی الدین
سید عبد القادر ابن صالح موسیٰ ابن عبد اللہ
بن یحییٰ زاھد حسینی جیلانی سے
آپ شیخ ابی سعید علی ابن مبارک
مخزمی سے وہ شیخ ابو الحسن
علی بن محمد مقدسی ہنکاری
سے وہ شیخ ابو الفرح یوسف
طرطوسی سے وہ ابو الفضل
عبد الواحد ابن عبد العزیز یمنی
سے وہ ابو بکر محمد شبلی سے
وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید
بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری
سقطی سے وہ معروف کرخی
سے وہ امام علی موسیٰ رضا سے
وہ اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے وہ اپنے والد
امام جعفر صادق سے وہ اپنے والد امام محمد باقر سے
وہ اپنے والد امام علی زین العابدین سے وہ اپنے
والد اشرف شہداء محبوب خیر الانبیاء امام ابو عبد اللہ
حسین سے آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب
امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ
خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمد امین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ
وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطہ
روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الثالثة عشر لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن
من ابن عم امه السید نور الله ومن ابیه
السید علی محمد وهو من السید محمد
ومن ابیه السید جلال ماہ عالم وهو من
ابیه السید حسن وهو من ابیه السید
عبد الغفور وهو من ابیه السید احمد
وهو من ابیه السید راجو وهو من
ابیه السید محمد بن عبد الله الملقب
بشاہ عالم من عند الله وهو من ابیه
السید برهان الدین ابی محمد عبد الله
المشهور بقطب عالم وهو من الشیخ
ابی الفتوح احمد بن عبد الله الشیرازی
وهو من الشیخ قطب الدین محمد الخضری
وهو من الشیخ معین الدین ابی
العباس احمد الزرکوب وهو من ابیه
الشیخ شهاب الدین ابی الخیر حمزه
الزرکوب وهو من ابیه الشیخ عزیز الدین
ابی محمد مودود الزرکوب الشیرازی
وهو من الشیخ شهاب الدین ابی حفص
عمر البکری السهروردی وهو من عمه
شیخ الاسلام مزلی الانام مرشد
الکرام قدوة العظام ضیاء الدین الشیخ

تیرھواں خرقہ جس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی
والدہ کے چچازاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے، وہ
اپنے والد سید علی محمد سے، وہ سید محمد سے، وہ
اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے، وہ اپنے
والد سید حسن سے، وہ اپنے والد سید
عبدالغفور سے، وہ اپنے والد سید احمد
سے، وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ
اپنے والد سید محمد ابن عبداللہ الملقب
بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید
برہان الدین ابو محمد عبداللہ المشہور بہ
قطب عالم سے، وہ شیخ ابوالفتوح
احمد ابن عبداللہ شیرازی سے
وہ شیخ قطب الدین محمد الخضری سے
وہ شیخ معین الدین ابوالعباس احمد زرکوب
سے وہ اپنے والد شیخ شہاب الدین
ابوالخیر حمزہ زرکوب سے وہ اپنے
والد شیخ عزیز الدین ابو محمد مودود
زرکوب شیرازی سے وہ اپنے [illegible] شیخ
شہاب الدین ابو حفص عمر البکری
سہروردی سے وہ اپنے چچا
شیخ الاسلام مربی انام مرشد
کرام قدوۂ عظام ضیاء الدین شیخ

ابی النجیب السهروردی وهو مــن
محی الدین السید عبدالقادر بـن
صالح موسیٰ بن عبدالله الجـیـلی
بن یحیٰی الزاهد الحسنی الجیلانی
وهو من احمد الاسود الدینوری
وهو من ممشاد علو الدینوری وهـو
من سید الطائفة ابی القاسم الجنید
البغدادی وهو من خاله السری
السقطی وهو من معروف الکرخی
وهو من داؤد الطای وهو مـن
حبیب العجمی وهو من الحسن البصری
وهو من اسد الله الغالب امیر المومنین
علی بن ابی طالب کرم الله وجهه وهو
من خاتم النبین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد ن الامین
صلی الله علیه وعلیٰ اله واصحابه
وسلم وهو من امر ذی النور المبین
بواسطة روح الامین۔

ابوالنجیب سہروردی سے آپ محی الدین
سید عبدالقادر بن صالح
موسیٰ بن عبداللہ الجیلی بن
یحییٰ الزاہد الحسنی الجیلانی
سے آپ احمد الاسود الدینوری
وہ ممشاد علو دینوری سے وہ
سید الطائفہ ابوالقاسم جنید
بغدادی سے وہ اپنے ماموں
سری سقطی سے وہ معروف کرخی
سے وہ داؤد طائی سے وہ حبیب
عجمی سے وہ حسن بصری سے
وہ اسداللہ الغالب امیرالمومنین
علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ
سے آپ خاتم النبیین رسول رب
العالمین شفیع المذنبین محمد امین
صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم
سے اور آپؐ نے نور مبین کے حکم سے
بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الرابعة عشر لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن

من ابن عم امه السید نور الله وهو
من ابیه السید علی محمد وهو من السید
محمد وهو من ابیه السید جلال ماه
عالم وهو من السید شیر محمد بن احمد
وهو من جده السید عرب شاه وهو من
اخیه السید محمد بن عبد الله الملقب به
شاه عالم من عند الله وهو من ابیه السید
برهان الدین ابی محمد عبد الله المشهور
بقطب العالم وهو من الشیخ ابی الفتوح
محمد بن عبد الله الشیرازی وهو من
السید نور الدین نعمت الله الحسینی وهو
من الشیخ نور الدین ابی الفتوح وهو
من ابیه مخلص الدین ابی الحسین وهو
من ابیه نور الدین عبد القادر الحکیم
وهو من الشیخ شهاب الدین عمر البکری
السهروردی وهو من عمه شیخ الاسلام
مربی الانام مرشد الکرام قدوة العظام
ضیاء الدین ابی النجیب السهروردی
وهو من محی الدین السید عبد القادر
بن صالح موسیٰ بن عبد الله الجیلی
بن یحییٰ الزاهد الحسنی الجیلانی وهو

چودھواں خرقہ

جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ
کے چچازاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا
ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید
محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ
عالم سے، وہ سید شیر محمد بن احمد سے
وہ اپنے دادا سید عرب شاہ سے، وہ اپنے
بھائی سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ
شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید
برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ
قطب عالم سے، وہ شیخ ابوالفتوح
محمد بن عبد اللہ شیرازی سے، وہ
سید نور الدین نعمت اللہ حسینی سے
وہ شیخ نور الدین ابوالفتوح سے، وہ
اپنے والد مخلص الدین ابوالحسین سے،
وہ اپنے والد نور الدین عبد القادر حکیم
سے، وہ شیخ شہاب الدین عمر البکری
سہروردی سے، وہ اپنے چچا شیخ
الاسلام مربی انام مرشد کرام قدوۂ
عظام ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی
سے آپ محی الدین سید عبد القادر
ابن صالح موسیٰ ابن عبد اللہ الجیلی
ابن یحییٰ الزاہد حسنی جیلانی سے

من الشیخ ابی سعید علی بن مبارک المخرمی وھو من الشیخ ابی الحسن علی بن محمد المقدسی الھنکاری وھو من الشیخ ابی الفرح یوسف الطرطوسی وھو من ابی الفضل عبد الواحد بن عبد العزیز الیمنی وھو من ابیہ عبد العزیز الیمنی وھو من ابی بکر محمد الشبلی وھو من سید الطائفہ ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ السری السقطی وھو من معروف الکرخی وھو من الامام علی موسی الرضا وھو من ابیہ الامام موسی الکاظم وھو من ابیہ الامام جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام محمد الباقر وھو من ابیہ الامام زین العابدین وھو من اشرف الشھداء ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبد اللہ حسین وھو من ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

آپ شیخ ابو سعید علی ابن مبارک مخرمی سے، وہ شیخ ابو الحسن علی ابن محمد مقدسی ہنکاری سے وہ شیخ ابو الفرح یوسف طرطوسی سے وہ ابو الفضل عبد الواحد ابن عبد العزیز یمنی سے، وہ اپنے والد عبد العزیز یمنی سے، وہ ابو بکر محمد شبلی سے، وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے، وہ اپنے ماموں سری سقطی سے، وہ معروف کرخی سے وہ امام علی موسیٰ رضا سے وہ اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے وہ اپنے والد امام جعفر صادق سے وہ اپنے والد امام محمد باقر سے، وہ اپنے والد امام علی زین العابدین سے، وہ اشرف شہداء محبوب خیر الانبیاء امام ابی عبد اللہ حسین سے آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے وہ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

السنة الخامسة عشر

لبسها الفقیر شاہ ابو الحسن
من ابن عم امه السید نور اللہ وھو من ابیه
السید علی محمد وھو من السید محمد وھو
من ابیه السید جلال ماہ عالم وھو من السید
شیر محمدؒ بن احمد وھو من جدہ السیّد
عرب شاہ وھو من ابیه السید محمد زاھد
وھو من اخیه السید محمد بن عبداللہ
الملقب بشاہ عالم من عنداللہ وھو من
ابیه السید برھان الدین ابی محمدؒ عبداللہ
المشھور بقطب العالم وھو من الشیخ
ابی الفتوح احمد بن عبداللہ الشیرازی وھو
من الشیخ شرف الدین علی الایراقوی وھو
من الشیخ صدر الدین ابی اسحاق وھو
من جدہ نور الدین عبدالقادر الحکیم وھو
من الشیخ شھاب الدین عمر البکری السھروردی
وھو من عمه شیخ الاسلام مربی
الانام مرشد الکرام قدوۃ العظام
ضیاء الدین الشیخ ابی النجیب السھروردی
وھو من محی الدین السید عبدالقادر
بن صالح موسیٰ بن عبداللہ الجیلی
بن یحییٰ الزاھد الحسنی الجیلانی وھو
من احمد الاسود الدینوری وھو من

خرقہ

پندرہواں جس کو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی
والدہ کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے،
وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ سید محمد سے، وہ
اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ سید شیر محمدؒ
ابن احمد سے، وہ اپنے دادا سید عرب شاہ
سے، وہ اپنے والد سید محمد زاھد سے
وہ اپنے بھائی سید محمد بن عبداللہ الملقب
بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید
برہان الدین ابو محمد عبداللہ المشہور
بہ قطب العالم سے، وہ شیخ ابو الفتوح
احمد ابن عبداللہ شیرازی سے
وہ شیخ شرف الدین علی ایراقوی سے، وہ
شیخ صدر الدین ابو اسحاق سے، وہ
اپنے دادا نور الدین عبدالقادر حکیم سے
وہ شیخ شہاب الدین عمر البکری
سہروردی سے، وہ اپنے چچا شیخ
الاسلام مربی انام مرشد کرام قدوۂ
عظام ضیاء الدین شیخ ابو النجیب
سہروردی سے آپ محی الدین سید
عبدالقادر ابن صالح موسیٰ ابن عبداللہ
الجیلی ابن یحییٰ زاھد حسنی جیلانی سے
آپ احمد الاسود دینوری سے، وہ

ممشاد علو الدینوری وھو من سید الطائفۃ ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ السری السقطی وھو من معروف الکرخی وھو من داؤد الطائی وھو من حبیب العجمی وھو من الحسن البصری وھو من اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمدن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

ممشاد علو دینوری سے، وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے وہ معروف کرخی سے وہ داؤد طائی سے وہ حبیب عجمی سے وہ حسن بصری سے وہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطہ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

السادسة عشر لبسها الفقیر شاہ

ابوالحسن من ابن عم امه السید نوراللہ وھو
من ابیه السید علی محمد وھو السید محمد
وھو من ابیه السید جلال ماہ عالم
وھو من ابیه السید حسن وھو من ابیه السید
عبدالغفور وھو من ابیه السید احمد وھو
من ابیه السید راجو وھو من ابیه السید
محمد بن عبداللہ الملقب بشاہ عالم
من عند اللہ وھو من ابیه السید برھان
الدین ابی محمد عبداللہ المشھور بقطب
العالم وھو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن
عبداللہ الشیرازی وھو من قاضی لفارس
شمس الدین محمد الجزری وھو من
الشیخ ابی الحفص عمر المدنی وھو من الشیخ
اعزالدین احمد القارونی وھو من الشیخ
شہاب الدین ابی حفص عمر البکری السھروردی وھو
من عمه الشیخ الاسلام مربی الانام مرشد الکرام
قدوۃ العظام ضیاء الدین الشیخ
ابی النجیب السھروردی وھو من الشیخ
احمد الغزالی وھو من ابی بکر النساج
وھو من ابی القاسم الکرکانی وھو من
ابی عثمان المغربی وھو من ابی علی

سولھواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے

اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نوراللہ
سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے
وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے، وہ اپنے
والد سید حسن سے، وہ اپنے والد سید
عبدالغفور سے، وہ اپنے والد سید احمد
سے وہ اپنے والد سید راجو سے وہ اپنے
والد سید محمد بن عبداللہ الملقب بہ شاہ
عالم سے وہ اپنے والد سید برہان الدین
ابو محمد عبداللہ المشہور بقطب العالم
سے وہ شیخ ابوالفتوح احمد ابن عبداللہ
شیرازی سے وہ قاضی فارس
شمس الدین محمد جزری سے وہ شیخ
ابو الحفص عمر مدنی سے وہ شیخ عزالدین احمد قارونی
سے وہ شیخ شہاب الدین ابوحفص عمر البکری سہروردی
سے وہ اپنے چچا شیخ الاسلام مربی
انام مرشد کرام قدوۂ عظام
ضیاء الدین شیخ ابوالنجیب سہروردی
سے آپ شیخ احمد غزالی سے
وہ ابوبکر نساج سے وہ ابوالقاسم
گرگانی سے وہ ابوعثمان مغربی
سے وہ ابوعلی کاتب سے

کا. تب وھو من ابی علی الرودباری وھو
من سید الطائفۃ ابی القاسم الجنید
البغدادی وھو من خالہ السری
السقطی وھو من معروف الکرخی وھو
من الامام علی موسی الرضا وھو من ابیہ
الامام موسی الکاظم وھو من ابیہ
الامام جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام
محمد الباقر وھو من ابیہ الامام علی
زین العابدین وھو من ابیہ اشرف
الشھداء ومحبوب خیر الانبیاء الامام
ابی عبداللہ الحسین وھو من ابیہ
اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی
بن ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ وھو من
خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمدن الامین
صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم
وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ
الروح الامین۔

وہ ابو علی رود باری سے وہ سید
الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی
سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے
وہ معروف کرخی سے وہ امام علی
موسیٰ رضا سے وہ اپنے والد
امام موسیٰ کاظم سے وہ اپنے
والد امام جعفر صادق سے وہ
اپنے والد امام محمد باقر سے وہ اپنے
والد امام علی زین العابدین سے، وہ
اپنے والد اشرف شہداء محبوب
خیر الانبیاء امام ابو عبداللہ حسین
سے آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب
امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم
اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمد امین صلے اللہ علیہ وعلےٰ
آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین
کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

التاسعة عشر لبسها الفقير شاه ابوالحسن

من ابن عم امه السيد نور الله وهو من ابيه السيد على محمد وهو من السيد محمد وهو من ابيه السيد جلال ماه عالم وهو من ابيه السيد حسن وهو من ابيه السيد عبد الغفور وهو من ابيه السيد احمد وهو من ابيه السيد راجو وهو من ابيه السيد محمد بن عبد الله الملقب بشاه عالم وهو من ابيه السيد برهان الدين ابی محمد عبد الله المشهور بقطب العالم وهو من الشيخ ابی الفتوح احمد بن عبد الله الشيرازی وهو من الشيخ شرف الدين عيسىٰ ابی الروح العجلونی وهو من الخطيب شمس الدين محمد الخاپوری وهو من الشيخ شهاب الدين عمر البكری السهروردی وهو من عمه شيخ الاسلام مربی الانام مرشد الكرام قدوة العظام ضياء الدين الشيخ ابی النجيب السهروردی وهو من الشيخ احمد الغزالی وهو من ابی بكر النساج وهو من ابی القاسم الكركانی

خرقہ ستراوال

جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ سید محمد سے وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے، وہ اپنے والد سید حسن سے، وہ اپنے والد سید عبدالغفور سے، وہ اپنے والد سید احمد سے، وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ اپنے والد سید محمد ابن عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین، ابو محمد عبداللہ المشہور بہ قطب عالم سے، وہ شیخ ابو الفتوح احمد بن عبداللہ شیرازی سے وہ شیخ شرف الدین عیسیٰ ابوالروح عجلونی سے وہ خطیب شمس الدین محمد خاپوری سے وہ شیخ شہاب الدین عمر البکری سہروردی سے وہ اپنے چچا شیخ الاسلام مربی انام مرشد کرام قدوۂ عظام ضیاءُ الدین شیخ ابو النجیب سہروردی سے آپ شیخ احمد غزالی سے وہ ابو بکر نساج سے، وہ ابو القاسم گرگانی سے

وھومن ابی عثمان المغربی وھو من ابی علی کاتب وھومن ابی علی الرود باری وھومن سید الطائفہ ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ السری السقطی وھومن معروف الکرخی وھومن داؤد الطائی وھومن حبیب العجمی وھو من الحسن البصری وھومن اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھومن خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم وھو من ذی النور المبین بواسطۃ روح الامین۔

وہ ابو عثمان مغربی سے، وہ ابو علی کاتب سے، وہ ابو علی رود باری سے، وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے، وہ اپنے ماموں سری سقطی سے، وہ معروف کرخی سے، وہ داؤد طائی سے، وہ حبیب عجمی سے وہ حسن بصری سے وہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الثامنة عشر لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن
من ابن عم امه السید نوراللہ وھو من
ابیه السید علی محمد وھو من السید محمد
وھو من ابیه السید جلال ماہ عالم وھو
من السید شیر محمد بن احمد وھو من جدہ
السید عرب شاہ وھو من ابیه السید محمد
زاھد وھو من اخیه السید محمد بن عبد اللہ
الملقب بشاہ عالم من عند اللہ وھو من
ابیه السید برھان الدین ابی محمد بن عبد اللہ
المشھور بقطب العالم وھو من الشیخ ابی الفتوح
احمد بن عبد اللہ الشیرازی وھو من الشیخ
نجم الدین فضل اللہ بن یعقوب الابیوری
وھو من عماد الدینوری وھو من الشیخ
صفی الدین الازدبیلی وھما من الشیخ
ابراھیم الزاھد وھو من السید جمال الدین
التبریزی وھو من الشیخ شھاب الدین
محمد البدری وھو من الشیخ قطب الدین
احمد بن احمد بن الحسین الابھری
وھو من شیخ الاسلام مربی الانام
مرشد الکرام قدوۃ العظام ضیاء الدین
الشیخ ابی النجیب عبد القاھر السھروردی
وھو من الشیخ احمد الغزالی وھو من

اٹھارہواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی
والدہ کے چچازاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے،
وہ اپنے سید علی محمد سے، وہ سید محمد سے، وہ اپنے
والد سید جلال ماہ عالم سے، وہ سید شیر محمد ابن
احمد سے، وہ اپنے دادا سید عرب شاہ
سے، وہ اپنے والد سید محمد زاھد
سے، وہ اپنے بھائی سید محمد ابن عبداللہ
الملقب بہ شاہِ عالم سے، وہ اپنے والد
سید برہان الدین ابو محمد ابن عبداللہ
المشہور بہ قطب عالم سے، وہ شیخ ابوالفتوح
احمد ابن عبداللہ شیرازی سے، وہ شیخ
نجم الدین فضل اللہ ابن یعقوب ابیوری
سے وہ عماد دینوری سے وہ شیخ
صفی الدین اردبیلی سے، وہ دونوں
شیخ ابراھیم زاھد سے، وہ سید جمال الدین
تبریزی سے وہ شیخ شہاب الدین محمد بدری
سے وہ شیخ قطب الدین احمد بن احمد
ابن حسین البھری سے وہ شیخ الاسلام
مربی انام مرشد کرام قدوۂ عظام
ضیاء الدین شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر
سہروردی سے آپ شیخ احمد
غزالی سے، وہ ابو بکر نساج سے

ابی بکر النساج وھومن ابی القاسم الگرکانی وھومن ابی عثمان المغربی وھومن ابی علی کاتب وھومن ابی علی الرودباری وھومن سید الطائفۃ ابوالقاسم الجنید البغدادی وھومن خالہ السری السقطی وھومن معروف الکرخی وھومن الامام علی موسیٰ الرضا وھومن ابیہ الامام موسی الکاظم وھومن ابیہ الامام جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام محمد الباقر وھومن ابیہ الامام علی زین العابدین وھومن ابیہ اشرف الشھداء محبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبد اللہ الحسین وھومن ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھومن امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

وہ ابوالقاسم گرکانی سے، وہ ابوعثمان مغربی سے وہ ابوعلی کاتب سے وہ ابوعلی رودباری سے وہ سید الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے، وہ معروف کرخی سے، وہ امام علی موسیٰ سے، وہ اپنے والد موسیٰ کاظم سے، وہ اپنے والد امام جعفر صادق سے وہ اپنے والد امام محمد باقر سے، وہ اپنے والد امام زین العابدین سے، وہ اپنے والد اشرف شہداء محبوب خیر الانبیاء امام ابوعبداللہ حسین سے آپ اپنے والد اسداللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین، صلے اللہ علیہ وعلے آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

التاسعة عشر لبسها الفقير شاہ ابو الحسن

من ابن عم امه السيد نور الله وهو من ابيه السيد علی محمد وهو من السيد محمد وهو من ابيه السيد جلال ماه عالم وهو من السيد شير محمد بن احمد وهو من جده السيد عرب شاه وهو من ابيه السيد محمد زاهد وهو من اخيه السيد محمد بن عبد الله الملقب بشاه العالم من عند الله وهو من ابيه السيد برهان الدين ابی محمد عبد الله المشهور بقطب العالم وهو من الشيخ ابی الفتوح احمد بن عبد الله الشيرازی وهو من ابيه الشيخ عبد الله ابی الفتوح ابن ابی الخير وهو من الشيخ امين الدين احمد بن ركن الدين علی بن ضياء الدين مسعود بن محمد بن علی وهو من عمه الشيخ اوحد الدين عبد الله البلياني وهو من الشيخ اصيل الدين ابی الحسن عبد الله الشيرازی وهو من الشيخ ركن الدين الشيخ ابی الغنائم محمد بن مفضل السجاسی وهو من الشيخ ركن الدين احمد الابهری وهو من شيخ الاسلام مربی الانام مرشد الكرام قدوة

انیسواں خرقہ

جسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ سید شیر محمد ابن احمد سے وہ اپنے دادا سید عرب شاہ سے وہ اپنے والد سید محمد زاھد سے وہ اپنے بھائی سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم سے وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ قطب عالم سے وہ شیخ ابو الفتوح احمد ابن عبد اللہ شیرازی سے، وہ اپنے والد شیخ عبد اللہ ابو الفتوح ابن ابو الخیر سے وہ شیخ امین الدین احمد ابن رکن الدین علی ابن ضیاء الدین مسعود ابن محمد ابن علی سے وہ اپنے چچا شیخ اوحد الدین عبد اللہ بلیانی سے وہ شیخ اصیل الدین ابو الحسن عبد اللہ شیرازی سے وہ شیخ رکن الدین شیخ ابو الغنائم محمد ابن مفضل سجاسی سے وہ شیخ رکن الدین احمد ابہری سے وہ شیخ الاسلام مربی انام مرشد الکرام قدوۂ عظام

العظام ضیاء الدین الشیخ ابی النجیب عبد القاھر السھروردی وھو من الشیخ احمد الغزالی وھو من ابی بکر النساج وھو من ابی القاسم الکرکانی وھو من ابی عثمان المغربی وھو من ابی علی کاتب وھو من ابی علی الرودباری وھو من سید الطائفۃ ابو القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ السری السقطی وھو من معروف الکرخی وھو من داؤد الطائی وھو من حبیب العجمی وھو من حسن البصری وھو من اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین ۔

ضیاء الدین شیخ ابو النجیب عبدالقاہر سہروردی سے آپ شیخ احمد غزالی سے، وہ ابوبکر نساج سے، وہ ابو القاسم گرکانی سے، وہ ابو عثمان مغربی سے وہ ابو علی کاتب سے وہ ابو علی رودباری سے، وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے، وہ معروف کرخی سے وہ داؤد طائی سے وہ حبیب عجمی سے، وہ حسن بصری سے، وہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے ۔

العشرون لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن
من ابن عم امہ السید نور اللہ وھو من
ابیہ السیّد علی محمد وھو من السید محمد
وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو
من ابیہ السید حسن وھو من ابیہ
السید عبدالغفور وھو من ابیہ السید
احمد وھو ابیہ السید راجو وھو من
ابیہ السید محمد بن عبداللہ الملقب
بشاہ عالم من عند اللہ وھو من ابیہ
السید برھان الدین ابی محمد عبداللہ
المشھور بقطب العالم وھو من الشیخ
ابی الفتوح احمد بن عبداللہ الشیرازی
وھو من عمہ الاکبر غیاث الدین ابی
الفضائل محمد وھو من ابیہ نور الدین
ابی الفتوح وھو من الشیخ امین الدین
احمد وھو من عمہ الشیخ اوحد الدین
عبداللہ البلیانی وھو من الشیخ اصیل
الدین ابی الحسن عبداللہ الشیرازی
وھو من الشیخ رکن الدین ابی الغنائم
محمد بن المفضل السجاسی وھو من
قطب الدین الابھری وھو من شیخ
الاسلام مربی الانام مرشد الکرام قدوۃ

بیسواں خرقہ جس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے
اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ سے
پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد
سے وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے
وہ اپنے والد سید حسن سے، وہ اپنے والد
سید عبدالغفور سے وہ اپنے والد سید احمد
سے وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ
اپنے والد سید محمد ابن عبداللہ الملقب
بہ شاہ عالم سے وہ اپنے والد سید
برہان الدین ابو محمد عبداللہ المشہور
قطب عالم سے وہ شیخ ابوالفتوح
احمد بن عبداللہ شیرازی سے، وہ
اپنے طایا غیاث الدین ابوالفضائل
محمد سے وہ اپنے والد نور الدین
ابوالفتوح سے وہ شیخ امین الدین
احمد سے وہ اپنے چچا شیخ اوحد الدین
عبداللہ بلیانی سے وہ شیخ اصیل
الدین ابوالحسن عبداللہ شیرازی سے
وہ شیخ رکن الدین ابوالغنائم محمد
ابن مفضل سجاسی سے وہ قطب الدین
ابہری سے وہ شیخ الاسلام مربی
انام مرشد کرام قدوۂ عظام

ضیاء الدین الشیخ ابی النجیب عبدالقاہر السہروردی وھو من ابی یوسف الھمدانی وھو من عبداللہ الجعفری وھو من احمد ابن فضالہ وھو من ابیہ فضالہ وھو من الشیخ ابی علی الخراسانی وھو من ابی جعفر الخلدی وھو من سید الطائفۃ ابو القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ سری السقطی وھو من معروف الکرخی وھو من الامام علی موسی الرضاء وھو من ابیہ الامام موسیٰ الکاظم وھو من ابیہ الامام جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام محمد الباقر وھو من ابیہ الامام علی زین العابدین وھو من ابیہ اشرف الشہداء ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبداللہ الحسین و ھو من ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ و ھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم، وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

ضیاء الدین شیخ ابو النجیب عبدالقاہر سہروردی سے آپ ابو یوسف ہمدانی سے، وہ عبداللہ جعفری سے وہ احمد فضالہ سے، وہ اپنے والد فضالہ سے، وہ شیخ ابو علی خراسانی سے وہ ابو جعفری خلدی سے، وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے، وہ اپنے ماموں سری سقطی سے وہ معروف کرخی سے وہ امام علی موسی رضا سے، وہ اپنے والد موسیٰ کاظم سے، وہ اپنے والد امام جعفر صادق سے وہ اپنے والد امام محمد باقر سے، وہ اپنے والد امام علی زین العابدین سے، وہ اپنے والد اشرف شہداء، محبوب خیر الانبیاء امام ابو عبداللہ حسین سے آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب عالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الحادیۃ والعشرون

لبسها الفقیر شاہ
ابوالحسن من ابن عم امه السید نور الله
وهو من ابیه السید علی محمد وهو من
السید محمد وهو من ابیه السید جلال
ماہ عالم وهو من ابیه السید حسن وهو
من ابیه السید عبد الغفور وهو من
ابیه السید احمد وهو من ابیه السید
راجو وهو من ابیه السید محمد بن عبد الله
الملقب بشاه عالم وهو من ابیه السید
برهان الدین ابی محمد عبد الله المشهور
بقطب العالم وهو من الشیخ ابی الفتوح
احمد بن عبد الله الشیرازی وهو من عمه
الاصغر ظهیر الدین ابی النصر عبد الرحمٰن
بن ابی النصر الفتوح احمد وهو من
ابیه نور الدین ابی الفتوح وهو من امین
الدین احمد وهو من عمه الشیخ
اوحد الدین عبد الله البلیانی وهو
من الشیخ اصیل الدین ابی الحسن عبد الله
الشیرازی وهو من الشیخ رکن الدین ابی
الغنایم محمد بن المفضل السجاسی و
هو من الشیخ قطب الدین احمد الابهری
وهو من شیخ الاسلام مربی الانام مرشد

اکیسواں خرقہ

جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے
اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا
ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد
سے وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ اپنے
والد سید حسن سے وہ اپنے والد سید عبد الغفور
سے، وہ اپنے والد سید احمد سے، وہ اپنے
سید احمد سے، وہ اپنے والد سید
راجو سے، وہ اپنے والد سید محمد بن عبد اللہ
الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید
برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ
قطب عالم سے وہ شیخ ابو الفتوح احمد
ابن عبد اللہ شیرازی سے وہ اپنے
بہ چچا ظہیر الدین ابو النصر عبد الرحمٰن ابن
ابو النصر فتوح احمد سے وہ اپنے والد
نور الدین ابو الفتوح سے وہ امین الدین
احمد سے، وہ اپنے چچا شیخ
اوحد الدین عبد اللہ بلیانی سے وہ شیخ
اصیل الدین ابو الحسن عبد اللہ شیرازی
سے وہ شیخ رکن الدین ابو الغنائم
محمد ابن مفضل سجاسی سے
وہ شیخ قطب الدین احمد ابہری سے
وہ شیخ الاسلام، مربی انام، مرشد

الکرام قدوۃ العظام ضیاء الدین
ابی النجیب عبد القاہر سہروردی
وھو من ابی یوسف الھمدانی
وھو من عبد اللہ الجعفر وھو من
احمد بن فضالہ وھو من ابیہ فضالہ
وھو من الشیخ ابی علی الخراسانی. و
ھو من ابی جعفر الخلدی وھو من
سید الطائفۃ ابو القاسم الجنید
البغدادی وھو من خالہ السری السقطی
وھو من معروف الکرخی وھو من
داؤد الطای وھو من حبیب العجمی
رھو من الحسن البصری وھو من
اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی
بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھو
من خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد ن الامین
صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ
وسلم وھو من امر ذی النور المبین
بواسطۃ الروح الامین.

کرام قدوۂ عظام ضیاء الدین ابو النجیب
عبد القاہر سہروردی، آپ
ابو یوسف ہمدانی سے وہ عبد اللہ
جعفر سے وہ احمد ابن فضالہ سے
وہ اپنے والد فضالہ، وہ شیخ
ابو علی خراسانی سے وہ ابو جعفر
خلدی سے، وہ سید الطائفہ
ابو القاسم جنید بغدادی سے
وہ اپنے ماموں سری سقطی سے
وہ معروف کرخی سے وہ داؤد
طائی سے وہ حبیب عجمی سے
وہ حسن بصری سے وہ اسد اللہ
الغالب امیر المؤمنین علی ابن
ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے
آپ خاتم النبیین رسول رب
العالمین شفیع المذنبین محمد
امین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ و
اصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین
کے حکم سے بواسطہ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الثانیۃ والعشرون لبسها الفقیر

شاہ ابو الحسن من ابن عم امہ السید نور اللہ وھو من ابیہ السید علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من السید شیر محمد بن احمد وھو من جدہ السید عرب شاہ وھو من ابیہ السید محمد زاھد وھو من اخیہ السید محمد بن عبداللہ الملقب بشاہ عالم من عند اللہ وھو من ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبداللہ المشھور بہ قطب العالم وھو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبداللہ الشیرازی وھو من الشیخ ناصر الدین محمد بن احمد الکرمانی وھو من الشیخ علاء الدین المصری وھو من الشیخ ضیاء الدین الملاطی وھو من الشیخ شھاب الدین العراقی وھو من الشیخ اوحد الدین ابی الفخر حامد الکرمانی وھو من الشیخ رکن الدین ابی الغنائم محمد بن المفضل السجاسی وھو من الشیخ قطب الدین احمد الابھری وھو من شیخ الاسلام مربی الانام مرشد

بائیسواں خرقہ

جسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے، وہ سید شیر محمد ابن احمد سے، وہ اپنے دادا سید عرب شاہ سے، وہ اپنے والد سید محمد زاھد سے اپنے بھائی سید محمد ابن عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم سے وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبداللہ المشہور بہ قطب عالم سے وہ شیخ ابو الفتوح احمد ابن عبداللہ شیرازی سے وہ شیخ ناصر الدین محمد ابن احمد الکرمانی، وہ شیخ علاء الدین مصری سے، وہ شیخ ضیاء الدین ملاطی سے وہ شیخ شہاب الدین عراقی سے وہ شیخ اوحد الدین ابو الفخر حامد کرمانی سے، وہ شیخ رکن الدین ابی الغنائم محمد ابن مفضل سجاسی سے وہ شیخ قطب الدین احمد ابہری سے وہ شیخ الاسلام مربی انام مرشد کرام قدوۂ عظام

الکرام قدوة العظام ضیاء الدین
ابی النجیب عبد القاہر السہروردی
وھو من ابی یوسف الھمدانی وھو
من عبد اللہ الجعفری وھو من احمد
بن فضالہ وھو من ابیہ فضالہ وھو
من ابی علی الخراسانی وھو من ابی
جعفر الخلدی وھو من سید الطائفة
ابو القاسم الجنید البغدادی وھو من
خالہ السری السقطی وھو من معروف
الکرخی وھو من الامام علی موسی الرضا
وھو من ابیہ الامام موسی الکاظم
وھو من ابیہ الامام جعفر الصادق وھو
من ابیہ الامام محمد الباقر وھو من ابیہ
الامام علی زین العابدین وھو من ابیہ
اشرف الشہداء ومحبوب خیر الانبیاء
الامام ابی عبد اللہ الحسین وھو من ابیہ
اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب
کرم اللہ وجہہ وھو من خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن
الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ
وسلم وھو من امر ذی النور المبین
بواسطة الروح الامین۔

ضیاء الدین ابو النجیب عبد القاہر
سہروردی سے ابو یوسف
ہمدانی سے وہ عبد اللہ جعفری
سے وہ احمد ابن فضالہ سے
وہ اپنے والد فضالہ سے وہ
ابو علی خراسانی سے وہ ابو جعفر
خلدی سے وہ سید الطائفہ
ابو القاسم جنید بغدادی سے
وہ اپنے ماموں سری سقطی سے
وہ معروف کرخی سے وہ امام علی
موسیٰ رضا سے وہ اپنے والد امام موسی
کاظم سے وہ اپنے والد امام جعفر صادق
سے وہ اپنے والد امام محمد باقر سے
وہ اپنے والد امام علی زین العابدین
سے وہ اپنے والد اشرف شہداء محبوب خیر
الانبیاء امام ابو عبد اللہ حسین سے وہ اپنے
والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن
ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمد امین صلے اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ
وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے
بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الثالثة والعشرون

لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن من ابن عم امہ السید نور اللہ وھو من ابیہ السید علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من السید شیر محمد بن احمد وھو من جدہ السید عرب شاہ وھو من ابیہ السید محمد زاھد وھو من اخیہ السید محمد بن عبداللہ الملقب بشاہ عالم من عبداللہ وھو من ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبداللہ المشھور بقطب العالم وھو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبداللہ الشیرازی وھو من الشیخ زین الدین ابی بکر الخوافی وھو من الشیخ صدر الدین احمد بن نصر اللہ القزوینی المشھور بمولانا وھو من الشیخ شرف الدین محمود النوری الطاری وھو من الشیخ صفی الدین ابی الفتح اسحاق الاردبیلی وھو من الزاھد ابراھیم الجیلی وھو من السید جمال التبریزی وھو من الشیخ شھاب الدین محمود العیقی وھو من الشیخ رکن الدین ابی الغنائم محمد بن المفضل السجاسی وھو من الشیخ

تئیسواں خرقہ

جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ سید شیر محمد ابن احمد سے وہ اپنے دادا سید عرب شاہ سے وہ اپنے والد سید محمد زاھد سے، وہ اپنے بھائی سید محمد ابن عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبداللہ المشہور بقطب العالم سے وہ شیخ ابوالفتوح احمد بن عبداللہ شیرازی سے وہ شیخ زین الدین ابو بکر خوافی سے وہ شیخ صدر الدین احمد ابن نصر اللہ قزوینی المشہور بہ مولانا سے وہ شیخ شرف الدین محمود نوری طاری سے وہ شیخ صفی الدین ابوالفتح اسحاق اردبیلی سے وہ زاہد ابراہیم جیلی سے وہ سید جمال تبریزی سے وہ شیخ شہاب الدین محمود عیقی سے وہ شیخ رکن الدین ابوالغنائم محمد ابن مفضل سجاسی سے وہ شیخ قطب الدین احمد ابہری

قطب الدین احمد الابھری وھو من
شیخ الاسلام مربی الانام مرشد الکرام
قدوۃ العظام ضیاء الدین الشیخ ابی
النجیب عبد القاھر السھروردی وھو
من ابی یوسف الھمدانی وھو من عبد اللہ
الجعفری وھو من احمد بن فضالہ
وھو من ابیہ فضالہ وھو من الشیخ
ابی علی الکرخی الخراسانی وھو من الشیخ
ابی جعفر الخلدی وھو من سید الطائفۃ
ابی القاسم الجنید البغدادی وھو
من خالہ السری السقطی وھو من
معروف الکرخی وھو من داؤد الطائی
وھو من حبیب العجمی وھو من
الحسن البصری وھو من اسد اللہ
الغالب امیر المؤمنین علی بن ابی
طالب کرم اللہ وجھہ وھو من خاتم
النبیین رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ
علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم وھو من
امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین

وہ شیخ الاسلام مربی انام
مرشد کرام قدوۂ عظام ضیاء الدین
شیخ ابو النجیب عبد القاھر
سہروردی سے آپ ابو یوسف
ھمدانی سے وہ عبد اللہ جعفری
سے احمد ابن فضالہ سے
وہ اپنے والد فضالہ سے، وہ شیخ
ابو علی خراسانی سے وہ شیخ ابو جعفر خلدی سے
وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی
سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے
وہ معروف کرخی سے وہ داؤد طائی
سے وہ حبیب عجمی سے وہ حسن
بصری سے وہ اسد اللہ الغالب امیر
المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ
وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول
رب العالمین شفیع المذنبین
محمد امین صلی اللہ علیہ وعلی
آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور
مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنایا ہے

الرابع والعشرون لبسها الفقیر شاہ

ابوالحسن من خالہ السید اسمٰعیل بن السید میراں وھو من ابیہ السید میراں وھو من السید عبداللہ وھو من ابیہ السید وجیہ الدین حیدر علی الثانی وھو من حاجی حمید المعروف بالشیخ محمد غوث وھو من الشیخ ظہور حاجی حضور وھو من الشیخ ابی الفتح ھدایت اللہ سرمست وھو من الشیخ قاضن وھو من الشیخ عبداللہ وھو من السید علی الھمدانی وھو من الشیخ زین العابدین وھو من السید عبدالرحمٰن وھو من الشیخ جلال الدین محمود اصبھانی وھو من الشیخ عبدالصمد النطری وھو من الشیخ علی المرغشی وھو من الشیخ شھاب الدین عمر البکری السھروردی وھو من عمہ شیخ الاسلام مربی الانام مرشد الکرام قدوۃ العظام ضیاء الدین ابی النجیب عبدالقاھر السھروردی وھو من عمہ وجیہ الدین ابی الحفص عمر السھروردی

چوبیسواں خرقہ

جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنے ماموں سید اسمٰعیل ابن سید میراں سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید میراں سے وہ سید عبداللہ سے، وہ اپنے والد سید وجیہ الدین حیدر علی ثانی سے، وہ حاجی حمید المعروف بہ شیخ محمد غوث سے وہ شیخ ظہور حاجی حضور سے، وہ شیخ ابو الفتح ہدایت اللہ سرمست سے، وہ شیخ قاضن سے، وہ شیخ عبداللہ سے، وہ سید علی ہمدانی سے، وہ شیخ زین العابدین سے، وہ سید عبدالرحمٰن سے، وہ شیخ جلال الدین محمود اصفہانی سے، وہ شیخ عبدالصمد نظری سے، وہ شیخ علی مرغشی سے، وہ شیخ شہاب الدین عمر البکری سہروردی سے، وہ اپنے چچا شیخ الاسلام مربی انام مرشد کرام قدوہ عظام ضیاء الدین ابو النجیب عبدالقاہر سہروردی سے وہ اپنے چچا وجیہہ الدین ابو حفص عمر سہروردی

وهو من ابیه محمد بن عبد الله المعروف بحمّوَیه وهو من احمد الاسود الدینوری وهو من ممشاد علو الدینوری وهو من سید الطائفة ابی القاسم الجنید البغدادی وهو من خاله السری السقطی وهو من معروف الکرخی وهو من داؤد الطائی وهو من حبیب العجمی وهو من الحسن البصری وهو من اسد الله الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم الله وجهه وهو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی الله علیه وعلیٰ اٰله واصحابه وسلم وهو من امر ذی النور المبین بواسطة الروح الامین۔

سے وہ اپنے والد محمد بن عبداللہ المعروف بہ حمّوَیہ سے وہ احمد الاسود دینوری سے، وہ ممشاد علو دینوری سے، وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے، وہ معروف کرخی سے، وہ داؤد طائی سے وہ حبیب عجمی سے وہ حسن بصری سے وہ اسداللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

مسئلہ
الخانوادہ العشرہ

لبسها الفقیر شاہ ابو الحسن من السید محمد المشهور بشاہ حضرت الحسینی وهو من الشیخ عبد الصمد وهو من الشاہ صبغة اللہ وهو من السید وجیه الدین حیدر علی الثانی وهو من حاجی حمید المعروف بالشیخ محمد غوث وهو من الشیخ ظهور حاجی حضور وهو من الشیخ ابی الفتح هدایت اللہ سرمست وهو من الشیخ قاضن وهو من الشیخ رکن الدین جونپوری وهو من الشیخ بابو تاج الدین البخاری وهو من ابی عبد اللہ الحسین الحسینی البخاری مخدوم جهانیاں وهو من جلال الدین السید حسن البرکی وهو من الشیخ صدر الدین ابی الفضل وهو من ابی البرکات الشیخ بهاؤ الدین وهو من الشیخ شهاب الدین السهروردی و وهو من عمه شیخ الاسلام مربی الانام مرشد الکرام قدوة العظام ضیاء الدین ابی النجیب عبد القاهر السهروردی وهو من عمه وجیه الدین ابی حفص عمر السهروردی وهو من ابیه محمد بن عبد اللہ المعروف

پچیسواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے سید محمد المشهور بہ شاہ حضرت حسینی سے پہنا ہے، وہ شیخ عبد الصمد سے وہ شاہ صبغۃ اللہ سے وہ سید وجیہہ الدین حیدر علی ثانی سے وہ حاجی حمید المعروف بہ شیخ محمد غوث سے وہ شیخ ظہور حاجی حضور سے وہ شیخ ابو الفتح ہدایت اللہ سرمستا سے وہ شیخ قاضن سے، وہ شیخ رکن الدین جونپوری سے وہ شیخ بابو تاج الدین بخاری سے وہ ابو عبد اللہ حسین حسینی بخاری مخدوم جہانیاں سے وہ جلال الدین سید حسن برکی سے وہ شیخ صدر الدین ابو الفضل سے، وہ ابو البرکات شیخ بہاؤ الدین سے وہ شیخ شہاب الدین سہروردی سے وہ اپنے چچا شیخ الاسلام مربی انام مرشد کرام قدوۂ عظام ضیاء الدین ابو النجیب عبد القاہر سہروردی سے آپ اپنے چچا وجیہہ الدین ابو حفص عمر سہروردی سے وہ اپنے والد محمد بن عبد اللہ

بعمّوَیہ وھو من احمد الاسود الدینوری وھو من ممشاد علو الدینوری ومن سید الطائفہ ابو القاسم الجنید البغدادی وھو من داؤد الطائی وھو من حبیب العجمی وھو من الحسن البصری وھو من اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

المعروف بہ عمّوَیہ سے، وہ احمد الاسود دینوری سے وہ ممشاد علو دینوری سے وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ داؤد طائی سے وہ حبیب عجمی سے وہ حسن بصری سے وہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ابن صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے

السادسة والعشرون

لبسها الفقير شاه ابو الحسن من السيد محمد المشهور بشاه حضرت الحسيني وهو من الشيخ عبد الصمد وهو من الشاه صبغة الله وهو من السيد وجيه الدين حيدر علي الثاني وهو من حاجي حميد المعروف بالشيخ محمد غوث وهو من الشيخ ظهور حاجي حضور وهو من الشيخ ابي الفتح هداية الله سرمست وهو من الشيخ قاضن وهو من الشيخ عبد الله وهو من السيد علي الهمداني وهو من الشيخ زين العابدين وهو من السيد عبد الرحمٰن وهو من السيد جلال الدين محمود الاصفهاني وهو من الشيخ عبد الصمد النظري وهو من الشيخ علي المرغشي وهو من الشيخ شهاب الدين عمر البكري السهروردي وهو من عمه شيخ الاسلام مربي الانام مرشد الكرام قدوة العظام ضياء الدين ابي النجيب عبد القاهر السهروردي وهو من عمه وجيه الدين ابي الحفص عمر السهروردي وهو

چھبیسواں خرقہ

جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے سید محمد المشہور بہ شاہ حضرت حسینی سے پہنا ہے، وہ شیخ عبد الصمد سے وہ شاہ صبغتہ اللہ سے، وہ سید وجیہ الدین حیدر علی ثانی سے وہ حاجی حمید المعروف بہ شیخ محمد غوث سے، وہ شیخ ظہور حاجی حضور سے، وہ شیخ ابوالفتح ہدایت اللہ سرمست سے، وہ شیخ قاضن سے، وہ شیخ عبد اللہ سے وہ سید علی ہمدانی سے، وہ شیخ زین العابدین سے، وہ سید عبد الرحمٰن سے، وہ سید جلال الدین محمود اصفہانی سے، وہ شیخ عبد الصمد نظری سے، وہ شیخ علی مرغشی سے، وہ شیخ شہاب الدین عمر البکری سہروردی سے، وہ اپنے چچا شیخ الاسلام مربی انام مرشد کرام قدوۂ عظام ضیاء الدین ابو النجیب عبد القاہر سہروردی سے آپ اپنے چچا وجیہ الدین ابو حفص عمر سہروردی سے، وہ

من ابیه محمد بن عبد الله المعروف
بعمّوَیه وهو من احمد
الاسود الدینوری وهو من
ممشاد علو الدینوری وهو
من سید الطائفة ابی القاسم
الجنید البغدادی وهو من
خاله السری السقطی وهو من
معروف الکرخی وهو من داؤد
الطای وهو من حبیب العجمی
وهو من الحسن البصری وهو
من اسد الله الغالب امیر المومنین
علی بن ابی طالب کرم الله وجههٗ
وهو من خاتم النبیین رسول رب
العالمین شفیع المذنبین محمدن
الامین صلی الله علیه وعلیٰ آله
واصحابه وسلم وهو من امر
ذی النور المبین بواسطة الروح الامین۔

اپنے والد محمد ابن عبد اللہ المعروف
بہ عمّوَیہ سے وہ احمد الاسود
دینوری سے، وہ ممشاد علو
دینوری سے، ــــ وہ
سید الطائفہ ابو القاسم
جنید بغدادی سے، وہ
اپنے ماموں سری سقطی سے، وہ
معروف کرخی سے، وہ داؤد
طائی سے، وہ حبیب عجمی سے
وہ، حسن بصری سے، وہ
اسد اللہ الغالب امیر المومنین
علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ
سے آپ خاتم النبیین رسول
رب العالمین شفیع المذنبین
محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ
آلہٖ و اصحابہٖ وسلم سے اور آپ نے
نورِ مبین کے حکم سے بواسطہ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

السابعة والعشرون لبسها الفقیر شاہ

ابوالحسن من السید محمد المشہور بشاہ حضرت الحسینی وھو من الشیخ برہان الدین وھو من الشیخ عبدالقدوس و ھو من ابی البرکۃ الشیخ عیسیٰ بن الشیخ قاسم وھو من الشیخ لشکر محمد عارف وھو من حاجی حمید المعروف بالشیخ محمد غوث وھو من الشیخ ظہور حاجی حضور وھو من الشیخ ابی الفتح ھدایت اللہ سرمست وھو من الشیخ قاضن وھو من الشیخ رکن الدین جونپوری وھو من الشیخ بابو تاج الدین البخاری وھو من السید جلال الدین ابی عبداللہ حسین الحسینی البخاری مخدوم جہانیاں وھو من السید جلال الدین حسین البرکی وھو من الشیخ صدرالدین ابی الفضل وھو من ابی البرکات الشیخ بہاؤ الدین ذکریا وھو من الشیخ شہاب الدین السہروردی وھو من عمہ شیخ الاسلام مربی الانام مرشد الکرام قدوۃ العظام ضیاء الدین ابی النجیب عبدالقاہر السہروردی و

ستائیسواں خرقہ

جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے سید محمد المشہور بہ شاہ حضرت حسینی سے پہنا ہے، وہ شیخ برہان الدین سے وہ شیخ عبدالقدوس سے، وہ ابوالبرکت شیخ عیسیٰ ابن شیخ قاسم سے، وہ شیخ لشکر محمد عارف سے، وہ حاجی حمید المعروف بہ شیخ محمد غوث سے وہ شیخ ظہور حاجی حضور سے، وہ شیخ ابوالفتح ھدایت اللہ سرمست سے وہ شیخ قاضن سے وہ شیخ رکن الدین جونپوری سے وہ شیخ بابو تاج الدین بخاری سے سید جلال الدین ابوعبداللہ حسین الحسینی بخاری مخدوم جہانیاں سے، وہ سید جلال الدین حسین البرکی سے، وہ شیخ صدرالدین ابوالفضل سے، وہ ابوالبرکات شیخ بہاؤالدین ذکریا سے، وہ شیخ شہاب الدین سہروردی سے، وہ اپنے چچا شیخ الاسلام مربی انام مرشد کرام قدوۂ عظام ضیاؤالدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی سے

هومن عمه وجیه الدین ابی حفص عمر السهروردی وهومن ابیه محمد بن عبدالله المعروف بعَمُّوَيْه وهو من احمد الاسود الدینوری وهو من ممشاد علو الدینوری وهومن سید الطائفة ابو القاسم الجنید البغدادی وهومن خاله السری السقطی وهومن معروف الکرخی وهومن الحسن البصری وهومن اسد الله الغالب امیرالمومنین علی بن ابی طالب کرم الله وجهه وهومن خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی الله علیه وعلیٰ آله واصحابه وسلم وهو من امرذی النور المبین بواسطة الروح الامین۔

آپ اپنے چچا وجیہ الدین ابو حفص عمر سہروردی سے وہ اپنے والد محمد ابن عبداللہ المعروف بہ عمویہ سے وہ احمد الاسود دینوری سے، وہ ممشاد علو دینوری سے، وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے وہ معروف کرخی سے وہ حسن بصری سے وہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطہ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الثامنة والعشرون

لبسها الفقیر شاہ ابو الحسن من السید محمد المشہور بشاہ حضرت الحسینی وھو من الشیخ برھان الدین وھو من الشیخ عبد القدوس وھو من الشیخ ابی البرکۃ عیسیٰ بن الشیخ قاسم وھو من الشیخ لشکر محمد عارف وھو من حاجی حمید المعروف بالشیخ محمد غوث وھو من الشیخ ظھور حاجی حضور، و ھو من الشیخ ابی الفتح ھدایت اللہ، سرمست وھو من الشیخ قاضن وھو من الشیخ عبد اللہ وھو من السید علی الھمدانی وھو من الشیخ زین العابدین وھو من السید عبد الرحمٰن وھو من السید جلال الدین محمود الاصفھانی وھو من الشیخ عبد الصمد النظری وھو من الشیخ علی المرعشی وھو من الشیخ شھاب الدین عمر البکری السھروردی و ھو من عمہ شیخ الاسلام مرزلی الانام مرشد الکرام قدوۃ العظام ضیاء الدین ابی النجیب عبد القاھر السھروردی وھو من عمہ وجیہ الدین

اٹھائیسواں خرقہ

جسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے سید محمد المشہور بہ شاہ حضرت حسینی سے پہنا ہے۔ وہ شیخ برہان الدین سے، وہ شیخ عبد القدوس سے، وہ شیخ ابو البرکت عیسیٰ ابن شیخ قاسم سے۔ وہ شیخ لشکر محمد عارف سے، وہ حاجی حمید المعروف بہ شیخ محمد غوث سے، وہ شیخ ظہور حاجی حضور سے، وہ شیخ ابو الفتح ہدایت اللہ سرمست سے، وہ شیخ قاضن سے، وہ شیخ عبد اللہ سے، وہ سید علی ہمدانی سے، وہ شیخ زین العابدین سے، وہ سید عبد الرحمٰن سے، وہ سید جلال الدین محمود اصفہانی سے، وہ شیخ عبد الصمد نظری سے، وہ شیخ علی مرعشی سے، وہ شیخ شہاب الدین عمر البکری سہروردی سے، وہ اپنے چچا شیخ الاسلام مرزلی انام مرشد کرام قدوہ عظام ضیاء الدین ابو النجیب عبد القاہر سہروردی سے آپ اپنے چچا وجیہ الدین

ابی الحفص عمر السهروردی وهو من ابیه محمد بن عبدالله المعروف بعَمُّوَیْه وهو من احمد الاسودی الدینوری وهو من ممشاد علو الدینوری وهو من سید الطائفه ابی القاسم الجنید البغدادی وهو من خاله السری السقطی وهو من معروف الکرخی وهو من داؤد الطای وهو من حبیب العجمی وهو من الحسن البصری وهو من اسد الله الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم الله وجهه وهو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی الله علیه وعلیٰ اٰله واصحابه وسلم وهو من امر ذی النور المبین بواسطة الروح الامین ۔

ابو حفص عمر سہروردی سے وہ اپنے والد محمد ابن عبداللہ المعروف بہ عمُّوَیہ سے وہ احمد الاسود دینوری سے وہ ممشاد علو دینوری سے وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے، وہ اپنے ماموں سری سَقطی سے وہ معروف کرخی سے وہ داؤد طائی سے، وہ حبیب عجمی سے وہ حسن بصری سے، وہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے ۔

اس مضمون میں قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین اعلیحضرت مولانا مولوی محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری المشہور بہ **حضرت قطب ویلور** قدس سرہ کی تالیف انیف "فصل الخطاب بین الخطاء والصواب" کے چند اقتباسات کو مضمون کی شکل دے کر افادۂ ناظرین کے لئے پیش کرنیکی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔

جہاں خدائے قدوس نے اپنے بندوں پر عبادت و بندگی کو لازم قرار دیا ہے وہیں ایک بندہ کو دوسرے بندے کے ساتھ محبت و تعظیم کا حکم بھی دیا۔ جس کو قرآن نے لفظ "حق" سے تعبیر کیا ہے۔ لہٰذا جہاں بندہ بندگی کو فرض سمجھتا ہے وہیں اسپر حقوق العباد حسب مراتب لازم ہو جاتے ہیں۔ بالخصوص سادات کرام کی تعظیم و تکریم ہر مسلمان پر فرض ہوتی ہے کیونکہ محمد و آل محمدؐ کا دامن تھامنا اس کے لئے دین و دنیا کی سرفرازی و سعادتمندی کا باعث ہوتی ہے۔

زیر نظر مضمون میں سادات کرام کی تعظیم و تکریم اور ان کے حقوق دلائل و شواہد کے ساتھ پیش کئے جا رہے ہیں ـــــ چنانچہ قرآن ناطق ہے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت ویطھرکم تطھیرا: (ترجمہ) اے اہل بیت بے شک اللہ تعالےٰ تم سے گناہ کو دور کرکے تم کو پاکیزہ بنانا چاہتا ہے۔

ان کی شرافت و فضیلت حضور صلعم کی نسبت کی وجہ سے ہے ـــــ حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ "سلسلۃ الذھب" میں آیۃ مذکورہ کی تشریح میں فرماتے ہیں ؎

این بود نزد عارف آگاہ — کہ خدارا زلوث رجس فساد
ہست تطہیر اہل بیت مراد — نیست پوشیدہ بر ذوی الافہام
کہ بود رجس بدترین آثام — چہ بود رجس زلت و عصیاں
نیست تطہیر آں بجز غفران — پس ہمہ اہل بیت مغفور اند

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے من لم یعرف حق عترتی فلاحدی ثلث اما منافق واما ولد زنیۃ واما حملتہ امہ فی غیر طھر۔

جو شخص میرے آل کا حق نہیں جانتا اس کے تین اسباب ہوں گے، وہ منافق ہوگا یا ولد الزنا یا اسکی ماں کو ایام حیض میں استقرار حمل ہوا ہوگا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

من ابغض اھل البیت فھو منافق : وہ شخص جو اہلبیت اطہار سے بغض وکینہ رکھتا ہے، وہ منافق ہے"۔

ذیل کے اس واقعہ سے بخوبی یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ سادات کا مقام کیا ہے اور ان کی تعظیم کیسی ہونی چاہئے۔

قاضی شہاب الدین ایک خدا ترس بزرگ تھے۔ آپ کے زمانے میں سید اجمل نامی ایک سید زادہ رہتے تھے۔ اور وہ علوم ظاہری سے بے بہرہ تھے۔ قاضی صاحب اور سید صاحب کو اکثر بادشاہوں کی محفل میں مدعو کیا جاتا تھا۔ ایکمرتبہ بادشاہ کی محفل میں آگے اور پیچھے بیٹھنے پر دونوں میں جھگڑا ہو گیا تھا۔ قاضی صاحب کہنے لگے کہ میں عالم ہوں مجھے آگے جگہ دو اور تم پیچھے بیٹھ جاؤ۔ کیونکہ عالم کا مرتبہ تم سے زیادہ ہے۔ پھر کہنے لگے کہ ایک عالم جو سید نہ ہو اور ایک سید جو عالم نہ ہو تو دونوں کا مرتبہ برابر ہے۔ نیز کہا کہ ہماری عالمیت تو مسلّم ہے، مگر تمہارا نسب مشکوک ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ تم پر ہمیں ترجیح دینی چاہئے۔ اسی محفل میں قاضی صاحب کے استاذ بھی موجود تھے۔ ان الفاظ کو سنتے ہی ناراض ہو گئے اور ان سے قطع تعلق فرما لیا۔ قاضی صاحب جب ان حالات سے دوچار ہوئے تو توبہ کر لیا اور ایک کتاب "مناقب السادات" جس میں اہلبیت کی تعظیم وتکریم اور ان کے حقوق کو نہایت ہی بصیرت افروز انداز میں لکھا۔ بعض علماء لکھتے ہیں کہ قاضی صاحب نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے مخاطب ہوئے۔ تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ سید اجمل سے معافی مانگو اور انہیں خوش کرو۔ آپ بیدار ہوئے، اور فوراً سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے معافی مانگی اور توبہ کیا پھر کتاب مذکور کو تحریر فرمایا۔

حضرت ملّا علی قاری شرح فقہ اکبر میں نقل فرماتے ہیں کہ من قال لعلوی علویا قصدا الاستخفاف فقد کفر۔ جو شخص حقارت سے کسی سید زادے کو چھوٹا سید کہیگا بلاشبہ وہ مرتکب کفر ہوا۔

دیلمی نقل کرتے ہیں کہ اشتد غضب اللہ علی من اذانی فی عترتی : خدائے تعالیٰ اس شخص سے نہایت ہی غضب ناک ہوتا ہے جو مجھے یا میرے آل کو کوئی تکلیف دے۔

مذکورہ ارشادات سے پتہ چلا کہ ساداتِ کرام کا احترام کرنا اور حضور صلعم کی اس نسبت کا خیال رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ شیخ الہند اخبار الاخیار میں شیخ امانؒ پانی پتی سے نقل فرماتے ہیں۔" علامت کمال محبت آں است کہ از محبوب متعلقان او تجاوز کند، پس علامت کمال محبت حق آں باشد کہ بمحبت او متابعت پیغمبر کند و علامت محبت پیغمبر آں کہ بمحبت اہل بیت او سرایت کند"۔

کمال محبت کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے متعلقین سے محبوب کی خاطر تجاوز کر جائیں اور حق کے ساتھ کمال محبت اطاعت رسول میں زیادتی کرے اور پیغمبر کے ساتھ کمال محبت یہ ہے کہ اہلبیت اطہار سے محبت وتعظیم میں زیادتی کریں۔

شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الاولیاء میں ذکر کرتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یکبار در میان درس دہ بار برخاست و بنشست گفتند چہ حال ہست، گفت علوی زادہ بر در بازی میکند گوی وچوگان می بازد، وہر بارکہ در برابر من آید حرمت اورا برمی خیزم کہ روا نبود، فرزند رسول علیہ السلام آید و من پر نخیزم ـــــ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ درس دے رہے تھے، دورانِ درس آپ دس بار اٹھے اور بیٹھے۔ لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایک سیدزادہ دروازے پر گیند بلا کھیل رہا تھا، وہ جس وقت میرے مقابل آتا میں اسکی تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑا ہوتا تھا، کیونکہ یہ روا نہیں کہ فرزند رسول آسکے اور میں کھڑا نہ ہو جاؤں؟

نیز ایک جگہ شیخ امان پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل ہے کہ "اگر در وقت درس او از طفلان سادات بازی کناں دراں کوچہ می رسیدند، او کتاب در دست گرفتہ و بایستادے و مادام کہ ایشاں استادہ بودندے اورا مجال نشستن نبودے" ـــــ اگر درس و تدریس کے وقت سادات کے بچے کھیلتے ہوئے اس گلی میں آجائیں جہاں آپ درس میں مشغول رہتے تو فوراً کتاب کو ہاتھ میں لیکر کھڑے ہو جاتے، جبتک وہ بچے وہاں ٹھیرے رہتے آپ میں بیٹھنے کی مجال نہ ہوتی۔

اسی ضمن میں جلیل القدر اصحاب کا طرز و طریقہ ملاحظہ فرمائیں :-

شیخ الہند در ترجمۂ مشکوٰۃ میگوید کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ و دیگر اصحاب چوں حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما را در حالتِ سواری دیدے فرود آمدے وچوں آں ہر دو امام سوار بودے رکاب مبارک رابوسیدے ـــ شیخ الہند شاہ عبدالحق محدث دہلوی مشکوٰۃ کے ترجمہ میں رقمطراز ہیں، جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر اصحاب جب حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو حالت سواری میں دیکھ لیتے تو تعظیماً نیچے اتر جاتے اور جب ان کو سواری پر پاتے، تو رکاب مبارک کو بوسہ دیتے۔

شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے اس مقولہ کو حضرت باقر آگاہ رحمۃ اللہ علیہ مدراسی نے اپنی کتاب "ریاض الجنان" میں ابیات کی شکل میں اس طرح پیش فرمایا ہے۔ ؎

اور رہو کر سوار جب شیخین ۔۔۔ جاتے کوئی راہ میں یا کہ ذی النورین
اور عباس و مرتضیٰ اے یار ۔۔۔ ہوتے تھے اون دونو سی جو کہ دوچار
جلد اوترتے تھے تیز مرکب سے ۔۔۔ اور چلتے پیادہ سات اون کے
اور ہوتا تھا جب سوار حسن ۔۔۔ وہ حبیب خدا کا من موہن
ابن عباس و دیگر اصحاب ۔۔۔ آپ کرتے تھے اوسکی دونو رکاب
اور چلتے تھے اوسکے کچھ ہمراہ ۔۔۔ بوجتے اوس میں اپنی عزت وجاہ

نیز حضرت باقر آگاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور تصنیف "ہشت بہشت" کے ان اشعار سے مزید وضاحت ہوتی ہے ؎

اور شافعی وہ امام امت ۔۔۔ تھے جس سے قوی نبی کی ملت
رکھتا تھا حب آل اطہار ۔۔۔ یہاں تک کہ خوارج تبہ کار
کرتے تھے بغض اسکو منسوب ۔۔۔ بہوت اوس سے ہے اسمیں نظم مرغوب

کرتا ہوں بشوق دل بیاں میں
دو بیت کا ترجمہ یہاں میں
اے آلِ رسول ذی المناقب
الفت ہے تمہاری سب پہ واجب
قرآں میں حق کہا ہے یہ بات
پس تم کو یہ قدر ہو مباہات
کہ جو نہ پڑھے درود تم پہ
ہے اوس کی نماز ناروا تر

اس آخری بیت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ امام اعظم رحمہ کے پاس قعدۂ اخیرہ میں جو درود بھیجتے ہیں وہ سنت مؤکدہ ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس فرض ہے۔

مذکورہ ارشادات و دلائل کو دیکھنے کے بعد ہر ذوی الافہام پہ اچھی طرح یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ سید السادات کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہئے۔

اور ان کی تعظیم و تکریم ہم پر کتنی ضروری ہے۔ جلیل القدر اصحاب کرام و اسلاف عظام کے طرز و طریقے اور آل رسول کے ساتھ ان کی محبت کیسی رہی۔ جب تک ہر آدمی ان باتوں کو نہیں اپنائے گا، انہیں شفاعت رسول بھی ممکن نہیں۔ غرض بہتر اور عمدہ صورت یہی ہے کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خود کو منسوب کرے تو وہاں عقل کی باگ ڈور کو کمزور چھوڑ کر اطاعت و اتباع کو مضبوطی سے تھام لیں۔

وما علینا الا البلاغ
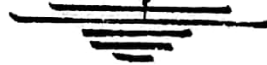
جہاں جائیں وہاں تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو تیرا رنگِ محفل یاد آتا ہے

ہندوستان میں اسلامی تاریخ کی جو رنگا رنگی دلکشی اور جاذبیت نظر آتی ہے۔ اس کا انحصار حضرات صوفیائے کرام اولیائے عظام کی ذوات بابرکت ہی سے قائم ہے۔ اگر ان نفوس قدسیہ کی قابل ذکر اور زندۂ جاوید خدمات پر پردہ ڈالا گیا تو ہندوستان کی علمی، ادبی، اصلاحی و عرفانی تاریخ سے لطافت اور رعنائی جاتی رہیگی۔ یہ ان ہی اصحاب پاک طینت کا فیض ہے جو آج ہند کا ہر گوشہ گوشہ اسلام کی ضیا پاش کرنوں سے چمکتا دمکتا نظر آرہا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عالم ناسوت سے پردہ فرمانے کے بعد جب کبھی مخالفین معاندین اسلام کی بیخ کنی پر کمربستہ ہوئے تو ان ہی اولیائے کرام، صوفیائے عظام، علماء ذوی احتشام نے اس ہلاکت خیز جارحیت کا قلع قمع کیا اور اس کے ساتھ ہی لوگوں کو علم و حکمت سے روشناس کرتے ہوئے تزکیۂ نفس کی تعلیم دیتے رہے۔

اسی تبلیغی اور اصلاحی مشن میں خانوادۂ اقطاب ویلور خصوصیت کا حامل ہے۔ جو تقریباً تین صدیوں سے وقت کی چیرہ دستیوں کا جواں ہمتی سے مقابلہ کرتے ہوئے تبلیغ دین کے ساتھ خانقاہی نظام برقرار رکھے ہوئے ہے جس کے فیوض و برکات سے آج خطۂ جنوب علم و ادب کا گہوارہ بنا ہوا ہے۔ اسی مقدس اور برگزیدہ خاندان کے مورث **حضرت مولانا سید شاہ عبد اللطیف قادری بیجاپوری** علیہ رحمۃ الباری نے بحکم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ویلور میں سکونت اختیار کی اور علم دین، تبلیغ اور نشر و اشاعت کیلئے درس و تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا، جو آگے چل کر دار العلوم لطیفیہ کے نام سے موسوم اور مشہور ا۔ حضرت کے سفر آخرت کے بعد آپ کے فرزند **حضرت مولانا رکن الدین محمد سید شاہ ابو الحسن قربی** رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلۂ تدریس کی رفتار تیز کر دی اور اس کے دائرہ کو وسیع کیا۔ چنانچہ آپ نے ایک کتبخانہ بھی قائم کیا، جو آج کئی ایک قلمی نسخوں اور نادر و نایاب کتابوں کا مخزن ہے۔ علاوہ ازیں آپ کا قابل قدر اقدام یہ بھی رہا کہ اس درسگاہ کے ساتھ ایک عظیم الشان خانقاہ تعمیر فرمائی تاکہ علم شریعت کے ساتھ علم تصوف کو بھی فروغ ہو سکے۔ اور یہاں کا تربیت یافتہ "در کف جام شریعت در

کفِ سندانِ عشق" کا مصداق اور مظہر ہو۔
حضرت قربی علیہ الرحمہ کی رحلت کے بعد سلسلہ بہ سلسلہ آپ کی اولاد امجاد میں اس دارالعلوم، اور خانقاہ کی سرپرستی چلی آرہی ہے، اور اب موجودہ دَور میں اعلیحضرت مولانا مولوی ابو بکر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی، دارالعلوم کے سرپرست اور خانقاہِ عالیہ کے سجادہ نشین ہیں اور اپنے آبا و اجداد کی طرح جذبۂ صادق کے ساتھ بقدر ذوق مستان مئے عرفان تقسیم کر رہے ہیں، اور حضرت مولانا ابو الصالح عماد الدین سید شاہ محمد ناصر صاحب قبلہ قادری، دارالعلوم کے تاریخی کتب خانہ و دارالاقامہ کے نگراں ہیں ——— اور حضرت مولانا ابوالحسن صدر الدین سید محمد طاہر صاحب قبلہ قادری B.A دامت برکاتہم العالیہ، دارالعلوم کے ناظمِ اعلیٰ اور انجمن دائرۃ المعارف کے صدر ہیں۔

الحمدللہ تینوں حضرات کرام اپنی اپنی ذمہ داریوں کی انجام دہی میں مصروف عمل ہیں اور قومی و ملی خدمات کا جذبہ جو ورثہ ملا ہے بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں۔

یہ میری انتہائی خوش قسمتی تھی کہ جب مجھ میں علمی شوق بیدار ہوا تو مجھے ایک ایسا ماحول ملا جو بقول حضرت جامی علیہ الرحمہ ؎

خوشا مسجد و مکتب و خانقاہ
کہ در وَے بود قیل و قالِ محمد ﷺ

اور اسی پُر فضا ماحول میں میری علمی نشو و نما اور اخلاقی پرداخت ہوئی۔ مجھے ایک ایسے دارالعلوم کے طالب العلم رہنے کا شرف حاصل ہے جو اپنے دامن میں تین سو ۳۰۰ سالہ زرین تاریخ، مثالی روایات اور شاندار خصوصیات رکھتا ہے۔ اسی نے مجھے سنوارا نکھارا، ایک رُوپ بخشا، جس کی آغوش تربیت میں میری زندگی کا ایک حصہ گذرا اور اسکی مشفقانہ تربیت اور بے پناہ محبت و الفت نے مجھ سے احساس غریب الوطنی کو مٹایا۔ یہی وجہ ہے کہ اس چار دیواری کے اندر میری زندگی کے سات سال ایسے بیتے کہ کبھی یہ طویل مدت مجھ پر گراں نہ گذری۔ دارالاقامہ کی زندگی بھی کچھ عجیب پُرسکون، اور اطمینان بخش ہوتی ہے، جسکی قدر و منزلت، اور اہمیت اس دور سے گذرنے پر ہوا کرتی ہے۔ اور اسوقت ہر طالب یہی تمنا اور آرزو رکھتا ہے کاش یہ سہانا دور کبھی ختم نہ ہوتا۔ آج میرے فانوسِ قلب میں بھی یہی شمع امید کی لَو تیز ہو رہی ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو! جبکہ میں لطیفیہ کے ماحول میں کیف و مستی کا سماں اور زندگی کی بہاریں دیکھا ہوں طلبا کی باہمی محبت و الفت، انسانی ہمدردی اور بھائی چارگی قابل دید نی ہے۔ حتیٰ کہ ان میں،

رنگ ونسل اور علاقائی عصبیت کی بو باس تک نہیں۔ ہر ایک اخوت ومساوات کی اعلٰے قدروں کو تھامے نظر آتا ہے۔ یہ ایسی خوبی ہے جو آج کی انگریزی درسگاہوں میں شاید ہی دیکھنے اور سننے میں آئے۔

لطیفیہ میں نے دو اہم چیزوں کو بڑی سُرعت سے اپنایا:—

اولاً اخلاق

ثانیاً ادبی مذاق

اخلاق سے متعلق کیا کہا جاسکتا ہے۔ مُربّیانِ دارالعلوم خود" اخلاق "کے پیکر ہیں جن کا اثر لازماً طلباء میں بھی آنا ضروری ہے۔

میرا ادبی ذوق، انجمن دائرۃ المعارف کی دین ہے۔ اس سے ہر سال پابندی کے ساتھ سالنامہ "اللطیف" شائع ہوتا ہے جو دارالعلوم اور انجمن کا ترجمان ہے، جس میں میرا پہلا مضمون" اخبار اور اس کا مطالعہ" شائع ہوا۔ اس پر حضرت قبلہ ناظم صاحب نے میری کچھ ایسی حوصلہ افزائی فرمائی جو میرے ادبی ذوق کا باعث بنی اور آج میں" ادب برائے زندگی "کے نظرئے پر پہنچا ہوں۔ لطیفیہ سے میں کیا کچھ حاصل کیا فی الوقت اس کا تذکرہ مقصود نہیں اور نہ ہی میری نوکِ قلم میں اتنی توانائی ہے، جو ایک ایسے محسن کے فیض کا احاطہ کر سکے جس سے میری شخصیت اُجاگر ہوئی۔

لطیفیہ کے فیضانِ عظیم سے متعلق جس قدر بھی کہا جائے بالآخر یہی کہنا ہوگا ؏

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

آج مجھے دارالعلوم کے اس جلسۂ تقسیم اسناد وعبا پوشی پر انتہا سے زیادہ خوشی ومسرت ہو رہی ہے جس میں احقر کو مولوی عالم کی تکمیل پر سندِ تحصیل اور عبا سے نوازا جا رہا ہے۔ اس پُر کیف وسرور آگیں موقع پر میں اپنے مربیانِ عظام اور اساتذۂ کرام کی خدمات میں گلدستۂ عقیدت اور ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوں۔

بارگاہِ ایزدی میں دستِ بدعا ہوں کہ خدائے تعالیٰ مجھے اور دیگر فارغین حافظ محمد نیاز احمد مینمبوری اور حافظ محمد شفیع اللہ ولنیورکو بھی اہلِ بیت اطہر کے وسیلہ سے مزید علمی ترقیاں نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

پیشِ یارِ می رقصم

یار کے آگے رقصاں ہوں

پیشکش
سید عیسیٰ علی قادری
عرف اشرف صاحب
حیدرآباد (اے۔پی)

نمی دانم کہ آخر چوں دمِ دیدار می رقصم
مگر نازم بہ آں ذوقی کہ پیشِ یار می رقصم

نہیں معلوم کہ میں محبوب کے دیدار کے وقت کیوں رقصاں ہوں۔ مگر مجھے اس ذوق و شوق پر فخر و ناز ہے کہ یار کے آگے رقصاں ہوں

تو ہر دم می سرائی نغمہ و ہر بار می رقصم
بہر طرزے کہ می رقصانیم اے یار می رقصم

تم لمحہ بہ لمحہ نغمہ سرائی میں مشغول ہو اور میں ہر بار رقصاں رہوں۔ اے یار تم جس طرز سے بھی مجھے رقص میں لاؤ گے میں رقصاں ہوں

بیا جاناں تماشا کن در انبوہِ جانبازاں
بصد سامانِ رسوائی سرِ بازار می رقصم

اے میرے محبوب آ اور دیکھ کہ میں جانبازوں کے ہجوم میں۔ سینکڑوں سامانِ رسوائی کے ساتھ سرِ بازار کس طرح رقصاں ہوں

خوشا رندی کہ پامالش کنم صد پارسائی را
زہے تقویٰ کہ من با جبہ و دستار می رقصم

کتنی اچھی ہے وہ رندی جس پر سینکڑوں پرہیزگاریوں کو قربان کردوں۔ اور یہ تقویٰ کیا ہی اچھا ہے کہ میں جبہ و دستار کے ساتھ رقصاں ہوں

تو آں قاتل کہ از بہرِ تماشا خونِ من ریزی
من آں بسمل کہ زیرِ خنجرِ خونخوار می رقصم

تم وہ قاتل ہو کہ اپنے شوقِ تماشا کیلئے میرا خون بہا رہے ہو۔ اور میں ایسا زخمی ہوں کہ تمہارے خونخوار خنجر کے نیچے رقصاں ہوں

اگرچہ قطرۂ شبنم نہ پاید بر سرِ خارے
منم آں قطرۂ شبنم بہ نوکِ خار می رقصم

اگرچہ کہ شبنم کا قطرہ کانٹے کی نوک پر نہیں ٹھہرتا ہے لیکن میں وہ قطرۂ شبنم ہوں جو کانٹے کی نوک پر بھی رقصاں ہوں

سراپا بر سراپائے خودم از بیخودی قرباں
بہ گردِ مرکزِ خود صورتِ پرکار می رقصم

میری بیخودی کا یہ عالم ہے کہ میں خود اپنے آپ پر قربان ہوئے جارہا ہوں۔ اور پرکار کی طرح اپنے ہی مرکز پر رقصاں ہوں

منم عثمانِ ہارونی کہ یارِ شیخ منصورم
ملامت می کند خلقے و من بر دار می رقصم

میں عثمان ہارونی ہوں حضرت شیخ منصور میرے یار ہیں ــــ اُدھر ایک جماعت ملامت کررہی ہے اور ادھر میں دار پر رقصاں ہوں

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو جو پیغام رحمت دیا تھا اس کو اولیاء کرام وصوفیائے عظام نے اپنی پوری جد وجہد و جانفشانیوں سے دنیا کے چپہ چپہ میں پہنچا دیا اور مسلمانوں کو ضلالت و گمراہی سے بچاتے ہوئے صراطِ مستقیم پر لا کھڑا کیا۔ ان میں سے ایک مشہور و معروف اور برگزیدہ شخصیت پیشوائے صوفیاء، لسان القوم، اعبد المشائخ، طاؤس العلماء، سلطان المحققین، سید الطائفہ ابو القاسم حضرت جنید بغدادی قدس سرہ العزیز کی ہے۔

آپ ۱۱ شعبان المعظم ۱۵۷ھ بروز چہارشنبہ بعد نمازِ عشا کوفہ میں پیدا ہوئے۔ ایک روایت ہے کہ آپ کی پیدائش بغداد میں ہوئی۔ آپ کے آبا و اجداد نہاوند کے رہنے والے تھے، جو ایران کے صوبۂ جبال کا ایک خوب صورت شہر تھا۔ آپ کے والد بزرگوار قواریری شیشہ گر کے نام سے مشہور تھے۔ اور حضرت جنید بغدادی خزاز کچے ریشم کے سوداگر کے نام سے پکارے جاتے تھے اور آپ کے ماموں امام سری سقطی علیہ الرحمہ ایک بڑے پایہ کے ولی گذرے ہیں۔ آپ مسالہ کی تجارت فرماتے تھے۔ آپ کا پورا خاندان تاجروں کا تھا۔ اپنی دیانتداری ایمانداری کی وجہ سے پورے بغداد میں ایک خاص شہرت حاصل کی تھی۔

ابھی آپ کا سن مبارک چھ سال کا تھا کہ ایکدن آپ سیدھے مدرسے سے گھر واپس لوٹے تو دیکھا کہ والد بزرگوار کے آنکھ سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ مضطرب ہوکر دریافت فرمایا۔ والد نے کہا بیٹا تم ابھی اس عمر کو نہیں پہنچے ہو، ابھی تمہاری سمجھ میں یہ بات نہ آئیگی کہ یہ آنسو کس لئے بہہ رہے ہیں۔ لیکن بار بار اصرار کرنے پر والد بزرگوار کہنے پر مجبور ہوگئے، فرمایا کہ زکوٰۃ کا مال لیکر تمہارے ماموں صاحب کے پاس گیا تھا لیکن انہوں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کردیا، مجھے رنج وغم صرف اس بات پر ہے کہ جس مال کے لئے میں نے عمر عزیز ضائع کردی ہے کیا وہ مال اتنا نامراد ہے جس کو اللہ کے ولی پسند نہ کریں۔ آپ نے والد بزرگوار سے زکوٰۃ کا مال طلب کیا اور خود ماموں صاحب کے دولت کدہ پر پہنچ گئے۔ دستک دی تو اندر سے آواز آئی کون ہے۔ آپ نے کہا میں جنید ہوں اور مال زکوٰۃ لایا ہوں آپ اس کو قبول فرمالیں۔ غصہ سے بھرا ہوا حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ نے دروازہ کھولتے ہوئے فرمایا ہرگز میں اس مال کو قبول نہیں کروں گا۔ آپ بار بار اصرار کرتے رہے لیکن نفی میں جواب ملتا رہا۔ آپ سے رہا نہیں گیا،

فرمایا کہ مہربانی فرما کر خدا کے لئے اس مال کو قبول فرما لیجئے۔ اُس خدا کے لئے جس نے آپ پر فضل اور میرے والد پر عدل فرمایا ہے۔ ان کلمات کو کمسن لڑکے کی زبان سے سن کر حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ آپ کا چہرہ دیکھتے رہ گئے اور مخاطب ہو کر پوچھنے لگے، فرزند! خدا نے مجھ پر کیا فضل کیا؟ اور تمہارے والد پر کیا عدل کیا ہے۔ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ نے سنجیدگی اور شگفتگی سے جواب دیا کہ خدائے تعالےٰ نے آپ پر فضل یہ کیا کہ آپ کو درویشی عطا کی ہے اور میرے والد پر عدل یہ کیا کہ دنیوی کاروبار میں محنت و دیانتداری کی وجہ سے خوش ہو کر اتنا منافع عطا فرمایا کہ زکوٰۃ ادا کرنے کے قابل ہو گئے اور زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔ والد بزرگوار کی خواہش ہمیشہ سے یہ رہی ہے کہ جہاں تک ہوسکے زکوٰۃ کا مال اس کے حقداروں تک پہنچادیں تاکہ اپنی ذمہ داری پوری ہو جائے۔ لہٰذا آپ کو اختیار ہے کہ آپ اسے پسند کریں یا ناپسند۔

حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ نے فرمایا "اس سے پہلے کہ میں زکواۃ کے مال کو قبول کر لوں، تمہیں قبول کرتا ہوں۔ اس واقعہ کے بعد سے آپ شیخ سری سقطی کے زیر تربیت رہے۔ ایک سال کے بعد جب والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو مستقل طور پر آپ شیخ سری سقطی کے یہاں آگئے۔ اور علوم باطنی و ظاہری کے تحصیل میں کوشاں رہے۔ حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ تصوف میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور آپ کو اس گروہ سے وابستگی تھی جن کے سالار کارواں حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ تھے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کی عمر سات سال کی تھی، حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ نے اپنے ساتھ خانۂ کعبہ کی زیارت کے لئے لے گئے۔ ایک دن خانۂ کعبہ میں چار سو پیران طریقت کا مقدس اجتماع تھا۔ اتفاقاً اجتماع میں مسئلہ شکر کی بحث چھڑ گئی اور ہر ایک نے اپنی اپنی فہم و فراست کے تحت مسئلہ پر بحث کی۔ حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اے جنید تم بھی کچھ کہو۔ حکم کی تعمیل میں حضرت جنید علیہ الرحمہ نے تھوڑی دیر مراقبہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا "شکر یہ ہے کہ جس کو حقتعالیٰ کی نعمت عطا کی گئی ہے اس کے بدلہ میں خدائے تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے بلکہ حق تعالیٰ کا فرماں بردار و مطیع بنا رہے۔" آپ کا ارشاد مبارک تمام پیران طریقت کو پسند آیا۔ تمام ایک آواز ہو کر فرمانے لگے، اے ہمارے آنکھوں کی روشنی، تونے بہت اچھا کہا۔ سب متفق ہو کر کہنے لگے کہ اس سے بہتر کوئی نہیں کہہ سکتا۔

پھر حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ نے فرمایا "اے فرزند یہ تم نے کہاں سے سیکھا ہے"؟ حضرت جنیدؒ فرمانے لگے "آپ کی ہمنشینی کی برکت سے"۔ فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد واپس بغداد آئے اور آئینہ فروشی میں مشغول ہو گئے۔ ہر روز دکان پر جاتے اور پردہ چھوڑ دیتے، پھر چار سو رکعت نماز ادا کرتے۔ ایک مدت اسی طرح گزری اور دکان کو ترک فرما دیا۔ حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ کے مکان کی ایک کوٹھڑی میں گوشہ نشین ہو گئے۔ اور اپنے قلب کی حفاظت کرنے لگے اور مراقبے کی حالت میں مصلیٰ تک نیچے سے

نکال کر پھینک دیتے تاکہ ان کے خاطر پہ سوائے خدائے عزّو جل کے کوئی چیز نہ گذرے۔ چالیس سال تک اسی طرح گوشہ نشین رہے۔ تیس سال تک آپ نمازِ عشاء سے صبح تک کھڑے ہوکر اللہ اللہ فرمایا کرتے تھے۔ اور اسی وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے۔ فرماتے ہیں کہ چالیس سال گذر جانے کے بعد یہ گمان ہونے لگا کہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ ایک غیبی ندا آئی کہ اے جنید ابھی تم مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے ہو لیکن اب وہ وقت قریب آگیا ہے کہ تمہیں تمہارے زنّار کا گوشہ دکھاؤں۔

حضرت جنید علیہ الرحمہ نے عرض کیا اے خداوند! جنید کا کیا گناہ ہے، تو ندا آئی ابھی تم موجود ہو۔ حضرت جنید نے ایک آہ کھینچی اور سر جھکاتے ہوئے من لم یکن للوصال اھلاً فکل حسناتہ ذنوب کہہ کر عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔

ہر زمانہ میں اللہ کے نیک بندوں کے مخالفین پائے گئے ہیں۔ اسی طرح حضرت جنید بغدادیؒ کی مخالفت کرتے ہوئے بعض ظاہر پرستوں نے خلیفۂ وقت کے کان بھرنا شروع کیا اور آپ کے فلسفۂ توحید کو کفر کے مترادف قرار دیتے ہوئے خلیفہ سے کہا کہ آپ کو اس سے باز رکھئے کیونکہ لوگ اسکی وجہ سے فتنہ و فساد میں گرفتار ہو جائیں گے۔ خلیفہ نے کہا کہ ہم ان کو بغیر کسی حجت کے منع نہیں کرسکتے لہٰذا اس نے اپنی ایک کنیز کو جسے تین ہزار درہم میں خریدا تھا جو بہت ہی حسین و جمیل تھی نفیس پوشاک پہنا کر زر و جواہرات سے آراستہ کیا اور ہدایت کی، کہ فلاں جگہ جنید کے آگے جانے کے بعد اپنے نقاب کو اُلٹ کر بڑے ہی انداز کے ساتھ اپنے آپ کو دکھانا اور کہنا کہ میرے پاس بہت سامال ہے لیکن طبیعت دنیا کے کاروبار سے اُکتا گئی ہے، میں آپ کے پاس اس لئے حاضر ہوئی ہوں کہ آپ مجھے اپنی صحبت میں قبول فرمائیں تاکہ آپ کے ساتھ رہ کر عبادتِ الٰہی میں مشغول رہوں اور میرا دل اب یہی چاہتا ہے کہ آپ کے سوا کسی کے پاس نہ بیٹھوں۔ اسی طرح جہاں تک ہو سکے خوشامد کرنا اور ایک خادم کو اس کے ہمراہ کر دیا تاکہ حقیقتِ حال سے مطلع کرے۔

غرض کنیز آپ کے پاس آئی اور نقاب اُلٹ کر اُسے جو کچھ سکھایا گیا تھا کہنے لگی اور اصرار کرنے لگی حضرت جنید قدس سرہ العزیز اپنی گردن جھکائے سب کچھ سنتے رہے، پھر اچانک آپ نے سرِ مبارک کو اٹھایا اور آہ آہ کرتے ہوئے لونڈی پر پھونک دیا۔ اسی وقت لونڈی زمین پہ گر پڑی اور ختم ہو گئی۔ جب خلیفہ کو اس کی اطلاع ملی تو خلیفہ آگ بگولہ ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا آپ اپنی عبادت و ریاضت کے جوش میں میری کنیز خاص کو جلا ڈالے۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا اے امیر المومنین کیا تو چاہتا ہے کہ میری چالیس سال کی عبادت و ریاضت کو خاک میں ملا دے، اور برباد کرے۔ لیکن خدا تعالیٰ حفاظت کرنے والا ہے، وہ جسکو چاہے حفاظت کرتا ہے، اور جس کو چاہے برباد کرتا ہے۔ سب اسی کے دستِ قدرت میں ہے۔ خلیفہ نے کہا یہ تم بھول گئے کہ اللہ اپنے بندوں سے عفو و گذر اور رحم کی توقع رکھتا

ہے۔ حضرت جنید علیہ الرحمہ نیچی نگاہ سے جواب دیا "یہ میرے زہد ہی کا رحم تو ہے کہ میں تمہارے ظالم چہرے کو نہیں دیکھ رہا ہوں۔ اگر میں کنیز پہ رحم کرتا تو خود مجھ پہ ظلم ثابت ہوتا۔ اس سے پہلے کہ میں نگاہ اٹھا کر تمہارے اگلے سوال کا جواب دوں، بہتر ہوگا کہ تم اپنے ظلمکدے کو واپس چلے جاؤ، جو ابھی تک راکھ ہونے سے بچا ہوا ہے۔

خلیفہ نے لرزہ براندام ہو کر حضرت سے معافی چاہی اور آپ سے کہا کہ بغداد کے علماء آپ کے فلسفۂ توحید کو کفر کے مترادف قرار دیتے ہیں، ان کی طرف سے متفقہ درخواست کی گئی کہ میں تم کو شریعت کے آڑ میں لیکر سولی پہ چڑھا دو۔ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ خلیفہ کی بات کو قطع کرتے ہوئے کہا، لیکن وہ بھول گئے کہ میرے ایک ہاتھ میں شریعت ہے اور دوسرے ہاتھ میں توحید۔ میں جو کچھ کہتا ہوں، میں نہیں میرا خدا کہتا ہے، تمہارے علماء کی سمجھ میں نہیں آتا، میں ان لوگوں سے بات کرتا ہوں جو شریعت کو سمجھتے ہیں اور خدا کو بھی۔ خلیفہ متعجب ہوا اور اسکی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا جواب دے۔ نہایت ادب کے ساتھ عقیدت بھرے انداز میں آپ کے دستِ مبارک کو چومتے ہوئے واپس محل لوٹ آیا۔

حضرت جنید بغدادیؒ نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ جب تک ان کے پیر و مرشد بقید حیات ہیں وہ وعظ و نصیحت کے مسند پہ نہیں بیٹھیں گے۔ لیکن دوسری طرف آپ کے پیر و مرشد کا ارشاد ہوتا رہا کہ وہ لوگوں میں جائیں اور صراط مستقیم سے آگاہ کریں۔ حضرت جنیدؒ ادب کی وجہ سے شیخ کو کوئی جواب نہیں دیتے تھے لیکن ان کے دل میں ہر وقت کشمکش رہتی کہ ایک طرف ان کے شیخ بار بار اصرار کر رہے ہیں اور دوسری طرف منبر پہ بیٹھنے کے لئے شیخ کا ادب ملحوظ تھا۔

ایک رات حضرت جنیدؒ کو خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوی۔ آپؐ نے فرمایا، اے جنید خدا نے تمہاری زبان کو خلق کی نجات کا ذریعہ بنایا ہے۔ حضرت جنیدؒ خواب سے بیدار ہوئے، تو مسرور ہو رہے تھے اور اپنی قسمت پہ ناز کر رہے تھے، کہ مجھے سرکار دو عالمؐ خود منبر پہ بیٹھنے اور وعظ و نصیحت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ آپ اپنے سطح ذہن پہ اس خیال کو لا ہی رہے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اس بات کی اجازت مرحمت فرمائی ہے، شاید شیخ اور مرید کے درمیان اور جو ادب کی دیوار حائل تھی اس کو منہدم کر دیا گیا ہے اور شیخ سے بھی میرا مرتبہ بلند فرمایا ہے۔ اچانک حضرت شیخ سری سقطی کے ایک شاگرد نے دروازہ پہ دستک دی۔ حضرت جنیدؒ نے دروازہ کھولا اور اسے احترام کے ساتھ اندر آنے کی دعوت دی لیکن اس نے جواب دیا، جنیدؒ میری حیثیت اس وقت شیخ کے ایک قاصد کی ہے شیخ نے فرمایا، جنید سے کہہ دینا کہ تم سے تمہارے ساتھیوں نے وعظ و نصیحت کے لئے بہت کچھ اصرار کیا لیکن تم نہ مانے اور تم نہ بغداد کے شیوخ کی بھی سفارش کو قبول نہ کی اور نہ میرا حکم بھی تم نے خاطر میں لایا لیکن اب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم فرما دیا ہے۔ خبردار آپ اس میں تاخیر نہ کرو اور تعمیل

میں عجلت سے کام لو۔ حضرت جنید علیہ الرحمہ اسی لمحہ سجدہ میں گر گئے۔ اور ان کے سطح ذہن پر شیخ کے متعلق جو گستاخانہ خیالات اُبھرے ان پر ندامت کے آنسو بہانے لگے اور معافی چاہنے لگے۔

حضرت جنیدؒ معذرت کی غرض سے شیخ کی خدمت میں حاضری دی۔ شیخ نے مسکراتے ہوئے سینے سے لگالیا۔ اور فرمایا فرزند تمہیں نادم ہونے کی کوئی ضرورت نہیں، اور روحانیت کے سفر میں شیطان قدم قدم پر بہکاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے شیطان سے اپنی پناہ میں لے لیتا ہے۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی پناہ میں رکھے۔ حضرت جنیدؒ نے شیخ سے دریافت فرمایا، شیخ کیا مجھے یہ بتائیں گے کہ آپ کو میرے خواب کا علم کیسے ہوگیا؟ شیخ نے مختصر سے جواب میں ارشاد فرمایا میں نے خواب میں خدا کو دیکھا ہے اور یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ آج رات اپنے محبوب کو جنید کے پاس بھیجا ہے۔

حضرت جنیدؒ ایک روز مسجد میں تشریف فرما تھے، ایک اجنبی حاضر ہوا اور کہا حضرت آپ کا وعظ شہر ہی میں تاثیر بخش ہے یا جنگلوں اور بیابانوں میں بھی رشد وہدایت کا موجب بنتا ہے۔ آپ حقیقت حال دریافت فرمائی۔ اجنبی نے عرض کیا کہ جنگل میں فلاں مقام پر چند مے خوار نشہ میں بدمست رقص و سرود سے تسکین نفس میں مشغول ہیں کہ آپ کا وعظ ان پر اثر نہیں کرتا؟ آپ اسی وقت چہرے پر نقاب ڈال کر جنگل کی جانب چل پڑے۔ جب آپ ان کے قریب پہنچے تو مے خوار وہاں سے کھسکنے لگے، آپ نے انہیں پکارا کہ تمہیں مجھ سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں بھی تمہارا ہم پیالہ اور ہم مشروب ہوں۔ مجھے بھی شریک محفل کرو۔ شہر میں تو پینا مشکل ہے، اس لئے اس ویرانے میں، چلا آیا ہوں۔ اور مینا و ساغر کا طالب ہوں تاکہ نشاطِ زندگی سے لطف اندوز ہوسکوں۔ ارباب محفل نے کہا افسوس آپ ایسے وقت آئے جب پینے پلانے کے لئے کچھ نہیں رہا۔ اگر طلب صادق ہو تو شہر سے منگوائی جاسکتی ہے۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ کیا تمہیں ایسا ڈھنگ نہیں آتا کہ شراب تمہارے پاس خود بخود ہی آجایا کرے۔ ایسا تو کوئی صاحب کمال ہی کرسکتا ہے، ارشاد ہوا آؤ میں تمہیں ایک ایسا راز بتاؤں، کہ شراب تمہارے پاس خود بخود آجائے اور اس کا مزہ اور لطف اور نشہ بھی دیدنی ہو۔ وہ سب پیکرِ اشتیاق بن گئے، اور کہا کہ یہ کمال تو ضرور ہی سکھا دیجئے فرمایا تم سب غسل کرکے اور پاکیزہ لباس زیب تن کرکے میرے پاس آؤ، وہ سب نہا دھو کر صاف ستھرے لباس پہن کر حاضر بارگاہ ہوئے پھر سب لوگ نماز کی نیت باندھ کر رب العالمین کی بارگاہ میں دست بستہ کھڑے ہوجاؤ۔ جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوگئے تو آپ یوں دست بدعا ہوئے، کہ رب العالمین تو خواہ انہیں ہدایت دے یا عصیان و گمراہی کے گڑھے میں پھینک دے۔ چنانچہ حضرت جنیدؒ کی دعا مستجاب بارگاہ ہوئی۔ اور وہ سب رشد

وہ ہدایت سے مستفید ہوئے۔

ایک شاگرد نے حضرت جنیدؒ بغدادی سے سوال کیا کہ ترک دنیا سے کیا مراد ہے؟ حضرت جنیدؒ بغدادی نے جواب دیا' دنیا میں رہتے ہوئے بھی آدمی کو دنیا نظر نہ آنا۔ شاگرد نے حیرت سے پوچھا یہ کس طرح ممکن ہوسکتا ہے۔ آپ تبسم فرماتے ہوئے جواب دیتے ہیں' جب میں تمہاری عمر کا تھا تو میں نے بھی حضرت محاسبی علیہ الرحمہ سے اسطرح سوال کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ آؤ آج بغداد کے سب سے مشہور بازار کی سیر کریں۔ چنانچہ میں اور وہ بغداد کے مشہور و خوبصورت بازار کی طرف مڑ گئے جیسے ہی ہم بازار کے صدر دروازے پر پہنچے میں نے دیکھا کہ میں اور شیخ ویرانے میں کھڑے ہیں۔ جہاں تک ہماری نظروں کی رسائی ہوتی رہی، وہاں تک صرف ریت کے ٹیلوں اور بگولوں کے کچھ نہ تھا۔ میں نے حیرت سے سوال کیا۔ شیخ یہاں بازار تو نظر نہیں آرہا ہے؟

حضرت محاسبی علیہ الرحمہ نے شفقت سے میرے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا' جنید یہی ترک دنیا ہے کہ آدمی دنیا میں رہتا تو ہے لیکن اس کو دنیا نظر نہ آئے۔ اون کا لباس اوڑھ لینا اور جو کی روٹی کھا لینا اور عالیشان مکانوں سے منہ موڑ کر جنگل کی طرف نکل جانا ترک دنیا نہیں ہے۔ ترک دنیا یہ ہے کہ لذیذ ترین اشیاؤں کا استعمال کرو بھی تو جو کی روٹی کا ذائقہ ملے۔ قیمتی سے قیمتی لباس پہنو بھی تو ٹاٹ کے لباس کا احساس ہو اور خوبصورت عورتوں کے درمیان گذرے بھی تو اس طرح گذرو جیسے بیابان میں گذر رہے ہو' لیکن جنید! یہ باتیں پڑھانے سے یا دوسروں کے سمجھانے سے اسوقت تک سمجھ میں نہ آئینگی' جب تک کہ تم خود ترک دنیا کے تجربے سے نہ گزرو۔ آؤ اب گھر چلیں۔ پھر جیسے ہی ہم اس ہولناک ویرانے سے گھر کی طرف مڑے تو اپنے کو بغداد کے اسی بارونق صدر دروازہ پہ کھڑے پایا۔

ایک بار جنید بغدادی علیہ الرحمہ کو خیال آیا کہ شیطان مردود کو دیکھیں جو زبردست فتنہ و فساد کی جڑ ہے۔ جب آپ اس خیال کو لئے ہوئے مسجد سے باہر تشریف لا رہے تھے تو اچانک آپ کی نگاہ ایک عمر رسیدہ خوش پوش بزرگ پر پڑی' ان کی پیشانی سے عبادت کے آثار نمایاں ہو رہے تھے۔ آپ کو یہ شبہ پیدا ہوگیا کہ یہ کوئی بزرگ ہیں۔ لیکن جوں جوں ان سے قربت ہو رہی تھی وحشت کا باعث بن رہی تھی۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا' آپ کون ہیں؟ ویسے تو آپ پر ایک عابد ہونے کا شبہ ہو رہا ہے۔ لیکن آپ کی قربت سے وحشت کیوں ہو رہی ہے۔ وہ بھی بزرگ آپ کے قریب آنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ باوجود سعی مسلسل کے آپ کا قرب نہ مل سکا' یوں محسوس ہو رہا تھا دونوں کے درمیان ایک ایسی صورتحال نمودار ہونے لگی جیسا کہ ایک اندھا شخص عصا لئے ہوئے رستہ ٹٹول رہا ہو۔ پھر اس بزرگ نے

نا امیدی سے دوچار ہوکر حضرت جنید علیہ الرحمہ سے کہا تو خوش قسمت ہے، اللہ تعالیٰ نے تیرے اور میرے درمیان ایک مضبوط دیوار حائل کر دیا ہے لیکن میں وہی بدقسمت ہوں جسکو تیرے شوق نے خرافات پر اکسایا تھا۔ حضرت جنید علیہ الرحمہ کو جب یہ احساس ہونے لگا کہ وہ شیطان مردود کے روبرو کھڑے ہوئے ہیں تو آپ نے غصہ سے پوچھا، مردود تجھکو کس چیز نے آدم کا سجدہ کرنے سے روکا تھا؟ شیطان مخاطب ہوکر کہنے لگا تم تو عقل وشعور کی گراں مایہ دولت سے مالامال ہو اور خود بھی ایک عبادت گذار بندے ہو! کیا تم خود اس کا اعتراف کر سکتے ہو کہ غیر اللہ کے سامنے سجدہ کرکے اپنی پوری عبادت ضائع کرنا چاہتے ہو۔ حضرت جنید علیہ الرحمہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس ملعون کے سوال کا کیا جواب دیں۔ وہ ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ غیبی ندا آئی۔ جنید یہ مردود جھوٹا ہے۔ اگر یہ میرا حکم منظور کرلیتا تو کبھی اس سے سرتابی نہ کرتا۔ ابلیس ملعون یہ سنتے ہی بلند نعرہ لگانے لگا کہ جنید خدا کی قسم تو نے مجھے جلا ڈالا۔ حضرت جنید بغدادی رح نے نگاہ اٹھا کر دیکھا، اب وہاں کوئی نہ تھا۔

حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ کا ایک ارشاد مبارک ہے کہ امن وسلامتی صرف ان لوگوں کو میسر ہوسکتی ہے جو اسکی تلاش میں جدوجہد کرتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو گناہوں سے بہت دور رہتے ہیں اور اپنے آپ کو خواہ مخواہ کی مخالفت میں نہیں ڈالتے اور جو ایسی چیزوں میں پڑنے کی کوشش نہیں کرتے، جنہیں اسلام نے منع کیا ہے۔

آپ کی خدمت میں ایک آتش پرست مسلمان کے بھیس میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا، رسول کریم کا ارشاد ہے کہ مسلمان کی فراست سے بچتے رہو کیونکہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔ اس حدیث کے رُو سے کیا مسلمانوں سے پرہیز کرنا واجب نہیں ہے؟ جنید بغدادی نے کہا پرہیز سے کہیں بہتر ہے کہ خود تو مسلمان ہوجائے تاکہ تو بھی دوسروں کو خدا کے نور سے دیکھ سکے۔ آتش پرست فوراً توبہ کیا اور کہا شیخ میں بھیس بدل کر آیا تھا، پھر بھی تم نے خدا کے نور سے مجھے پہچان لیا، میں آج سے تمہارا مذہب اختیار کرتا ہوں۔

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آگیا تو آپ نے فرمایا مجھے وضو کراؤ۔ دوران اعضائے غسل میں انگلیوں کا خلال کرنا بھول گئے، آپ کا ارشاد ہوا تو خلال کیا گیا اور پھر آپ کی زبان سے تسبیح جاری ہوی اور چار انگلیاں بند تھیں، شہادت کی انگلی کھلی ہوی تھی۔ آخری سانس میں آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہا اور آہستہ سے ہمیشہ کیلئے آنکھیں بند کرلیں۔ مؤرخین کہتے ہیں آپ کی وفات رجب المرجب کی ستائیسویں تاریخ بروز دوشنبہ ہوی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سے تمام اولیاء اصفیاء اتقیاء سے
خلوص وعقیدت عطا کر الٰہی

بجاہ سید المرسلین ؐ

از
محمد بشیر احمد چتوری
زمرۂ رابعہ
دارالعلوم لطیفیہ حضرت مکان ویلور

اولیاء اللہ کے کرامات اور ان کے تصرفات ایک روشن حقیقت ہیں جن کا انکار صحیح و درست نہیں کیونکہ اسلام میں ایسی بے شمار ہستیاں نظر آتی ہیں جن سے اس قسم واقعات کا ظہور ہوا ہے۔ چنانچہ میں حضرت طبل عالم باشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے حیرت انگیز تصرفات کا جائزہ لے رہا ہوں جنہیں خدا تعالیٰ نے ایک عظیم مرتبہ پر فائز کیا تھا۔

تین صدی کا ایک طویل عرصہ گذرا۔ ترچناپلی پر منگمارانی کی حکمرانی تھی۔ جسکے پاس مختصر فوج تھی۔ اس کے پڑوس تنجاور کے راجہ کو یہ بات معلوم ہوگئی، تو اس کے دل میں یہ بات پیدا ہوی کہ ہمارے قرب میں ایک عورت حکومت کر رہی ہے، یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم دیکھ کر خاموش رہیں، اس لئے اُس نے رانی کے نام پیغام بھیجا کہ تم عورت ذات ہو، لہٰذا مناسب یہ ہے کہ تم اپنی حکومت کو ہمارے حوالے کر دو، ہم دشمنوں سے تمہاری دیکھ بھال کرلیں گے اور تم جو چاہوگی اس کو بسر و چشم پورا کرینگے۔ اس خط کا جواب فلاں تاریخ تک روانہ کردو۔ راجہ کا قاصد جب اس پیغام کو لیکر پہنچا تو رانی نے اسے اپنے وزیروں کے روبرو پیش کیا اور پوچھا کہ اس میں تمہاری کیا رائے ہے اور خود بھی غور و فکر کرنے لگی اور پنڈتوں سے دعا کی خواستگار ہوی۔ اسنے میں جواب کا وقت ختم ہوگیا۔ راجہ نے دوسرا پیغام بھیجا جب اس کا بھی وقت ختم ہوگیا تو تیسرا اور آخری پیغام بھیجا کہ اب جو وقت دیا گیا ہے اس کے اندر اگر جواب نہ آیا تو ہم جنگ کے لئے آمادہ ہیں فلاں دن تمہارے شہر پر آگ کی بارش برسائی جائیگی۔ رانی اس خط کو پڑھتے ہی دربار میں آئی۔ تمام وزیروں اور پنڈتوں کو بلاکر دریافت کی کہ تم لوگوں نے اب تک اس خط کا جواب کیوں نہیں دیا۔ سب گردن جھکاکر خاموش ہوگئے۔ ان وزراء میں ایک مسلمان وزیر بھی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ گردن اونچی کیا اور یوں کہنے لگا کہ آپ کوئی فکر نہ کریں، خدا آن کی آن میں ہمیں فتح نصیب کریگا اور ہماری سلطنت باقی رہے گی۔ یہ جواب دیکر فوراً اپنے مکان واپس آیا اور دو رکعت نفل نماز ادا کیا، پھر تھوڑی دیر گردن جھکائے غور و فکر میں غرق رہا۔ کچھ دیر بعد اس کے ذہن میں ایک بات آئی، وہ فوراً اپنی ملکہ رانی کے پاس جا پہنچا اور با ادب کہنے لگا ہماری بستی میں ایک اللہ کے مقرب اور اس کے محبوب بندے ہیں جو بڑے بڑے دشمنوں یعنے راکشسوں کے کبر و نخوت کو خاک و خون میں ملا دیا ہے

آج رات ہر خاص وعام اور ملکۂ عالیہ اس اللہ والے کے دربار میں حاضری دیکر اس شہر کی ناگہانی بلا ٹلنے کی عرضی پیش کریں۔ اگر ان کی نظر کرم ہوئی اور وہ ہمارے ملک کے لئے دربارِ خداوندی میں دعا کردیں تو انشاء اللہ فائز المرام یعنی اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائیں گے اور وہ بزرگ طبل عالم بادشاہ کے نام سے مشہور ہیں۔ رانی نے اس وزیر کی بات کو بسر وچشم منظور کیا۔ اور فوراً شہر میں منادی کرادی گئی۔ آج سر مغرب خاص وعام چھوٹا بڑا سب کو حضرت طبل عالم بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضری دینا ہے' اس لئے تمام اہل شہر دربار میں حاضر ہوجائیں۔ وقت مقررہ پر رانی ارکانِ دولت اور رعایا کے ساتھ مزار مقدس پر حاضری دی اور حضرت کے مواجہ میں باادب کھڑی ہوکر اپنے اور تمام اہل شہر کے دلی مقصد کو حضرت کی بارگاہ میں آنسو بہاتے ہوئے پیش کرتی رہی۔ تقریباً نصف گھنٹہ سر جھکائے خاموش کھڑی رہی' پھر خدام کو مخاطب کرتے ہوئے ان سے التماس کی کہ آپ حضرات حضور کے خدام ہیں' میرے حق میں دعا کریں۔ اگر میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئی'' اور میرا مقصد حاصل ہوگیا تو میں آپ حضرات کی کیا خدمت کرونگی وہ قبل از وقت کہنا مناسب نہیں۔ ان خدمتگذاروں میں ایک مجاور آگے بڑھا جس کا نام سید نصیر الدین قلندر و الحسینی وسہروردی تھا رانی سے کہنے لگا' اس دربار سے کوئی خالی واپس نہیں جاتا۔ یہ بزرگ جو مزار مقدس میں لیٹے ہوئے ہیں وہ دو لاکھ راکشسوں کو نابود کردئے ہیں۔ میں ... سے مورچل دیتا ہوں' دو مسلمان جو نیک متقی وپرہیزگار ہوں ان کو غسل کے بعد دو گھوڑوں پر سوار کرکے دو مورچل دے کر اپنی فوج کے آگے روانہ کر' پھر خدا کی اور اس کی کرشمہ سازی کو جنگ میں دیکھ انشاء اللہ تیری فتح ہوگی۔ رانی نے مجاور کی ترکیب کے مطابق اپنی فوج کے آگے ان دونوں مسلمان متقی وپرہیزگار کو مع مورچھل کے روانہ کردیا اور تمام مجاورین فتح یابی کی دعا میں مشغول ہوگئے۔

راجہ کی فوج ترچناپلی سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر آپہنچی' اور وہیں ٹھہر کر جنگ کے طریقہ پر غور وفکر کررہی تھی' اسی وقت رانی کی فوج اسکے سامنے سے گذری تو راجہ کی فوج دیکھتے ہی گھبراگئی کیونکہ راجہ کی فوج کی نظروں میں' رانی کی فوج بے حساب معلوم ہورہی تھی۔ یہ دیکھنا ہی تھا راجہ کی فوج ڈر کے مارے پیچھے ہٹ گئی۔ جب راجہ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو اُسے یقین نہ آیا۔ اس نے خود آکر میدان جنگ کا مشاہدہ کیا اور اپنی فوج سے کہا' میں سمجھا تھا رانی کی فوج کی تعداد بہت کم ہے' اس وقت کیا دیکھ رہا ہوں کہ لاکھوں کی فوج موجود ہے۔ اور چھٹکارا پانے کے لئے ایک ہی تدبیر ہے کہ تم سب واپس ہوجاؤ۔ راجہ فوج کو یہ حکم دے کر روانہ ہوا۔ رانی بغیر جنگ کے کامیاب ہوگئی۔ پھر اس نے بھی اپنی فوج کو کوچ کا حکم دیا' اور محل میں آکر قیام کیا۔ اور دو آدمیوں کو انعامات سے نواز کر روانہ کیا۔ پھر ایک خوشی کا دن مقرر کرکے ارکین کو ساتھ لے کر مع مورچھل کے حضرت طبل عالم بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور آپ کے مزار کو چوم کر کہنے

لگی اے میرے آقا آپ کی دعائے کرم سے میری سلطنت دشمنوں کے ہاتھ لگنے سے بچ گئی۔ اپنے مقصد کی کامیابی پر میں تحفہ پیش کرتی ہوں یعنے آپ کے دربار کے اخراجات کیلئے یہ جاگیر پیش کرتی ہوں۔ اس سے جو آمدنی ہو اس سے آپ کے دربار کے اخراجات کو پورا کیا جائے اور جو باقی رہے اسے خدام بارگاہ آپس میں تقسیم کرلیں۔ اس درگاہ کے خدمتگار کے علاوہ کوئی اس کا حقدار نہیں ہے اور یہ پورا مضمون تانبے کے ایک پلیٹ پر کندہ کر کے مجاورین کے سامنے پیش کی۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ میرے وفات کے بعد کوئی ہندو راجہ اس انعام میں دخل اندازی کرے اور اسے خود لینا چاہے تو کاشی، اور رامیسورم میں گائے کاٹنے کے برابر ہوگا۔ اور اگر کوئی مسلمان نواب وغیرہ اس انعام کو اور اسے خود لینا چاہا تو اس کو مکۂ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں برا جانور چھانٹنے جیسا ہوگا۔ اس املاک پر آج بھی درگاہ شریف کا پورا خرچ ہے اور جو بچتا ہے وہ مجاورین میں تقسیم ہوتا ہے

غالباً ۱۲۰۰ھ کا ذکر ہے خواجہ سید احمد اللہ شاہ جو سلسلۂ چشتیہ سے وابستہ تھے شمالی ہند کے باشندے تھے۔ سیر و سفر کرتے ہوئے حضرت طبل عالم بادشاہ کے روضۂ اقدس کی زیارت کو آئے، دل میں کوئی مقصد پوشیدہ رکھے ہوئے بارہ برس تک حضرت کے سرہانے ایک چھپر تھی۔ اس میں مقیم رہے۔ بارہ برس کے بعد حضرت کا عرس مبارک جو ہر سال ہوا کرتا تھا اسی طرح سے اس سال بھی عرس شریف کی کارروائیاں شروع ہوئیں۔ تمام خدام اس کام کو کرتے رہے اور پھولوں کا سہرا بنا کر حضرت کے گنبد پر جو کلس ہے، اس پر ڈال آئے۔ پھر اس کے بعد شیرینی پر فاتحہ دی۔ رات کو وہ سہرا دو ٹکڑے ہوکر ایک ٹکڑا حضرت کے مزار پہ گرا اور دوسرا خواجہ احمد اللہ شاہ کی گود میں پڑا۔ اسی رات کو حضرت سے اجازت مل گئی کہ یہاں سے چار میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹا پہاڑ ہے وہی تمہارا مقام ہے۔ آج کی رات خواجہ احمد اللہ شاہ کی مقصد کی تکمیل ہوی۔ خواجہ احمد اللہ شاہ صبح کو اپنا بستر اٹھا کر حضرت طبل عالم بادشاہؒ کے فرمان کے تحت پہاڑ کی طرف روانہ ہوے اور پوری زندگی اسی پہاڑ میں بسر کردی۔ اور اس پہاڑ کو خواجہ احمد اللہ شاہ نے اپنا ابدی مسکن بنالیا۔ حضرت کا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے اور ان کے روحانی تصرفات سے آج بھی مخلوق فیضیاب ہو رہی ہے۔ حضرت خواجہ احمد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے سرہانے سے حضرت طبل عالم بادشاہ رح کا گنبد نظر آتا ہے۔ اور حضرت طبل عالم بادشاہ کے قدموں کے برابر خواجہ احمد اللہ شاہ رح کا سرہانا نظر آتا ہے۔ گویا حضرت احمد اللہ کا قیام اور ان کے تصرفات کا ذریعہ بھی حضرت طبل عالم بادشاہ ہیں، جن کے حکم سے آپ یہاں قیام پذیر ہوے۔ حضرت طبل عالم بادشاہ کی خوارق عادات اکثر ہیں۔ انہیں دو پر اکتفا کرتا ہوں۔

مرحبا قومے کہ دادِ بندگی را دادہ اند
ترکِ دنیا کردہ اند واز ہمہ آزادہ اند

حضرت شیخ بوسعید ابوالخیرؒ کا فرمان ہے کہ یہ کوئی کمال نہیں کہ کوئی پانی پہ چلے، ہواؤں میں اڑے، یا ایک لحظہ میں ایک مقام سے دوسرے مقام پہ جا پہنچے، بلکہ کمال تو یہ ہے کہ آدمی مخلوق کے درمیان نشست و برخاست کے قابل ہوجائے اور وہ اپنی بیوی بچوں کو ساتھ رکھتے ہوئے بھی کسی لمحہ خدائے عزوجل سے غافل نہ ہو۔

حضرت شیخ علی بن ابی بکرؒ نے "معارج البدایہ" میں لکھا ہے کہ ہر انسان کا حسن وکمال تمام امور میں ظاہراً، باطناً اصولاً، فروعاً، عقلاً وفعلاً، عادۃً وعبادۃً کامل اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مضمر ہے۔

ناظرین! آج سے دو سو چالیس سال پہلے ۱۱۵۱ھ میں ویلور دارالسرور میں سارے حسن وکمال کو اپنے اندر لئے ہوئے ایک مایۂ ناز شخصیت جسکا نام نامی حضرت محی الدین سید عبداللطیف قادری ذوقی قدس سرہٗ ہے رونق افروز ہوئی جو تمام اوصاف حمیدہ کی مالک اور ایک زمانہ تک خدا کے نیک بندوں کے لئے دلیل حجت اور گمراہوں کے لئے مشعل راہ و چراغِ ہدایت بنی رہی۔

حضرت ذوقی قدس سرہٗ ظاہر وباطن کے جامع عابد یگانہ زاہد زمانہ اور افضل وقت تھے۔ آپ کا رتبہ نہایت ہی بلند ہے اور آپ کے فضائلِ حمیدہ وخصائل پسندیدہ اور مناقب کئی ایک ہیں۔ آپ کے توکل، رضا، تواضع، محبت خدا، فقر واخلاص، حسن اخلاق، سخاوتِ نفس، قلت اعتراض اور تمام مخلوقِ خدا پہ شفقت کا مکمل جائزہ لیا جائے، ممکن نہیں۔

آں عقل کجا در کمال تو رسد
وآں دید کجا کہ در جمال تو رسد

لہٰذا پیش نظر مضمون میں آپ کے مناقب کا مختصر سا جائزہ لینے کی سعی بلیغ کی گئی ہے۔

حضرت ذوقی علیہ الرحمہ کا یہ بے پایاں درجہ آپ کے علم کی وجہ سے آپ کو ملا تھا۔ صاحب مطلع النور نے ایک جگہ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ آپ کا فہم وذکاء اور جودتِ طبع اتنی بلند تھی کہ علم معقول ومنقول، فروع و اصول میں عطائے رب سے قدرتِ تامہ حاصل تھی۔ حضرت

ذوقی رحمۃ اللہ علیہ خود اپنی علمی استعداد خدا داد صلاحیتوں کا ذکر انشاء لطیف الٰہی کے اندر باین الفاظ فرماتے ہیں۔

این قدر علم فقیر را اعانت نمودہ بجائے رسانیدہ از گفتن و نوشتن بیرون است

فقیر کو اس قدر علم نے کافی اعانت کی اور اس منزل پر پہنچایا کہ لکھنے اور کہنے سے باہر ہے۔

چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فقر کو عزیز سمجھا تھا اسی لئے اپنی زندگی کو فقر سے آراستہ کیا۔ آپ کی شخصیت میں زہد و تقویٰ بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

الفقیر من لا یستغنی بشئ دون اللہ

یعنے فقیر اللہ عزوجل کے بغیر آرام نہیں پا سکتا۔ اور اس کو بجز اسکی ذات کے کوئی کام نہیں ہوتا۔ اس لئے حضرت ذوقی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی تقویٰ و پرہیزگاری سے معمور رہی اور آپ نے کبھی کسی حال میں خلاف شرع قدم نہیں اٹھایا اور خود رقمطراز ہیں۔ " طالب حق کے لئے ضروری ہے کہ پہلے عقائد کی تصحیح کرے اور شریعتِ مطہرہ پر بالالتزام عامل رہے۔ اس لئے کہ بغیر تصحیح عقائد شرعیہ کے کشفِ الٰہی دشوار ہے"۔ اور جب اللہ پاک کی محبت قلب میں جاگزیں ہو جاتی ہے تو اسکی موافقت احکام شریعت کی پابندی سے ہے کیونکہ لان المحبۃ ھی الموافقۃ یعنے محبت موافقت ہی کا نام ہے۔

ابن الجلاء کا فرمان ہے کہ فقر وہ ہے کہ تیرے پاس تیرے واسطے کچھ نہ ہو اور جبکہ کچھ ہو تو وہ تیرے واسطے نہ ہو۔ حضرت ذوقی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی بھی اپنے والد ماجد کی طرح اسی کی مصداق بنی رہی کیونکہ آپ خلق سے زیادہ بے نیاز رہے اور اسی بے نیازی کے ساتھ ساتھ اسی طرح آپ کا فقر بھی بلند پایہ رہا۔ ہمیشہ آپ کا دستر خوان وسیع رہا اور کبھی کوئی سائل آپ کے در سے محروم نہیں گیا۔ ہمیشہ آپ نے ہر آنے والے کی حاجت پوری کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور آپ نے اپنے ہاتھوں سے اپنی زندگی میں دو لاکھ روپیہ غریبوں اور سائلوں میں تقسیم فرمایا اور ہر روز اپنے لنگر خانہ میں ایک سو بیس سیر چاول تقسیم فرماتے رہے۔

ضمیمہ جواہر السلوک میں جسکا ذکر اسطرح آیا ہے :۔

از وزراء و امراء و اغنیا نہایت بے پروا بود۔ در جود و کرم بے ہمتا سائل را محروم نمی نمود و زیادہ از دو لک روپیہ بہ سائلاں عنایت فرمودہ ہر روز در لنگر خود یک صد و بیست سیر برنج بہ مستحقاں تقسیم می نمود

حضرت ابو عبیدہ احمد بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

اَنْفَعُ الْفَقْرِ مَا كُنْتَ بِهٖ مُتَجَمِّلًا وَبِهٖ رَاضِيًا یعنی فقر زیادہ نفع دینے والا ہوتا ہے کہ تو اسکو اٹھانے والا ہو اور راضی ہو۔

چونکہ فقر سنت نبوی صلعم ہے۔ حضرت ذوقی نے اپنی شخصیت کو فقر سے آراستہ و پیراستہ کیا اور جس قدر پانی کی رو اپنے منتہیٰ کی طرف دوڑتی ہے اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ فقر آپ کو خدا کی اور اس کے نبی

اکرم صلعم کی متابعت تامہ کی طرف لے گیا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ اللہ پاک نے آپ کو قطبیت پر فائز فرمایا۔ خود حضرت ذوقیؒ نے مختلف مقامات پر مختلف الفاظ میں اس کا ذکر فرمایا ہے اور آپ کے والد سید شاہ ابو الحسن قریبیؒ نے آپ کو قطبیت کی بشارت دی۔ چنانچہ حضرت ذوقیؒ نے اپنے ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ میں نے ایکمرتبہ خواب میں دیکھا کہ سرکار غوث پاکؓ یہاں تشریف لائے ہیں اور مسجد کی جانب جارہے ہیں، میں بھی آپ کے پیچھے جارہا ہوں۔ اسی دوران میں نے حضور غوث پاکؓ سے عرض کیا کہ یا شیخ! مجھے قطبیت عنایت فرمائی جائے تو سن کر آپ مسکرائے، اور خاموش ہوگئے۔ صبح میں جب بیدار ہوا تو شیخ وابیؓ سے خواب کا ذکر کیا تو حضرت شیخ وابیؓ قدس سرہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں قطبیت کے مقام سے نوازا ہے لیکن تمہیں اسکی خبر نہیں ہے کہ تمہیں اس سے بڑھ کر کوئی اور سوال کرنا چاہیئے تھا، یقیناً ملتا۔

حضرت ذوقی کی شخصیت میں توکل و استغنا بدرجۂ اتم پایا جاتا تھا۔ عمر بن عثمان مکیؒ نے روایت کیا ہے کہ کسی نے پیر صالح ابو حازم مدنی سے پوچھا کہ آپ کا مال کیا ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا الرضا عن اللہ والغنی عن الناس میرا مال اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا ہے اور مخلوقات سے بے نیازی، اور یہ ضروری ہے کہ جو خدا عزوجل سے راضی ہو وہ مخلوقات سے مستغنی ہو۔

ایکمرتبہ نواب والاجاہ از خود جاگیر کا پروانہ لیکر حاضر ہوئے۔ اور آپ کی خدمت میں پیش فرمایا، رات کا وقت تھا، سامنے چراغ جل رہا تھا آپ نے اس میں لگاکر پروانہ جلا ڈالا۔ نواب موصوف دیکھ کر متحیر ہوگئے۔ اور اسی حال میں عرض کرتے ہیں، یا حضرت! میں نے آپ کی اولاد کے لئے یہ جاگیر کا پروانہ بطور نذرانہ پیش کیا اور آپ نے نذرِ آتش فرمادیا۔ تو حضرت نے جواب دیا پروانے کو تو ہم نے شمع کے حوالے کیا۔ اب رہا میری اولاد کا معاملہ، تو ہم کے لئے میرا اللہ بس ہے۔ وہی مسبب الاسباب کارساز ہے، مجھے یا میری اولاد کے لئے کسی جاگیر کی ضرورت نہیں۔

اس واقعہ کو صاحب مطلع النور نے اس طرح بیان فرمایا ہے:۔

اور نواب جو تھا والا جاہ
صاحب تخت و ملک و فوج و سپاہ
لاکیا نذر اس کے لے دانا
ایک جاگیر کا ہے پروانہ
اس کو وہ شمع پہ جلایا ہے
اور سخن یہ زباں پہ لایا ہے
ہووے پروانہ شمع پہ سوزاں
ہوا نواب دیکھ یہ حیراں

یہ واقعہ حضرت ذوقی کے توکل کا شاہد ہے اور آپ آیۂ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ (جس نے خدا پہ بھروسہ کیا وہ اس کے لئے کافی ہے)

کے مصداق بنے رہے۔

حضرت ذوقیؒ حسن خلقی میں بالکل اپنے والد بزرگوار زبدۃ العارفین حضرت قربیؒ کے پرتو رہے۔ ہزار غم و آلام میں رہنے کے باوجود کبھی آپ کی پیشانی پر شکن نہیں آئی۔ اور نہ اس قسم کے الفاظ زبان سے نکلے جس سے شکوہ کا تصور کیا جاسکے۔ کیونکہ آپ کی زندگی خدا کی رضا پر قائم رہی۔ ورضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔

آپ ہمیشہ ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ آپ کی خوش خلقی کا عالم یہ تھا کہ لوگ آپ کے پاس حاجتوں کے لئے آتے اور آپ ان کی حاجت روائی کرتے رہے۔ جب بھی نیازمند حاضر ہوتے تو آپ ہمیشہ انہیں حقوق اللہ و حقوق العباد کی اہمیت بتاتے اور ان پر تعامل کی تلقین فرماتے۔ آپ کے نور باطن سے کئی لوگ مستفیض ہوئے۔

تا مستی شراب محبت نصیب کیست

حضرت ذوقیؒ علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے بعد اپنے والد بزرگوار ہی کے اسلوب پر سلسلۂ تدریس جاری فرمایا اور تدریس کے علاوہ ہر ممکن ذرائع سے آپ خدمت اسلام فرماتے رہے۔ اور خلق خدا تک پیغام خدا اور رسول صلعم کے پہنچانے میں ہمہ وقت کوشاں رہے۔

ہر فن کے اندر آپ نے کتابیں لکھیں اور آپ کی تصانیف کم و بیش تقریباً ڈیڑھ سو ہیں اور آپ کے قلم سے تقریباً تین لاکھ سے زائد اشعار معرض تحریر میں آئے۔

چونکہ حضرت ذوقیؒ پر اللہ تبارک و تعالےٰ کا خاص فضل رہا۔ آپ کو احوال ماضیہ و حالیہ و آتیہ کی خبر ہو جاتی تھی۔ مثنوی مطلع النور میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ذوقیؒ وصال سے چند دن پہلے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ اے لوگو! ایک بات کہہ رہا ہوں اس کو یاد رکھنا کہ آج کے تیرھویں دن یہاں کا قطب دنیا سے اٹھ جائیگا۔ اور اس کے تین دن بعد قلعۂ ویلور پر گولی چلیگی۔ چنانچہ رجب کے مہینہ میں تیرھویں تاریخ کو جب آپ کا وصال ہوا اور اس کے تین دن بعد قلعہ پر گولی چلی تو لوگوں نے یقین کر لیا کہ آپ ہی کی مقدس شخصیت تھی جن کو اللہ تعالےٰ نے اس زمانے کا قطب بنایا تھا۔ جن کے وصال کے بعد حاکم قلعہ پر زوال آیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ خلوت نشین ولی کامل افضل الوقت رہے۔

الولی قد یکون مستورا ولا یکون مشھورا

یعنے ولی کبھی پوشیدہ ہوتا ہے مگر مشہور نہیں ہوتا۔

حضرت ذوقیؒ کو اپنے خاندانی گنبد میں دفن کیا گیا۔ مولوی امین بیجاپوری نے آپکی تاریخ رحلت کہی ہے۔ جو مزار پر انوار کے باہر دلیوار گنبد پر کندہ ہے؛ وھو ھذا

سرافراز محی الدین ذوقی
کہ فیض دست بر ابدال و اوتاد
چو وصل شد بحق سال وصالش
امیں گفتا غیاب قطب الاوتاد

۱۱۹۴ھ

دار العلوم لطیفیہ حضرت مکان ویلور

دنیائے اسلام میں چند نامور ہستیاں ایسی ہیں جنہوں نے اسلام کا ایسا بے نظیر اور انمول کام کیا ہے کہ جس کو دنیا کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ ایسی مذہبی اور اصلاحی کتابیں تصنیف کیں کہ ہر خاص و عام کی نظر میں مقبول ہیں۔ انہی مصنفین میں سے حضرت سعدی بھی ہیں۔

نام شرف الدین لقب مصلح اور تخلص سعدی اور آپ کی پیدائش شیراز میں غالباً ۵۸۹ھ میں ہوئی اور ایک سو سال سے زیادہ عمر پائی اور آپ کا سعدی تخلص رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے والد عبداللہ شیرازی بادشاہ وقت اتابک سعد زنگی کے ملازم تھے۔ اس بادشاہ کے عہد میں ہی آپ نے شعر و شاعری شروع کی تھی اس لئے بادشاہ کے نام کی نسبت سے اپنا تخلص سعدی رکھ لیا ہے۔

بچپن آپ کے والد عبداللہ نیک اور خدا ترس آدمی تھے اور گھر میں دینداری کا چرچا تھا اس لئے آپ کے والد آپ کو بچپن ہی میں نماز کے ضروری مسائل یاد کرا دئے تھے۔ اس وجہ سے چھوٹی سی عمر میں بھی عبادت کا خیال و شب بیداری اور تلاوت قرآن کا شوق آپ میں پیدا ہو چکا تھا۔ آپ کی تربیت میں کبھی تغافل و تساہل سے کام نہیں لیتے تھے اور ان پر کڑی نگرانی رکھتے تھے اور بے موقع زبان کو کھولنے سے منع کرتے تھے۔ آپ خود اپنی تربیت کا بڑا سبب اپنے باپ کی تادیب اور ان کی نگرانی قرار دیتے ہیں۔ (بوستاں)

جب آپ نے آنکھ کھولی تو شیراز میں علماء و فضلاء مشائخ و بلغاء کا ہجوم تھا۔ اس ماحول سے آپ کو تحصیل علم کا ولولہ پیدا ہو جانا قدرتی بات تھی۔ مگر اس وقت ان کے شہر میں قحط پڑ گیا تھا۔ جنگوں کا ایک لا متناہی سلسلہ جاری تھا۔ اور خود شیراز پر بھی تباہی اور زوال کے بادل منڈلا رہے تھے۔ اس بوجھل فضا سے آپ کے تحصیل علم دین کا ولولہ پورا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس سے آپ نے وطن کو ترک کیا اور تحصیل علم کے لئے بغداد کا رخ فرمایا۔

تعلیم بغداد علم و علماء کا مرکز تھا۔ شہرہ آفاق دار العلوم نظامیہ آباد تھا۔ یہ مدرسہ ۴۵۹ھ میں قائم کیا گیا تھا اور اسکی شہرت کے ڈنکے ساری دنیائے اسلام میں بج رہے تھے۔ آپ کو نظامیہ کی کشش بغداد میں کھینچ لائی اور پڑھنے کی خواہش سے نظامیہ میں داخل ہو گئے۔ بغداد میں آپ نے جن علماء سے علم حاصل کیا ان میں سے ایک بزرگ ایسے بھی تھے جن سے فیض حاصل کرنے پر ہر صاحب علم کو فخر تھا۔ یہ علامہ ابو الفرج عبد الرحمن بن جوزی ہیں جو اپنے زمانہ میں امام وقت تھے۔ آپ اپنے وقت کے ایک ذہین طالب العلم تھے۔ مدرسہ نظامیہ

کے بعض طالب العلم آپ پر حسد کرتے تھے۔ ایکدن آپ نے اپنے استاد ابن جوزی سے حاسدوں کی شکایت کی تو استاد نے فرمایا وہ بھی اپنی آخرت خراب کر رہے ہیں' اور تم بھی غیبت اور بدگوئی سے اپنی عاقبت بگاڑ رہے ہو۔ آپ کی طبیعت تصوف کی طرف مائل تھی' اور وجد و سماع کی مجلسوں میں اکثر شریک ہوتے تھے۔ آپ کے استاد ابن جوزی اس چیز کو پسند نہیں فرماتے تھے اور آپ کو سختی سے منع فرماتے تھے۔

سیاحی آپ ایک بہت بڑے سیاح تھے۔ بعض تذکروں میں سیاحت کی مدت تیس برس لکھی گئی ہے۔ بہر حال جب آپ تحصیل علم سے فارغ ہوے تو دفتر کائنات کا مطالعہ کرنے لگے۔ سیر و سیاحت کے دوران ملک شام میں آپ کو ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ اس شہر کے قاضی اور بعض افراد ایک جگہ جمع ہوے تھے۔ آپ بھی اس جگہ پہنچ گئے۔ لیکن پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوے تھے۔ خدام نے اٹھا دیا۔ اور بڑی مشکل سے کسی ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ مجلس میں کسی مسئلہ پر گرماگرم بحث ہو رہی تھی مگر عقدہ کشائی کسی سے نہیں ہو رہی تھی۔ تو آپ سے رہا نہ گیا اور اسی وقت سر اٹھا کر بلند آواز سے گفتگو کرنے کی اجازت چاہی اور وہاں کے علماء اچھے کپڑے پہنے ہوے تھے تو وہ لوگ ایک گدڑی پہنے ہوے معمولی آدمی کو دیکھ کر متعجب ہو گئے۔ مگر جب آپ نے اس مسئلہ کو نہایت عمدگی اور وضاحت سے بیان کیا تو قاضی صاحب نے فوراً اپنی جگہ چھوڑ دی اور اپنے عمامہ کو سر سے اتار کر آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے کہا یہ تکبر کی علامت ہے' مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ (بوستاں)

آپ کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بے سروساماں متوکل درویشوں کی طرح سفر کرتے رہے۔ اور ہر قسم کی تکلیفیں جھیلتے ہوے جب وہ دمشق پہنچے' تو وہاں کے لوگوں سے ناراض ہو کر فلسطین کے بیابان میں جا بیٹھے۔ یہ جنگوں کا زمانہ تھا۔ وہاں پر عیسائیوں نے بھی آپ کو پکڑ لیا اور طرابلس کے مشرقی علاقہ میں خندق کھودنے کے کام پر دوسرے قیدیوں کے ساتھ لگا دیا گیا۔ آپ صبر و سکون کے ساتھ یہ عظیم مشقت برداشت کرتے رہے۔ مدت کے بعد حلب کا ایک رئیس اور معزز آدمی اس طرف سے گزرا۔ وہ آپ کو اس حالت میں دیکھ کر بہت ملول ہوا اور ان لوگوں کو دس دینار دے کر قید فرنگ سے چھڑا لیا اور اپنے ساتھ حلب لے گیا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ آپ سے اپنی ناکتخدا بیٹی سے سو دینار مہر پر نکاح کر دیا۔ مگر بیوی سخت مزاج اور زبان دراز نکلی۔ ایک دن آپ کو طعنہ دیا کہ حضور آپ وہی تو ہیں جنہیں میرے باپ نے دس دینار میں خریدا تھا۔ آپ نے برجستہ جواب دیا۔ جی ہاں میں وہی ہوں جسے تمہارے باپ نے دس دینار میں خریدا تھا۔ اور سو دینار میں تمہارے ہاتھ فروخت کر دیا۔ سختی پر آپ نے ایک عرصہ تک بہت ہی صبر و شکر کے ساتھ گذارا۔ آپ خود لکھتے ہیں کہ میں نے زمانہ کا کبھی شکوہ نہیں کیا ـــ ایک وقت میرے پاؤں میں نہ جوتے تھے اور خریدنے

سکے لئے روپیہ اس حالت میں دامن استقلال ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ غمگین و دل شکستہ کوفہ کی مسجد میں پہنچا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص ہے، جو پاؤں سے ہی محروم ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنے پیروں کی صحت و سلامتی پر خدا کا شکر ادا کیا۔ اس چشم دید واقعہ نے میرے ذہن اور دل میں جو شکایت آمیز الفاظ پل رہے تھے دفعتاً ختم ہو گئے۔

وطن کی واپسی

طویل سیاحت کے بعد آپ ابوبکر سعد کے دورِ حکومت ۶۵۸ھ میں شیراز واپس آئے۔ گلستاں اور بوستاں آپ کے بہترین مفکر ہونے کی زندہ شہادتیں ہیں۔ ان کتابوں میں آپ نے نقلی درویشوں اور بدراہ بادشاہوں کی حقیقت کھول کر رکھ دی ہے۔ آپ کی فصاحت و بلاغت کا شہرہ زندگی ہی میں ایران، ترکستان، تاتار اور ہندوستان وغیرہ میں پھیل چکا تھا۔ بچپن ہی میں آپ کی تعلیم شروع ہوئی ہے اور بڑھاپے تک مطالعہ کا شوق باقی رہا۔ آپ کی شخصیت جس طرح ایشیا میں مشہور رہی ہے، اسی طرح یورپ اور امریکہ میں بھی عزّت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ اس لئے دنیا کی تمام زندہ قوموں نے گلستاں کو اپنی زبانوں میں ترجمہ کیا ہے۔ حتیٰ کہ لوگ بڑے ذوق و شوق کے ساتھ ان کتابوں کو پڑھتے ہیں۔ اکثر و بیشتر مدارس کے اندر ان کتابوں کا درس دیا جاتا ہے۔

علامہ سعدی کی شخصیت کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ جن کے کارناموں کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ علم و ادب کا یہ ستارہ ۶۹۱ھ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

علم و فن کا شباب ہیں ہم لوگ
نظر لاجواب ہیں ہم لوگ
یعنی ہر منتخب کسی کے نہیں
پھر بھی ہم لوگ،
جوہرِ انتخاب ہیں ہم لوگ

میں تو آیا ہوں نیا ذوقِ نظارا لیکر
تیرے جلوؤں کے بھی انداز نئے ہیں کہ نہیں
چاکِ داماں و گریباں کا زمانہ گذرا
اے جنوں تجھ میں کچھ انداز نئے ہیں کہ نہیں

السید محمد اللہ بختیاری
ضیاء لطیفی

حیاتِ حضرت خضر علیہ السلام

(۱)

از افضل العلماء
مولوی ابوالمکارم محمد مصطفیٰ حسین بخاری
قادری فاضل دارالعلوم لطیفیہ
جنرل سکریٹری دائرۃ المعارف
مکان حضرت قطبؒ ویلور قدس سرہ العزیز

حیاتِ دوام صرف ہی ذاتِ والا صفات کو حاصل ہے جو ساری کائنات کی خالق و مالک ہے۔ اس کے ماسوا تمام چیزیں فانی ہیں جس طرح گرما کے بعد سرما کا اور رات کے بعد دن کا آنا یقینی اور ضروری ہے' اسی طرح زندگی کا لازمی انجام موت ہے جس سے کسی کو انکار نہیں، کافر و مومن تمام اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن بات اتنی ضرور ہے کہ یہ دیر' یا سویر ہوتی ہے۔ کسی کی قسمت میں اس آفتاب و ماہتاب کو سینکڑوں مرتبہ نکلتے ڈوبتے دیکھنا ہوتا ہے' کسی کو رات ہو تو دن' یا دن ہو تو رات بھی میسر نہیں آتی۔ بہت جلد دنیا سے رختِ سفر باندھتا ہے ——

حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق مشہور ہے کہ آپ کی عمر ایکہزار سال تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام اس عالم رنگ و بو میں نوسو پچاس سال زندہ رہے' جیسا کہ قرآن کریم شاہد ہے

فَلَبِثَ فِي قَوْمِهِ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا (عنکبوت) —— حضرت سکندر ذوالقرنین کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ نے بھی ایکہزار سال کی طویل عمر پائی تھی۔ جن میں سے پانچ سو سال تو صرف سیر و سیاحت میں بسر ہو گئے۔ اس طرح طویل المیعاد عمر پانا بعید از قیاس نہیں اگر چیکہ یہ نوادراتِ زمانہ سے ہے۔ لیکن اس کا انکار بطلانِ حقائق کے مرادف ہوگا —— حضرت خضر علیہ السلام کی درازیٔ حیات بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان قدرت اور اسکی کرشمہ سازیوں میں سے ایک کرشمہ ہے۔ امت کا سوادِ اعظم اس کا معترف ہے کہ آج بھی آپ زندہ ہیں۔ اور قربِ قیامت تک زندہ رہیں گے۔

آپ کا نام بلیا اور والد کا نام ملکان ہے کنیت ابو العباس اور لقب خضرؑ ہے۔ سام بن نوح کی اولاد سے ہیں۔ آپ کا نسب ساتویں پشت میں حضرت نوحؑ سے اس طرح ملتا ہے —— بلیا بن ملکان بن فالغ بن عامر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام۔

ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں معارفِ ابن قتیبہ کے حوالہ سے اسی مذکورہ نسب کو پیش کیا ہے لکھتے ہیں: ان اسم الخضر بلیا بن ملکان بن فالغ بن عامر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام۔ شیخ محمد نووی تفسیر "مراح لبید" میں آیت فوجدا عبدًا من عبادنا کی تفسیر میں آپ کے اور آپ کے والد ماجد کے مذکورہ اسماء اور کنیت کو بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں —— آپ نوح علیہ السلام

کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے والد بزرگوار ان بادشاہوں
میں سے ہیں جو زہد و تقویٰ اختیار کرتے ہوئے تارک الدنیا
ہو گئے تھے۔ امام بیضاویؒ لکھتے ہیں ـــــ جمہور علماء
کا اتفاق ہے کہ آپ خضرؑ ہیں اور نام بلیا بن ملکان ہے
تیرھویں صدی کے مایہ ناز مفسر علامہ ابو الفضل شہاب
الدین سید محمد آلوسی بغدادیؒ نیز اپنی تفسیر "روح المعانی"
میں لکھتے ہیں ـــ جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ آپ خضرؑ
ہیں۔ ایک ضعیف قول یہ ہے کہ یسع، الیاس یا فرشتہ
ہیں۔ یہ قول غیر معتبر اور غلط ہے (کما فی شرح مسلم)
صحیح وہی ہے جس کی شہادت صحیح احادیث دے رہی
ہیں اور وہ پہلا قول ہے۔

آپ کو خضر اس لئے کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ
سوکھی گھاس پر بیٹھ گئے تھے، کہ آپ کے نیچے کی ساری
گھاس ہری بھری ہو گئی۔ چونکہ ہرے رنگ کو عربی میں
خضرؑ کہتے ہیں، اسی لئے آپ کو خضر کہا جانے لگا جیسا
کہ ارشاد نبویؐ ہے اِنَّمَا سمی الخضر لانہ جلس
علی فروۃ بیضاء فاذا ھی تھتز من خلفہ خضراً
(صحیح بخاری)۔

جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ آپ نبی ہیں تفسیر
جلالین، بیضاوی، واحدی، مراح لبید۔ ابن کثیر۔ سراج
منیر۔ فتح البیان۔ مدارک التنزیل۔ خازن اور روح البیان
وغیرہ میں آیت آتَیْنٰہُ رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِنَا کی
تفسیر میں رحمت سے مراد نبوت مرقوم ہے۔ مذکورہ بعض تفاسیر
میں لفظ قیل کے ساتھ ولایت اور طول عمر بھی لکھا ہوا ہے۔

لیکن خصوصیت تو یہ ہے کہ ہر ایک مفسر نے رحمت
کی تفسیر پہلے نبوت سے کی ہے۔ صاحب سراج المنیر لکھتے
ہیں فالجمھور علی انہ نبی جمہور کا اس پر اتفاق ہے
کہ آپ نبی ہیں، صاحب روح البیان رقمطراز ہیں والجمھور
علی انہ نبی غیر مرسل وعند الصوفیۃ المحققین
ولی غیر نبی جمہور کا اتفاق ہے کہ آپ نبی غیر مرسل ہیں۔
لیکن محققین صوفیاء کے نزدیک صرف ولی ہیں۔

واضح رہے کہ بیک وقت کئی ایک انبیاء کا نزول
مستبعد نہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ بنی اسرائیل میں بیکوقت
بہت سے نبی موجود تھے۔ مولانا انظر شاہ کشمیری کہتے
ہیں، بیک وقت بہت سے انبیاء کا ہونا ناممکن نہیں، جیسے
ایک ہی دور میں ہزاروں علماء ایک ہی فن میں ممتاز پائے
جاتے ہیں۔ اسی طرح ایک ہی وقت میں سینکڑوں انبیاء
بھی موجود ہو سکتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

مولانا سید اصغر حسین سابق محدث دار العلوم دیوبند
فرماتے ہیں۔ نبوت حضرت خضرؑ کی بڑی دلیل تعلیم موسیٰ علیہ السلام
کے قصہ کو کہا جاتا ہے اور اس کی چند باتوں سے نبوت کا
اثبات کیا گیا ہے ـــــ خدائے تعالیٰ نے موسیٰ علیہ
السلام سے فرمایا کہ ہمارا ایک بندہ تم سے زیادہ عالم ہے
ظاہر ہے کہ جو شخص خود نبی نہ ہو وہ ایسے مقرب نبی سے
کیسے زیادہ عالم ہو سکتا ہے ـــــ مزید فرماتے ہیں حضرت
موسیٰ علیہ السلام کا خضر علیہ السلام کی خدمت میں آکر آپ
سے تعلیم کی درخواست کرنا اور انتہائی تعظیم و تلمیذانہ آداب
سے پیش آنا اور ادھر حضرت خضر علیہ السلام سے ایک طرح

کے استغناء کا ظہور، یہ تمام باتیں اسپر شاہد ہیں کہ خضر علیہ السلام بھی نبی تھے۔ کیونکہ ایسے بڑے جلیل القدر نبی کا اپنے ایک امتی سے علم حاصل کرنا ایک نبی اور اس کے امتی میں ایسا برعکس معاملہ ہونا نہایت بعید نظر آتا ہے۔ صاحب روح البیان لکھتے ہیں، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام سے رخصت ہونے لگے تو آپ نے حضرت خضرؑ کو یا نبی اللہ کہتے ہوئے ان سے نصیحت کی استدعا کی تھی۔

بعض مشائخ صوفیاء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کو ولی کہتے ہیں۔ اس سے آپ کی نبوت کی نفی نہیں ہوتی ممکن ہے کہ وہ آپ کی ولایت کو نبوت پر ترجیح دیتے ہوئے ایسا کہتے ہیں۔ کیونکہ نبی کی دو جہتیں ہوتی ہیں۔ ایک جہت ولایت، دوسری جہت نبوت۔ جہت ولایت میں نبی مبدء فیض سے مستفیض ہوتے ہیں اور جہت نبوت میں عوام پر افادہ کرتے ہیں۔ اسی لئے الولایۃ افضل من النبوۃ کہا جاتا ہے۔ یعنی نبی کی ولایت اسکی نبوت سے افضل ہے۔ چونکہ نبی مرتبۂ ولایت کے بعد منصب نبوت پر فائز ہوتے ہیں، لہٰذا تمام انبیاء علیہم السلام پہلے ولی ہیں، بعد نبی۔ حاصل کلام آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور مقبول بندے ہیں۔ خدائے تعالیٰ آپ کو علم لدنی علم خاص سے نوازا ہے۔

آپ کی حیات و وفات میں بھی صدیوں سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ مگر جمہور علماء اس پر متفق ہیں کہ آپ زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔ اس کے لئے ان کے پاس عقلی و نقلی دونوں طرح کی دلیلیں موجود ہیں۔ اور انہوں نے ان لوگوں کا عمدگی سے رد کیا ہے جو آپ کی حیات کے قائل نہیں۔ چنانچہ مولانا انظر شاہ کشمیری ترجمہ تفسیر ابن کثیر کے حاشیہ پر لکھتے ہیں، خضر علیہ السلام کی حیات کا مسئلہ اختلافی ہے۔ ابن کثیر نے جو سرسری دلائل پیش کی ہیں ان سے حضرت خضرؑ کی موت ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ حیات خضرؑ کے قائلین نے ان دلائل کے کافی اور معتبر جواب دئے ہیں —— صاحب روح البیان فرماتے ہیں، آپ کی حیات میں اختلاف ہے لیکن اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ حضرت خضرؑ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ اس پر صوفیاء کرام کا اتفاق ہے۔ ان کے بیانات ہیں کہ انہوں نے حضرت خضرؑ کو مقدس مقامات میں دیکھا ہے اور ان سے گفتگو کی ہے ——

صاحب مراح لبید رقمطراز ہیں، جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت خضرؑ قیامت تک زندہ رہیں گے کیونکہ آپ نے آب حیات نوش فرمایا ہے ——

صاحب سراج منیر لکھتے ہیں، آپ کی حیات و وفات میں اختلاف ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت خضر اور حضرت الیاس زندہ ہیں اور دونوں موسم حج میں ملاقات کرتے ہیں ——

صاحب خازن بیان کرتے ہیں حضرت خضر اور حضرت الیاس دونو زندہ ہیں اور ہر سال موسم حج میں ملاقات کرتے ہیں۔ آپ کی حیات کا باعث آبحیات سے سیرابی ہے۔ —— امام بغوی معالم التنزیل میں لکھتے ہیں۔ چار انبیاء قیامت تک زندہ رہیں گے، ان میں سے دو زمین پر رہتے ہیں۔ ایک خضرؑ دوسرے الیاس علیہما السلام ہیں حضرت خضر دریاؤں پر اور حضرت الیاس خشکی پر رہتے ہیں —— اور دو نبی جو زندہ ہیں وہ آسمانوں میں

رہتے ہیں۔ ایک حضرت ادریسؑ دوسرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں ـــــ نیز صاحب روح البیان رقمطراز ہیں، حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے "فتوحاتِ مکیہ" میں ابو طالب مکی نے اپنی تصنیفات میں اور حکیم ترمذی نے اپنی "نوادر" میں ان کے علاوہ امت کے اکابر علماء نے جن کی صداقت میں کلام نہیں حضرت خضر علیہ السلام سے ملنے اور آپ سے گفتگو کرنے کے واقعات کو قلمبند کیا ہے۔ شیخ ابو عمر بن صلاح اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں، جمہور علماء، صلحاء اور عامۃ المسلمین کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ زندہ ہیں ـــــ امام نووی اور ابن حجر وغیرہ جیسے مستند و معتبر علماء کہتے ہیں کہ حیاتِ خضر علیہ السلام صوفیاء اور اہل صلاح میں ایک مسلم و متفق علیہ امر ہے۔ کسی کو انکار نہیں ـــــ علامہ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ حضرت خضرؑ زندہ ہیں اور قیامت تک باقی رہینگے۔

جو حضرات آپ کی حیات کے قائل نہیں وہ اس آیت وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ (ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کو ہمیشگی نہیں عطا کی) سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ خضر علیہ السلام کو بھی دائمی زندگی کا دیا جانا صحیح نہیں۔ حقیقت یہ ہے، کہ حضرت خضرؑ کی دائمی حیات کا کوئی بھی قائل نہیں۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کے مطابق اجسام کا رسب کا فنا ہے، مگر اس سے درازیِ حیات کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ علامہ سید محمد آلوسیؒ روح المعانی میں فرماتے ہیں۔ خلد سے مراد ابدی ہمیشگی ہے۔ جو حضرات آپ کی حیات کے قائل ہیں وہ یہ نہیں کہتے کہ آپ ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔ بلکہ ایک طبقہ یہ کہتا ہے کہ حضرت خضرؑ دجال سے جنگ کرنے کے بعد انتقال کرینگے۔ دوسرا طبقہ یہ کہتا ہے، کہ ارتفاع قرآن کے زمانے میں آپ کا وصال ہوگا۔ اور ایک طبقہ یہ کہتا ہے کہ آپ آخری زمانہ میں دنیا سے کوچ کریں گے۔ خلد یعنی ہمیشگی سے مراد ان دو صورتوں میں سے کوئی ایک صورت ہے، یا ان سے جو قریب ہے، وہ مراد ہے۔

ایک مرتبہ جنگ بدر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کرتے ہوئے فرمایا تھا اللّٰھم ان تھلک ھذہ العصابۃ لا تعبد یعنی اے اللہ اگر یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو زمین پہ تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ اس حدیث سے بھی قائلین وفات نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت خضرؑ انتقال کر گئے ہیں۔ کہتے ہیں، کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو ایسی بات کیوں کہی جاتی؟ ان کا استدلال ٹھیک نہیں کیونکہ یہ دعائیہ کلام ہے اور عجز و انکسار کا مقام ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تمام ہلاک ہو جائینگے۔ اور بندگی کے لئے کوئی نہ ہوگا اور یہ قضیہ شرطیہ ہے جس کے لئے وجود ضروری نہیں۔

نیز منکرین حیات خضر علیہ السلام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس حدیث لا یبقی علی رأس المائۃ ممن ھو الیوم علی ظھر الارض احد یعنی آج جو بھی زندہ ہیں سو سال کے بعد سطح زمین پر ان میں سے کوئی

بھی زندہ نہیں رہیگا) سے جسکو آپ علیہ السلام نے وصال سے چند دن پیشتر فرمایا تھا' اپنے مدعا کو ثابت کرنا چاہا ہے۔ کہتے ہیں ولو بالفرض حضرت خضرؑ کے وجود کو آپ علیہ السلام کے زمانہ تک مان بھی لیں تو آپ کے ارشاد کے مطابق حضرت خضرؑ سو سال کے بعد زندہ نہیں رہ سکتے۔ اس کے جواب میں قائلین حیات حضرت خضرؑ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا مدعا یہ نہ تھا کہ موجودہ انسانوں میں سے کوئی بھی متنفس زندہ نہیں رہیگا بلکہ اس سے یہ بتانا مقصود تھا کہ قرن اور زمانہ بالکل ختم ہو جائے گا' نہ یہ آدمی رہینگے اور نہ یہ حالات — غرض ایک الگ ہی دور ہوگا۔ نئے لوگ ہوں گے۔ چنانچہ اس حدیث کے راوی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی اس کا یہی معنی بیان کیا ہے۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ جسوقت حضور علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا اسوقت حضرت خضرؑ پانی پر تھے یا فضا میں لہذا آپ پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔

صاحب تفسیر حقانی مولانا عبدالحق علیہ الرحمہ مذکورہ حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں، حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق علماء اسلام کے دو قول ہیں۔ ایک جماعت نے صرف اس حدیث سے استدلال کرکے جس کو بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے' یہ کہتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت خضرؑ بھی بموجب حدیث مذکور انتقال کر گئے مگر اکثر علماء کہتے ہیں کہ آپ حضرت الیاس علیہ السلام کی طرح زندہ ہیں' سال بھر میں دونوں اکیبار ملاقات کرتے ہیں۔ مذکورہ حدیث میں جو سو برس کے بعد مرنا آیا ہے' وہ اکثر لوگوں کی طبعی عمر کا لحاظ کرکے فرمایا ہے اس سے عموم مراد نہیں کہ جن کی زندگی محض اسکی قدرت کاملہ کے طور پر ہو' وہ بھی اسمیں شامل ہو جائیں۔

ابن تیمیہ کا اعتراض ہے کہ اگر خضرؑ زندہ ہوتے تو ان کیلئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنا۔ آپ سے تعلیم حاصل کرنا اور اسلام کے لئے جہاد کرنا ضروری تھا۔ اس کے جواب میں امام آلوسی کہتے ہیں' آپ علیہ السلام کے زمانہ میں بہت سے ایسے مومن بھی گذرے ہیں جو آپ کے حضور میں نہیں آسکے۔ خیر التابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو بھی آپ کی خدمت مقدسہ میں حاضری کی سہولت نہیں ملی۔ نیز آپ کو جہاد و تعلیم کا بھی موقعہ نہ مل سکا۔ یہی معاملہ شاہ نجاشی کا ہے کہ وہ ایمان لانے کے باوجود دربار رسالت میں حاضر نہ ہو سکے تھے۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت خضرؑ آپ کی خدمت بابرکت میں تشریف لائے' آپ سے تعلیم پائے اور جہاد میں بھی شریک ہوئے۔ اس پر واقعات دلالت کرتے ہیں۔ لیکن آپ کا آنا از روئے حکمت پوشیدگی میں ہوتا تھا۔

اسی سلسلہ میں مولانا سید اصغر حسین محدث فرماتے ہیں (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر) ایمان لانے کے لئے اول تو خدمت میں حاضر ہونا ضروری نہیں۔ اگر حاضری دئے ہوں تو عام نظروں میں ظاہر نہ ہونا اور تمام سے پوشیدہ رہنا ممکن ہے' یہی وجہ ہے کہ مشہور و معتبر روایات میں آپ کی ملاقات و تشریف آوری کا ذکر نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنا صرف شرکت جہاد پر منحصر نہیں' بلکہ امت مرحومہ کی اعانت

وامداد بھی درحقیقت آپؐ کی مدد ہے۔ اگر غور کریں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف ایمان لے آنا بھی ایک طرح کی نصرت وتائید ہے۔

غرض آپ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں تشریف لاکر بیعت سے مشرف ہوئے اور اکتساب فیض کئے۔

حضرت خضر علیہ السلام سے جلیل القدر شخصیتوں نے استفادہ کیا ہے جن میں سے مشہور ومعروف شیخ شہاب الدین ابو سعید زفر کرانی، حضرت سید جلال الدین حسین حسینی بخاری مخدوم جہانیان جہاں گشت، شیخ عبداللہ مطری، حضرت سید ضیاء الدین ابو عبداللہ المعروف بہ کردویہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔

حضرت سید شاہ ابو الحسن قادری ثانی بیجاپوری قدس سرہٗ نے اپنی تصنیف انیف مخزن السلاسل میں مذکورہ بزرگوں کو حضرت خضر علیہ السلام سے جو خرقے حاصل ہوئے ہیں ان کو بیان فرمایا ہے لکھتے ہیں:۔

"چوتھا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے ....
.... وہ سید جلال الدین حسین حسینی بخاری مخدوم جہانیاں سے آپنے نقیب الاولیاء ابوالعباس خضر علیہ السلام سے اور آپنے خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحابہ وسلم سے اور آپنے رب العزت کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔"

اولیاء کرام سے آپ کی لقاء کے واقعات کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ یہ مختصر سا مضمون اس کا متحمل نہیں اس کے باوجود دلچسپی ومعلومات کے لئے ایک دو واقعات درج ذیل ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ریاح بن عبیدہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن عمر بن عبدالعزیزؒ کے ہمراہ ایک بزرگ کو دیکھا جو ان کے ہاتھ کا سہارا لئے جارہے تھے، جب وہ واپس لوٹے تو میں نے پوچھا وہ کون تھے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا تم نے ان کو دیکھا تھا میں نے جواب دیا، ہاں دیکھا تھا۔ آپ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم بڑے صالح آدمی ہو کہ وہ تم کو نظر آگئے، وہ ہمارے بھائی خضر تھے۔ انہوں نے خوشخبری دی ہے کہ مجھے حکومت ملیگی اور میں اس میں عدل وانصاف سے کام لوں گا۔

دارالعلوم لطیفیہ کی تشکیل نو کے بانی قدوۃ السالکین اعلیحضرت الحاج رکن الدین سید شاہ محمد قادری قدس سرہ العزیز صاحب فضل وکمال بزرگ گذرے ہیں۔ عالم رویا وبیداری میں آپ کو بہت سے جلیل القدر اولیاء کرام سے ملاقات حاصل ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے والد وجد زبدۃ العارفین الحاج الحافظ محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری المشہور بہ قطب ویلور قدس سرہ العزیز کے وصال کے بعد مدینہ منورہ میں اسی شب خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ سبز عمامہ باندھے ہوئے تشریف لائے اور اظہار غم کرتے ہوئے انہوں نے قرآن مجید کی چند آیتوں کو تلاوت کیا اور تعزیت ادا کی۔ صبح کی نماز کے بعد آپ نے مسجد نبوی میں اپنے ہمراہیوں سے مذکورہ خواب بیان کرنا شروع کیا۔ ابھی اس کو ختم نہ کرنے پائے تھے کہ وہی بزرگ آتے ہوئے دکھائی دئیے، آپ نے

لوگوں سے کہا دیکھیئے جن کا میں ابھی تذکرہ کر رہا تھا وہ ہی تشریف لا رہے ہیں۔ غرض وہ بزرگ سید سے آپ کے پاس آئے اور انہیں آیات کی تلاوت کرتے ہوئے تعزیت ادا کی اور چلے گئے۔ کہتے ہیں کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

ایک اور واقعہ جو نہایت دلچسپ ہے ملاحظہ کیجیے۔ حضرت عبد العزیز دباغ کہتے ہیں۔ سید علی بن حرزہم علیہ الرحمہ کے مزار پر جمعہ کی شب گزارنا میری عادت ہوگئی تھی۔ رات بھر وہیں رہتا اور صالحین کے ساتھ بیٹھ کر قصیدۂ بردہ شریف کی تلاوت کرتا۔ حسب عادت ایکدن شب جمعہ ہم لوگ ختم سے فارغ ہوئے جیسے ہی میں روضۂ مبارک سے باہر نکلا دروازہ کے قریب بیری کے درخت کے نیچے ایک بزرگ کو بیٹھا ہوا پایا۔ وہ وہ مجھ سے گفتگو کرنے اور میری دلی باتوں کو ظاہر کرنے لگے۔ مجھے یقین ہوگیا کہ یہ شیخ عارف باللہ ہیں، لہٰذا عرض کیا کہ ناچیز کو اپنی خادمیت میں قبول کرلیں اور ذکر و اوراد کی تلقین فرمائیں۔ شیخ نے میری باتوں پر توجہ نہ دیتے ہوئے دوسری باتوں میں لگانا شروع کیا، مگر میں بار بار اپنی خواہش کا اظہار کرتا رہا۔ صبح ہوگئی بالآخر مجھ سے وظیفہ کو بالالتزام پڑھنے کا وعدہ لیکر فرمایا کہ روزانہ سات ہزار بار اللّٰھم بجاہ سیدنا محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجمع بینی وبین سیدنا محمد بن عبد اللہ فی الدنیا قبل الآخرۃ کا ورد کروں اس کے بعد ہم اٹھ رہے تھے کہ روضۂ مبارک کے ناظم حضرت عمر بن ہواری تشریف لائے۔ شیخ نے ان سے کہا "یہ وہی شخص ہیں" اور پھر فرمایا کہ میں تمہیں ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتا ہوں۔ سید عمرؒ نے اپنی وفات کے وقت مجھے بتایا کہ بیری کے درخت کے نیچے ذکر کی تلقین کرنے والے سیدنا خضر علیہ السلام تھے۔ جب اللہ تعالےٰ نے مجھے بصیرت بخشی تو یہ حقیقت مجھ پر اچھی طرح عیاں ہوگئی۔

مذکورہ مستند اور معتبر دلائل و واقعات سے بخوبی واضح ہوگیا کہ حضرت خضر علیہ السلام آج بھی زندہ ہیں اور قرب قیامت تک زندہ رہیں گے۔ آپ اللہ تعالےٰ کے حکم سے لوگوں کی دستگیری و رہنمائی کرتے ہیں، اور خاص لوگوں کی تربیت فرماتے ہیں۔ آپ کو صورت بدلنے کی طاقت حاصل ہے۔ جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے ولایت کے بلند مراتب سے نوازا ہے آپ کو اچھی طرح جانتے پہچانتے اور آپ سے مستفید ہوتے ہیں۔

اللھم اجعلنا من عبادك الصالحين بجاہ نبيك سيد المرسلين عليه الصلوٰة والتسليم

مطبوعہ الیکٹرک قومی پریس بنگلور ۱